عمران سیریز
بلیک پرنس
مظہر کلیم
ایم۔ اے

راہ نکال ہی لی اور جب بلیک پرنس سامنے آیا تو عمران نے اپنا سر پیٹ لیا۔

یہ ایک اتنا دلچسپ۔ حیرت انگیز اور انوکھا ناول ہے کہ یقیناً آپ کو بے حد پسند آئے گا اور آپ بے اختیار میری محنت کو داد دینے پر مجبور ہو جائیں گے۔

اور ہاں۔ گولڈن جوبلی نمبر اب قریب آ گیا ہے اور میں نے یہ فیصلہ کیا ہوا ہے کہ گولڈن جوبلی نمبر میں ایسی کہانی پیش کروں گا کہ آپ نے اس سے قبل ایسی کہانی کبھی نہ پڑھی ہو گی اور یہ میرا دعویٰ ہے کہ گولڈن جوبلی نمبر ایک ناقابل فراموش کہانی ہو گی۔ ایک ایسی کہانی جسے آپ بھولنا بھی چاہیں تو کبھی نہ بھلا سکیں گے۔ بس تھوڑا سا اور انتظار کر لیجئے۔ پھر گولڈن جوبلی نمبر آپ کے ہاتھوں میں ہو گا۔ انشاء اللہ۔

بلیک پرنس پڑھ کر مجھے اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجئے۔ کیونکہ آپ کی آراء ہی میری محنت کا ثمر ہوتی ہیں۔ میں ہمیشہ آپ کی آراء کا منتظر رہتا ہوں اور رہوں گا۔

اب اجازت دیجئے۔

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

جوزف رانا ہاؤس کے برآمدے میں ایک آرام کرسی پر بڑے اداس موڈ میں بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے چھوٹی میز پر شراب کی پانچ بوتلیں پڑی ہوئی تھیں مگر جوزف کی نظریں رانا ہاؤس کے بڑے سے پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں۔ جوزف یوں تو پھاٹک پر نظریں جمائے ہوئے تھا مگر اس کا ذہن اس وقت عمران کے متعلق سوچ رہا تھا۔

عمران گزشتہ دو ماہ سے غائب تھا۔ اس نے نہ ہی جوزف سے بات کی تھی اور نہ ہی وہ ان دو ماہ میں کبھی رانا ہاؤس میں آیا تھا۔ جوزف اکیلے رہ رہ کر اب بری طرح بور ہو چکا تھا۔ گو اسے کھانے اور شراب کی کوئی کمی نہ تھی مگر پھر بھی جو خوشی اسے عمران کے ساتھ رہ کر محسوس ہوتی تھی وہ اکیلے رہ کر سارا دن شراب پی کر بھی نہ ملتی تھی۔

”تو کیا باس نے مجھے یعنی جوزف دی گریٹ کو ایک بیکار شخص سمجھ

کر یہاں چوکیداری کے لئے پھینک دیا ہے۔'' ـــــــ جوزف منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

''باس۔تم جوزف دی گریٹ کو آج تک نہیں سمجھ سکے۔ اگر تم جوزف کی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا چاہو تو جا کر گمپالا قبیلے کے اس وچ ڈاکٹر سے پوچھو۔ جس نے جوزف کو تین دلوں والی کلغی دے کر کہا تھا۔

''جوزف تم گریٹ ہو'' ـــــــ جوزف نے سوچا۔

''اب میں سمجھ گیا ہوں۔ جوزف باس کی نظروں سے گر چکا ہے۔ وہ اسے صرف شرابی اور باڈی گارڈ سمجھتا ہے۔ مگر باس ـــــ میں تمہیں بتاؤں گا کہ جوزف دی گریٹ کیا ہے۔ جوزف ـــــ جو افریقہ کے شاہی خاندان کا ایک عظیم شہزادہ ہے۔ جوزف ـــــ جس کا نام سن کر آج بھی افریقہ کے خونخوار شیر اپنی دم منہ میں دبا لیتے ہیں۔ جوزف ـــــ جس کا نام لے کر افریقہ کے وچ ڈاکٹر اپنے قبیلوں کے لئے بارش کی دعائیں مانگتے ہیں اور تم باس۔ جوزف کو ایک بیکار چیز سمجھتے ہو۔ ٹھیک ہے باس ـــــ اب میں تمہیں اس وقت بتاؤں گا کہ جوزف ـــــ دی بلیک پرنس ـــــ کیا حیثیت رکھتا ہے۔ جب تم جیسا عالی دماغ بھی جوزف کی صلاحیتوں کے گن گانے لگے گا۔'' ـــــ جوزف کا ذہن جب اس رو میں بہنے لگا تو وہ سوچتا ہی چلا گیا۔

''بلیک پرنس ۔ہاں بلیک پرنس ٹھیک ہے۔'' ـــــ جوزف نے چونک کر کہا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے اٹھ کر کمرے کے اندر دوڑتا

چلا گیا۔

جوزف نے کمرے میں پہنچ کر ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا مگر دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ اس کی نظریں سامنے کارنس پر پڑی ہوئی ایک چھوٹی سی گڑیا پر جم گئیں۔ وہ چند لمحے سوچتا رہا۔ پھر اس نے رسیور کریڈل پر پٹخا اور لپک کر گڑیا کو اٹھا لیا۔

گڑیا کے جسم میں ایک چھوٹی سی سیٹی لگی ہوئی تھی۔ اور گڑیا کو دبانے سے سیٹی کی آواز نکلتی تھی۔ جوزف نے گڑیا کو اس جگہ سے دونوں ہاتھوں سے دبایا جہاں وہ سیٹی فِٹ تھی اور چھوٹی سی سیٹی اچھل کر باہر آ گری۔ جوزف نے مسکراتے ہوئے گڑیا واپس کارنس پر رکھی اور پھر سیٹی کو منہ میں رکھ لیا۔

''بلیک پرنس بول رہا ہے۔'' ـــــ جوزف نے سیٹی منہ میں رکھ کر بلند آواز سے کہا اور اس کے منہ سے نکلنے والی آواز بالکل ہی بدل گئی تھی۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی انتہائی باریک آواز میں بول رہا ہو۔ اس نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور پھر تیزی سے نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں رابطہ قائم ہو گیا۔

''ہیلو۔ پی اے ٹو سر سلطان سپیکنگ'' ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کے پی اے کی آواز سنائی دی۔

''بلیک پرنس بول رہا ہوں۔ سر سلطان سے بات کراؤ۔'' جوزف نے لہجے کو باوقار بنانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا مگر سیٹی کی وجہ سے اس کی آواز باریک ہی نکلی تھی۔

''بلیک پرنس۔ آپ کہاں سے بول رہے ہیں۔''———— دوسری طرف سے پی اے کی حیرت بھری آواز سنائی دی۔

''یو شٹ اپ۔ نان سنس۔ بلڈی فول۔ سر سلطان سے بات کراؤ۔ جلدی۔''———— جوزف کو پی اے کی حیرت پر غصہ آ گیا اور غصہ تو آنا ہی تھا۔ بھلا پی اے کی یہ جرات کہ بلیک پرنس کو نہ جانے۔

''بات کیجئے۔''———— دوسری طرف سے پی اے کی تلخ آواز سنائی دی۔ شاید اس نے جھنجھلاہٹ میں سر سلطان سے رابطہ قائم کرا دیا تھا۔

''ہیلو۔ سلطان سپیکنگ۔''———— دوسری طرف سے چند ہی لمحوں بعد سر سلطان کی باوقار آواز سنائی دی۔ ایک بار تو سر سلطان کی آواز سن کر جوزف کے دماغ کی پھرکی گھوم گئی مگر دوسرے لمحے اپنی صلاحیتیں منوانے کا جذبہ غالب آ گیا۔

''بلیک پرنس سپیکنگ۔ سنو۔ میں اس ملک کے اہم ترین دفاعی راز کی بلیو کراس فائل حاصل کرنے کے لیے آیا ہوں۔ تمہاری خوش قسمتی اسی میں ہے کہ وہ فائل اپنے چپڑاسی کے ہاتھ مجھے بھیج دو۔ ورنہ تم جانتے ہو کہ بلیک پرنس خون کی ندیاں بہا دے گا۔ تمہارے ملک میں ہر طرف لاشیں تڑپ رہی ہوں گی۔ کٹے ہوئے سر اچھل رہے ہوں گے۔ تمہارے ملک کے تمام بچے یتیم اور تمام عورتیں بیوہ ہو جائیں گی اور پھر تمہیں دوسرے ملکوں سے مرد امپورٹ کرنے پڑیں گے۔'' جوزف جب ایک بار شروع ہوا تو پھر اپنی دھن میں بولتا ہی چلا گیا۔

''یو نان سنس۔ کیا تم پاگل ہو۔ جانتے نہیں کس سے بات کر رہے

ہو۔''———— سر سلطان غصے کی شدت سے دھاڑے۔

''بلیک پرنس سب کچھ جانتا ہے۔ بلیک پرنس یہ بھی جانتا ہے کہ یہاں کی سیکرٹ سروس بہت تیز ہے اور تم اس پر ہی اکڑ رہے ہو۔ مگر بلیک پرنس کے ہاتھ بہت مضبوط ہیں۔ وہ سیکرٹ سروس کی گردن مروڑ دے گا اور اگر تم اس احمق کی بنا پر اکڑ رہے ہو جس کا نام عمران ہے تو سنو۔ وہ بھلا بلیک پرنس کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ وہ تو اس وقت لوفروں کی طرح رنگین رومال گلے میں ڈالے ہوئے جوئے خانوں میں ٹہلتا پھر رہا ہے۔ بلیک پرنس جب چاہے اسے حقیر مچھر کی طرح مسل دے گا۔ سنو سر سلطان۔ نہیں۔ بلک فٹ سلطان۔ بلیو کراس فائل کی جس قدر چاہے حفاظت کر لو۔ بلیک پرنس اسے ضرور حاصل کرے گا۔''———— جوزف نے کہا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے سے اداسی کے تمام تاثرات یکدم غائب ہو چکے تھے۔ اس نے منہ سے سیٹی نکال کر جیب میں ڈال لی۔

''ہا۔ ہا۔ ہا۔ اب مزہ آئے گا۔ سر سلطان باس سے بات کریں گے اور پھر باس بلیک پرنس کو ڈھونڈتا پھرے گا۔ اور اگر کوئی اس قسم کی فائل ہوئی تو پھر تو خوب دھماچوکڑی مچے گی۔ ٹھیک ہے میں کل پھر سر سلطان سے بات کروں گا۔''———— جوزف نے کہا اور پھر جیب سے شراب کی بوتل نکال کر سیدھی منہ سے لگا لی۔

عمران پچھلے کئی روز سے فارغ تھا اور ظاہر ہے کہ فراغت کے دنوں میں اسے نئی ہی سوجھتی ہے اور اس بار اس پر نجانے کیوں اخلاقیات کا دورہ پڑا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ شہر کے سارے غنڈوں کو سیدھا کر دے گا۔ تمام جوئے خانے بند کرا دے گا اور چونکہ لوہے کو لوہا کاٹتا ہے اس لئے اس نے فیصلہ کیا تھا کہ وہ ایک غنڈے کے روپ میں ان سے ٹکرائے گا۔ ایسا غنڈہ جو بدمعاشوں سے ٹکرا جاتا ہے اور ان کی دولت چھین کر غریبوں میں تقسیم کر دیتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اس نے شریف بدمعاش بننے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

چنانچہ پچھلے کئی روز سے شہر کے غنڈوں میں بے چینی کی لہر سی دوڑی ہوئی تھی۔ زیر زمین دنیا کے تمام شیطانوں میں آج کل وائٹ فلاور کا زور شور سے تذکرہ تھا۔ انتہائی خطرناک اور بے جگرا لڑاکا۔ جس نے بڑے بڑے منہ زور غنڈوں کو پلک جھپکنے میں چلنے پھرنے سے بھی

معذور کر دیا تھا۔ اسے وائٹ فلاور اس لئے کہا جاتا تھا کہ اس کے گلے میں سفید پھولوں کا ایک ہار پڑا رہتا تھا۔ وہ جوئے خانے میں داخل ہوتا اور پھر غنڈوں کی پٹائی کر کے تمام دولت سمیٹ کر لے جاتا۔

کئی جوئے خانے اس کی وجہ سے بند ہو گئے تھے۔ بے شمار غنڈے ہاتھ پیر تڑوا کر ہسپتالوں میں پڑے سسک رہے تھے۔ وہ چھلاوہ تھا۔ بجلی تھا۔ خوف کا دوسرا نام تھا۔ وہ اچانک ظاہر ہوتا اور پھر سب کچھ کر کے اچانک ہی غائب ہو جاتا۔ ہر جگہ وہ نئے میک اپ میں ہوتا۔ بس اس کی پہچان پھولوں کا وہ ہار تھا جو اس کے گلے میں موجود ہوتا تھا۔

آج عمران کا پروگرام شہر کے سب سے بڑے جوئے خانے میں جانے کا تھا۔ یہ جوا خانہ ٹونی کا تھا۔ اس ٹونی کا جو زیر زمین دنیا کی نظروں میں دیوتا کی حیثیت رکھتا تھا۔ آج تک کوئی غنڈہ لڑائی میں اسے شکست نہ دے سکا تھا۔ وہ بھی ایک چھلاوہ تھا۔ جو کم ہی سامنے آتا تھا مگر جب سامنے آتا تو بیک وقت کئی کئی غنڈے اس کے قدموں میں پڑے تڑپ رہے ہوتے۔ ٹونی کا نام سنتے ہی بڑے سے بڑے غنڈے کے اعصاب مفلوج ہو جاتے تھے۔

عمران ٹونی کی شہرت سن چکا تھا اور آج تک اس کا سابقہ ٹونی سے نہیں ہوا تھا۔ اس لئے آج اس نے ٹونی کو سیدھا کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

''سلیمان۔'' ——— عمران نے دوپہر کے کھانے کے برتن ایک طرف ہٹاتے ہوئے زور سے آواز دی۔

''حاضر ہوا میرے آقا'' ——— باورچی خانے سے سلیمان کی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی۔ وہ آج کل عمران سے بے حد خوش تھا۔ روزانہ شام کو عمران اسے بے شمار نوٹ دیتا تھا کہ وہ انہیں شہر کے غریبوں میں بانٹ دے۔ اپنی طرف سے یتیم خانوں اور ہسپتالوں میں عطیات دے اور یہی وجہ تھی کہ آج کل جہاں غنڈوں میں عمران کے نام کا سکہ جما ہوا تھا وہاں یتیم خانوں، ہسپتالوں، محتاجوں اور غریبوں میں سلیمان کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔

''جی فرمایئے۔'' ——— دوسرے لمحے سلیمان کی شکل ڈرائنگ روم میں دکھائی دی۔

''کل والی رقم بانٹ دی۔'' ——— عمران نے پوچھا۔

''بالکل بانٹ دی۔'' ——— سلیمان نے جواب دیا۔

''اپنے پاس کتنی رقم رکھی ہے۔'' ——— عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''ایک پائی بھی نہیں رکھی۔ سب کی سب بانٹ دی۔'' ——— سلیمان نے پر اعتماد لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اور وہ کچن کی الماری میں جو پرانی کیتلی پڑی ہوئی ہے اس میں جو نوٹ پڑے ہیں وہ کہاں سے آ گئے۔'' ——— عمران نے کہا۔

''ارے۔ وہ تو سلیمان غریب کے ہیں۔'' ——— سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''سلیمان غریب۔ وہ کون ہے۔'' ——— عمران نے لہجے میں

...تے ہوئے پوچھا۔

''آپ نہیں جانتے۔ کون ہے۔ ایک مفلس و نادار شخص کا باورچی ہے۔ ...نی سے تنگ ——— کمانے سے معذور ہے۔ اس کا مالک اسے خرچ کے لئے ایک پیسہ بھی فالتو نہیں دیتا۔ بہت غریب باورچی ہے۔ اس لئے وہ حقدار ہے۔'' ——— سلیمان نے اس بار بڑے سنبھلے ہوئے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اگر تم ایسے ہی غریبوں میں رقم بانٹتے ہو تو پھر آج سے تمہارا یہ حصہ ختم۔ رقم میں خود تقسیم کیا کروں گا۔'' ——— عمران نے کہا۔

''ارے ارے جناب ایسا مت کیجئے۔ چلئے آپ کی نظروں میں وہ بیچارہ سلیمان غریب نہیں ہے تو کوئی بات نہیں۔ میں اسے ایک پیسہ بھی نہیں دوں گا۔'' ——— سلیمان نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ اب جب بھی مجھے پتہ چلا کہ تم نے سلیمان غریب کو رقم دی ہے تو بس سمجھ لو وہ واقعی غریب ہو جائے گا۔ ہاتھ پیروں سے معذور ہو کر سڑک پر پڑا بھیک مانگتا نظر آئے گا۔'' ——— عمران نے کہا اور پھر اٹھ کر تیزی سے میک اپ روم میں گھستا چلا گیا۔

''توبہ۔ بلی والی نظر ہے صاحب کی۔ میں نے تو اپنی طرف سے بڑی خفیہ جگہ پر رقم چھپائی تھی مگر پھر بھی صاحب کو اس کی خوشبو آ ہی گئی۔ اچھا بھئی سلیمان۔ تیری غریبی ابھی ٹلتی نظر نہیں آتی۔ اللہ کی مرضی۔'' سلیمان بڑبڑاتے ہوئے واپس کچن کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

چند لمحوں بعد جب عمران میک اپ روم سے باہر نکلا تو اس کے

چہرے پر ایک خطرناک غنڈے کا میک اپ تھا۔ ایک ایسے غنڈے کا جس کا تمام چہرہ زخموں سے بھرا ہوا تھا۔ آڑھے ترچھے زخموں کے نشان چہرے کو انتہائی سفاک بنا رہے تھے۔ سرخ رنگ کی تنگ جیکٹ اور نیلے رنگ کی پتلون، جس کے پائنچے نیچے سے کافی مڑے ہوئے تھے۔ اور پیروں میں موٹے سول کے چوڑی ٹو والے جوتے۔ ایک کلائی پر سرخ رنگ کا رومال بندھا ہوا تھا۔

عمران خاموشی سے فلیٹ سے باہر آیا اور پھر تیزی سے قریبی ٹیکسی سٹینڈ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے قریب سے گزرنے والوں کی نظر جب اس کے خوفناک چہرے پر پڑتی تو وہ یکدم سہم کر رہ جاتے۔ مگر عمران اپنی ہی دھن میں آگے بڑھتا چلا گیا۔

''ٹونی بار لے چلو۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے ایک ٹیکسی کا دروازہ کھولتے ہوئے بڑے سخت لہجے میں ڈرائیور سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ب۔ بہت اچھا۔''۔۔۔۔۔۔ڈرائیور نے سہم کر کہا اور پھر جیسے ہی عمران نے اندر بیٹھ کر دروازہ بند کیا۔ ڈرائیور نے تیزی سے ٹیکسی آگے بڑھا دی۔ وہ ٹیکسی چلاتا ہوا چور نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا اور پھر بوکھلا کر رخ پلٹ لیتا۔

انتہائی تیز رفتاری کے باوجود ٹونی بار تک پہنچنے میں ٹیکسی کو بیس منٹ لگ ہی گئے۔

''آگے لے جا کر سامنے والی گلی میں روک دو۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے ڈرائیور کو ہدایت کی اور ڈرائیور نے اس کی ہدایت پر پورا پورا عمل

یہ۔ عمران نے جیب سے ایک پانچ سو کا نوٹ نکال کر ڈرائیور کی طرف پھینک دیا۔

''سنو۔ جب تک میں واپس نہ آؤں یہیں ٹھہرنا۔ اور دیکھو اگر تم میری اجازت کے بغیر یہاں سے ہلے تو دن دہاڑے سڑک پر آنتیں نکال دوں گا۔ سمجھے۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے غراتے ہوئے کہا اور ٹیکسی سے باہر آ گیا۔

''جج۔ جی۔ ہاں۔ آپ بے فکر رہیں جناب۔''۔۔۔۔۔۔ڈرائیور نے تھوک نگلتے ہوئے کہا اور عمران نے لاپرواہی سے دروازہ بند کیا اور پھر تیز تیز قدموں سے ٹونی بار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

بار کے صدر دروازے پر موجود دربان نے جب عمران کا خوفناک چہرہ دیکھا تو وہ تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور عمران بڑی لاپرواہی سے بار کا دروازہ دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ بار کی رونق اس وقت پورے عروج پر تھی۔ شہر کے نامی گرامی اور چھٹے ہوئے غنڈے میزوں پر براجمان تھے۔ ہر شخص اپنے آپ کو تیس مار خان سمجھے ہوئے تھا۔

کاؤنٹر پر ایک لحیم شحیم شخص کھڑا تھا۔ اس نے جب عمران کو کاؤنٹر کی طرف بڑھتے دیکھا تو اس کی کینہ توز نظریں عمران پر جم گئیں۔

''جوئے خانے میں جانے کا کارڈ دو۔''۔۔۔۔۔۔عمران نے جیب سے ایک ہزار کا نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر پھینکتے ہوئے بڑے دبنگ لہجے میں کہا۔

''تم یہاں نئے آئے ہو۔''۔۔۔۔۔۔لحیم شحیم کاؤنٹر مین نے لفظوں کو

چبوتے ہوئے کہا۔

''تمہیں اس سے کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے۔ نوٹ اٹھاؤ اور کارڈ میرے حوالے کرو۔ آج میں نے بنک لوٹا ہے اور اس وقت میری جیبوں میں دس لاکھ روپے کے نوٹ موجود ہیں۔''——— عمران نے کہا تو کاؤنٹر مین نے مسکراتے ہوئے سر ہلا دیا۔ دس لاکھ روپے کا سن کر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں میں بجلی سی لہرائی تھی۔ اس نے بڑی پھرتی سے کاؤنٹر کے نیچے سے ایک سرخ رنگ کا کارڈ نکال کر عمران کی طرف بڑھا دیا۔

''دائیں طرف چلے جاؤ۔ مگر سنو یہ نوٹی کا اڈہ ہے۔ یہاں کسی قسم کی بدمعاشی کا سوچنا بھی مت۔ ورنہ''——— کاؤنٹر مین نے فقرے کو نامکمل چھوڑتے ہوئے کہا۔ مگر عمران نے اس کی بات سنی ہی نہیں۔ وہ کارڈ اٹھائے سیدھا دائیں طرف والی راہداری کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

راہداری کے دروازے پر ایک پھیلے ہوئے مگر ٹھوس جسم کے مالک نوجوان نے عمران کو آگے بڑھتا دیکھ کر ہاتھ پھیلا کر اسے روک لیا۔

عمران نے کارڈ اس کی آنکھوں کے سامنے لہرایا تو اس نے ہاتھ واپس کھینچ لیا اور سر کے اشارے سے اسے آگے جانے کے لئے کہا۔

عمران جوئے خانے میں پہنچنے سے پہلے کسی سے الجھنا نہیں چاہتا تھا۔ اس لئے خاموشی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

راہداری کے خاتمے پر ایک دروازہ تھا جو اس کے وہاں پہنچتے ہی

خود بخود کھل گیا۔ یہ لفٹ کا دروازہ تھا۔ لفٹ مین بھی ظاہر ہے ایک غنڈہ ہی تھا۔ اس نے کارڈ دیکھا اور پھر عمران کو لفٹ میں داخل ہونے کی اجازت دے دی۔ لفٹ کا دروازہ بند کر کے اس نے بٹن دبایا اور لفٹ تیزی سے نیچے جاتی چلی گئی۔

چند لمحوں بعد لفٹ ایک جھٹکے سے رکی اور لفٹ مین نے دروازہ کھول دیا۔ اب عمران ایک اور راہداری میں تھا۔ راہداری کی دیواریں دونوں طرف سے سپاٹ تھیں جبکہ اس کے آخری سرے پر لوہے کا ایک دروازہ تھا جو بند تھا اور اس پر دو پستول بردار غنڈے موجود تھے۔

عمران بڑے اطمینان سے چلتا ہوا ان کے پاس پہنچا اور اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا سرخ رنگ کا کارڈ ان میں سے ایک کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا۔ انہوں نے غور سے کارڈ دیکھا اور پھر ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر دروازے کی چوکھٹ پر مخصوص انداز میں پیر رکھا تو دروازہ خودبخود کھلتا چلا گیا اور پھر عمران کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خودبخود بند ہو گیا۔

اب عمران ایک بہت بڑے ہال میں موجود تھا جس میں چاروں طرف مختلف میزیں تھیں۔ جن پر بڑے بڑے نوٹوں کے انبار لگے ہوئے تھے اور کئی ملکی اور غیر ملکی افراد بڑی دلجمعی سے جوا کھیلنے میں مصروف تھے۔ ہال کی دیواروں کے ساتھ ٹھوس جسموں والے غنڈے ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے بڑے چوکس انداز میں کھڑے تھے۔

عمران کے اندر داخل ہوتے ہی ایک غنڈہ تیزی سے اس کی طرف

بڑھا۔

''کیا تم جوا کھیلو گے۔'' ـــــ اس نے قریب آ کر بڑے درشت لہجے میں کہا اور پھر دوسرے لمحے عمران کا ہاتھ چل گیا۔ چٹاخ کی گونج دار آواز سے ہال گونج اٹھا۔ اور غنڈہ چیختا ہوا اچھل کر دور جا گرا۔ اس کا گال پھٹ گیا تھا اور اس اچانک حملے کی وجہ سے مشین گن اس کے ہاتھوں سے نکل گئی تھی۔

پھر اس سے پہلے کہ کوئی اس سچویشن کو سمجھتا۔ عمران نے بجلی کی سی تیزی سے فرش پر پڑی ہوئی مشین گن جھپٹی اور تیزی سے ایک ستون کی آڑ میں ہو گیا۔

''خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی تو بھون کر رکھ دوں گا۔'' عمران کی گونجدار آواز بلند ہوئی اور دوسرے لمحے اس کی مشین گن کی نال سے گولیوں کی بارش ہو گئی اور چار غنڈے اچھل کر فرش پر جا گرے جو مشین گنیں سیدھی کر رہے تھے۔ مشین گنیں ان کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گری تھیں اور وہ فرش پر پڑے تڑپ رہے تھے۔

''ہتھیار پھینک دو۔ اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔ میں تین تک گنوں گا۔'' ـــــ عمران نے چیخ کر باقی غنڈوں سے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ایک بار پھر ٹریگر دبا دیا اور فرش پر پڑے ہوئے غنڈے کے چیتھڑے اڑ گئے جو صرف زخمی ہوا تھا اور مشین گن ہاتھ سے نکلنے کے بعد جیب سے ریوالور نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔

''ایک۔'' ـــــ عمران نے کرخت لہجے میں کہا اور جوا کھیلنے

ے سب افراد تیزی سے ہاتھ سر پر رکھ کر کھڑے ہو گئے مگر باقی ماندہ غنڈے ابھی تذبذب کے عالم میں کھڑے تھے۔ عمران ستون کے پیچھے ہونے کی وجہ سے ان کی زد سے باہر تھا۔

''دو۔'' ـــــ عمران نے پہلے سے زیادہ کرخت لہجے میں کہا اور باقی ماندہ غنڈوں میں سے زیادہ تر نے مشین گنیں پھینک دیں مگر ابھی بھی چار غنڈے ایسے تھے جو مشین گنیں ہاتھوں میں پکڑے کھڑے تھے۔

''تین۔'' ـــــ عمران نے کہا اور اسی لمحے وہ چاروں غنڈے بجلی کی سی تیزی سے اچھل کر مختلف ستونوں کے پیچھے چھپنے لگے مگر عمران بھلا انہیں اتنا موقع کیسے دے سکتا تھا۔ اس کی مشین گن سے مسلسل شعلے برآمد ہوئے اور وہ چاروں فرش پر گر کر تڑپنے لگے۔

''سب لوگ دیوار سے لگ کر کھڑے ہو جاؤ اور جن کے پاس ریوالور اور چاقو ہیں وہ بھی پھینک دو۔ ورنہ میں اس بار تین تک گننے کی مہلت بھی نہیں دوں گا۔'' ـــــ عمران نے انتہائی سفاک لہجے میں کہا اور پھر تقریباً سب کے ہاتھ جیبوں میں چلے گئے اور چند لمحوں بعد فرش پر ریوالور اور چاقو پڑے نظر آ رہے تھے۔

''اے بلڈاگ کی شکل والے۔ آگے بڑھو اور کونے میں پڑے ہوئے بڑے سے تھیلے میں سارے نوٹ ڈال دو۔'' ـــــ عمران نے ایک غیر ملکی سے مخاطب ہو کر کہا اور غیر ملکی عمران کا حکم ملتے ہی بجلی کی سی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے تھیلا اٹھایا اور پھر میزوں پر پڑے ہوئے نوٹوں کے بنڈل تھیلے میں غائب ہونے لگے۔

جب تمام میزیں صاف ہوگئیں تو وہ رک گیا۔

''اب تم سب سے پہلے اپنی جیب سے تمام نوٹ نکال کر تھیلے میں ڈال دو اور پھر ان سب کی جیبوں میں سے نوٹ نکال نکال کر تھیلے میں ڈالو۔ میں ابھی سب کی تلاشی لوں گا اور جس کی جیب میں ایک نوٹ بھی باقی رہ گیا تو نوٹ کے ساتھ ہی اس کی روح بھی اس کے جسم سے باہر نکل جائے گی۔''۔۔۔۔۔ عمران نے تیز لہجے میں کہا اور غیر ملکی نے جیب سے نوٹ یوں نکال کر تھیلے میں ڈال دیئے جیسے نوٹوں کی بجائے اس کی جیبوں میں غلطی سے سانپ پڑے ہوں۔ ہال میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ پھر اس غیر ملکی نے سب کی جیبوں میں سے نوٹ نکال نکال کر تھیلے میں ڈالنے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں تھیلا نوٹوں سے بھر گیا۔

''ادھر میرے پاس لے آؤ تھیلا۔''۔۔۔۔۔ عمران نے غیر ملکی سے کہا اور وہ تھیلا اٹھائے تیزی سے عمران کی طرف بڑھا۔

''یہاں ستون کے پیچھے رکھ دو۔''۔۔۔۔۔ عمران نے غیر ملکی سے کہا اور غیر ملکی نے جھک کر اس ستون کے قریب تھیلا رکھ دیا جس کے پیچھے عمران موجود تھا۔

مگر دوسرا لمحہ عمران کے لئے بھی حیرت انگیز ثابت ہوا۔ کیونکہ غیر ملکی تھیلا رکھ کر جیسے ہی سیدھا ہوا۔ اس نے بجلی کی سی تیزی سے عمران کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن کی نال پکڑ لی اور پھر ایک زوردار جھٹکے سے مشین گن عمران کے ہاتھوں سے نکلتی چلی گئی۔ اور مشین گن

ے جا تک جھٹکے سے عمران کا جسم ستون کی آڑ سے باہر آ گیا۔ اور پھر
ب میں کھڑے غنڈوں نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور دوسرے
مے فرش پر پڑے ہوئے ریوالور ان کے ہاتھوں میں آئے اور پھر
ہال بے تحاشا چلنے والی گولیوں سے گونج اٹھا۔

یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کے درمیان رکھی ہوئی میز پر ایک ٹرانسمیٹر موجود تھا۔ میز کے گرد چار کرسیاں پڑی ہوئی تھیں جن پر مختلف رنگوں کے نقاب لگائے چار افراد بتوں کی طرح ساکت بیٹھے تھے۔ ان چاروں کی نظریں اس ٹرانسمیٹر پر جمی ہوئی تھیں۔ کمرے میں موت کی سی خاموشی طاری تھی۔

پھر اچانک ٹرانسمیٹر میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں اور چاروں نقاب پوش بری طرح چونک پڑے۔ ان میں سے ایک نے جس نے سنہرے رنگ کا نقاب پہن رکھا تھا۔ ہاتھ آگے بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن پریس کر دیا۔

''ہیلو ہیلو۔ بلیک ڈیول سپیکنگ۔ اوور'' ـــــ بٹن پریس ہوتے ہی ٹرانسمیٹر سے ایک کرخت مردانہ آواز سنائی دی۔

نقاب پوش نے بڑی پھرتی سے دوسرا بٹن دبایا اور پھر اس کی آواز

سنہ ہوئی۔ ... ۔ اوور'' ـــــ ریڈ ڈیول

''یس باس۔ فور ڈیولز اٹنڈنگ یو۔ اوور'' ـــــ

... ے گولڈن ڈیول نے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔ ... یہ تو تم

''اس ملک میں پہنچنے میں کوئی رکاوٹ تو پیدا نہیں ہوئی۔ اوور'' بیک ڈیول نے پوچھا۔

''نو باس۔ کوئی رکاوٹ سامنے نہیں آئی۔ اوور'' ـــــ گولڈن ڈیول نے جواب دیا۔

''او کے۔ اب تم سب اپنا اپنا کام سمجھ لو۔ گولڈن ڈیول۔ تم نے وزارت خارجہ کے خفیہ ریکارڈ روم کے متعلق تمام تفصیلات حاصل کرنی ہیں اور اس کا مکمل نقشہ۔ اس میں کام کرنے والے افراد کے متعلق مکمل تفصیلات اور اس کے دفاعی سسٹم کے متعلق پوری تفصیلات۔ اس کے لئے تمہیں ایک ہفتے کا وقت دیا جاتا ہے۔ اوور'' ـــــ بلیک ڈیول نے کہا۔

''یس باس۔ میں ایک ہفتے سے پہلے ہی رپورٹ مکمل کر لوں گا۔ اوور'' ـــــ گولڈن ڈیول نے جواب دیا۔

''اور سنو۔ تم نے اس ریکارڈ روم میں موجود ''بلیو کراس فائل'' کا پتہ لگانا ہے۔ اوور'' ـــــ بلیک ڈیول نے کہا۔

''یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ اوور'' ـــــ گولڈن ڈیول نے جواب دیا۔

''گرین ڈیول۔ اوور'' ـــــ بلیک ڈیول کی آواز دوبارہ سنائی

۔ اوور“ ——— ایک طرف بیٹھے ہوئے شخص نے جواب دیا۔ اس کے چہرے پر سبز رنگ کا نقاب تھا۔

”تم نے یہاں کی سیکرٹ سروس کے متعلق مکمل تفصیلات کا پتہ چلانا ہے۔ اس کے لئے تم یہاں کے سیکرٹری وزارتِ خارجہ سر سلطان کو بنیاد بنا سکتے ہو۔ اوور“ ——— بلیک ڈیول نے جواب دیا۔

”یس باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہو گی۔ اوور“ ——— گرین ڈیول نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”تمہیں بھی ایک ہفتے کا وقت دیا جاتا ہے۔ اور بلیو ڈیول۔ تم نے یہاں کے ایک نوجوان علی عمران کا خاتمہ کرنا ہے۔ وہ بظاہر احمق سا نوجوان ہے۔ کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں رہتا ہے۔ تمہارے پاس بھی ایک ہفتے کا وقت ہے۔ اوور“ ——— بلیک ڈیول نے کہا۔

”یس باس۔ آپ بے فکر رہیں۔ بلیو ڈیول اپنا کام کرنا اچھی طرح جانتا ہے۔ اوور“ ——— نیلے رنگ کے نقاب پوش نے بڑے پر اعتماد لہجے میں جواب دیا۔

”اور ریڈ ڈیول۔ تمہارے ذمہ دارالحکومت میں قتل و غارت برپا کرنے کا کام ہے۔ میں ایک ہفتے میں پورے دارالحکومت کو افراتفری کے عالم میں دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ پولیس۔ انٹیلی جنس۔ اور سرکاری مشینری اس چکر میں پھنس جائے۔ اوور“ ——— بلیک ڈیول نے کہا۔

”یس باس۔ کام ہو جائے گا۔ ایک ہفتے کے اندر اندر دارالحکومت

کے سینکڑوں افراد قبروں میں پہنچ جائیں گے۔ اوور“ ——— ریڈ ڈیول نے جواب دیا۔

”اوکے۔ تم سب کے پاس ایک ہفتے کا وقت ہے۔ اور یہ تو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ ناکامی کا مطلب موت ہوتا ہے۔ اوور اینڈ آل“ ——— بلیک ڈیول نے بڑے سفاک لہجے میں کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر سے دوبارہ ٹوں ٹوں کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔

گولڈن ڈیول نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور اس کے ساتھ ہی باقی تینوں خاموشی سے اٹھ کر ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھ گئے۔ پہلے ریڈ ڈیول، اس کے چند منٹ بعد گرین ڈیول اور اس کے تھوڑی دیر بعد بلیو ڈیول کمرے سے باہر نکل گیا۔ یہ وقفہ انہوں نے شاید اس لئے ڈالا تھا کہ وہ اپنے نقاب اتار کر بلڈنگ سے باہر جا سکیں۔

ان تینوں کے جانے کے بعد گولڈن ڈیول اٹھا۔ اس نے سب سے پہلے دروازے کو اندر سے لاک کیا اور پھر ٹرانسمیٹر اٹھا کر ایک الماری میں رکھ دیا۔ پھر اس نے چہرے پر پڑا ہوا نقاب اتارا اور اسے بھی الماری میں پھینک دیا۔ پھر اس نے الماری میں سے شراب کی ایک بوتل اور جام نکالا اور لا کر میز پر رکھ دیا۔ پھر کرسی پر بیٹھ کر اس نے بڑے اطمینان سے بوتل کھول کر اس سے جام بھرا اور چسکیاں لینے لگا۔ شراب پینے کے ساتھ ساتھ اس کا دماغ اپنے مشن کی تفصیلات طے کرنے میں مصروف تھا۔ اسے معلوم تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اسے اپنا کام ہر حالت میں سر انجام دینا ہے۔ چنانچہ وہ اس سلسلے میں کوئی

بہترین لائحہ عمل سوچ رہا تھا۔ ایسا لائحہ عمل جس سے کامیابی یقینی ہو جائے۔

جب شراب کی بوتل آدھی رہ گئی تو اس کے چہرے پر پُراسرار سی مسکراہٹ دوڑ گئی۔ وہ اپنا لائحہ عمل طے کر چکا تھا۔ اس نے معلومات کے حصول کے لئے وزارت خارجہ کے چیف ریکارڈ آفیسر کا بہروپ دھارنے کا فیصلہ کیا۔ یہ سوچ کر وہ تیزی سے اٹھا اور پھر دروازہ کھول کر ساتھ والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کمرے سے نکل کر وہ ایک راہداری میں آیا اور وہاں سے ہوتا ہوا وہ ایک اور کمرے میں داخل ہو گیا۔

یہ کمرہ بہترین انداز میں سجا ہوا تھا۔ ایک طرف میز پر ٹیلی فون موجود تھا۔ اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور پھر انکوائری کے نمبر ڈائل کر دیئے۔ چند لمحوں بعد انکوائری آپریٹر کی آواز سنائی دی۔

''یس انکوائری پلیز۔''_____ آواز نسوانی تھی۔

''مجھے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے چیف ریکارڈ آفیسر کا نمبر چاہیے۔''_____ گولڈن ڈیول نے لہجے کو باوقار بناتے ہوئے کہا۔

''ڈبل تھری ڈبل سیون۔''_____ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب دیا گیا۔

''تھینک یو۔''_____ گولڈن ڈیول نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کریڈل دبا کر ٹون کلیئر کی اور بڑی پھرتی سے پھر نمبر گھمانے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

''پی۔ اے ٹو چیف ریکارڈ آفیسر۔''_____ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''چیف ریکارڈ آفیسر سے بات کراؤ۔ میں تاران ایمبیسی سے بول رہا ہوں۔''_____ گولڈن ڈیول نے باوقار لہجے میں کہا۔

''کون صاحب بات کریں گے۔''_____ پی، اے نے وضاحت مانگی۔

''ایمبیسڈر۔''_____ گولڈن ڈیول نے جواب دیا۔

''او کے۔ چند لمحے ہولڈ کیجئے۔''_____ پی، اے نے جواب دیا اور پھر ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی۔

''یس۔ چیف ریکارڈ آفیسر ایم۔ ایچ ضیائی سپیکنگ۔'' دوسری طرف سے ایک آواز ابھری۔

''مسٹر ضیائی۔ میں تاران ایمبیسڈر بول رہا ہوں۔ آج شام ایمبیسی میں ایک پر تکلف ڈنر ہو رہا ہے۔ آپ کے وزارت خارجہ کے ایک اہم عہدیدار نے مجھے سفارش کی تھی کہ آپ بڑے زندہ دل اور مخلص آدمی ہیں۔ آپ کی ڈنر میں موجودگی ہم سب کے لئے باعث فخر ہو گی۔ لہٰذا میں خود آپ کو دعوت دے رہا ہوں کہ آپ پلیز شام سات بجے ایمبیسی کے گیٹ پر پہنچ جائیں۔ چونکہ یہ ڈنر نجی حیثیت کا ہے اس لئے گاڑی گیٹ پر ہی چھوڑ دیں اور خود اندر تشریف لے آئیں۔ پہچان کے لئے آپ کے کالر پر سرخ رنگ کا پھول ہونا چاہیے۔'' گولڈن ڈیول نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"مگر جناب میں۔" ——— دوسری طرف سے چیف ریکارڈ آفیسر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"تاران کے بہترین اور نایاب تحفے آپ کی راہ دیکھ رہے ہیں۔" گولڈن ڈیول نے اس کا فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی کہا اور پھر ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ اسے یقین تھا کہ چیف ریکارڈ آفیسر ضرور ایمبیسی پر پہنچے گا۔

ابھی سات بجنے میں تین گھنٹے باقی تھے۔ اس لئے اس نے بڑے اطمینان سے دوبارہ شراب نوشی شروع کر دی۔ اور پھر ٹھیک چھ بجے وہ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اس نے لباس تبدیل کیا۔ الماری سے ایک ریوالور نکال کر جیب میں ڈالا اور ایک چپٹا سا باکس بھی کوٹ کی اندرونی جیب میں ڈال لیا۔ میز پر پڑی ہوئی چابیاں اٹھا کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور پھر برآمدہ پار کر کے کوٹھی کے پورٹیکو میں کھڑی سنہرے رنگ کی کار کا دروازہ کھولا۔ اسی لمحے ایک مشین گن بردار برآمدے میں نمودار ہوا۔

"الرٹ رہنا۔" ——— گولڈن ڈیول نے مشین گن بردار سے مخاطب ہو کر تحکمانہ لہجے میں کہا اور مشین گن بردار نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

گولڈن ڈیول نے کار آگے بڑھا دی اور پھر جیسے ہی اس کی کار پھاٹک تک پہنچی۔ پھاٹک کے قریب موجود ایک اور مشین گن بردار نے آگے بڑھ کر پھاٹک کھول دیا اور گولڈن ڈیول کی کار تیزی سے موڑ

ڈتی ہوئی سڑک پر آ گئی۔ اب اس کا رخ تاران ایمبیسی کی طرف تھا۔

گولڈن ڈیول نے کار تاران ایمبیسی کے بالمقابل ایک کیفے کے سامنے جا کر روک دی اور پھر خود اتر کر کیفے میں داخل ہو گیا۔

یہ کیفے چونکہ تاران ایمبیسی کے گیٹ کے بالکل سامنے واقع تھا اس لئے وہاں بیٹھ کر گولڈن ڈیول بڑے اطمینان سے نگرانی کر سکتا تھا۔

پھر ٹھیک سات بجے ایک سرخ رنگ کی کار ایمبیسی کے گیٹ کے سامنے رکی اور ایک ادھیڑ عمر شخص دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔ اس نے پر تکلف سوٹ پہنا ہوا تھا اور کوٹ کے کالر میں گلاب کا سرخ پھول بھی موجود تھا۔ گولڈن ڈیول اسے دیکھ کر چونک پڑا اور پھر اس نے اٹھ کر تیزی سے کاؤنٹر پر بل دیا اور پھر آ کر اپنی کار میں بیٹھ گیا۔

ادھیڑ عمر شخص جو یقیناً چیف ریکارڈ آفیسر ضیائی تھا۔ چند لمحے ایمبیسی کے گیٹ پر موجود دربان سے باتیں کرتا رہا اور پھر وہ اسے لے کر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ گولڈن ڈیول سمجھ گیا کہ وہ اب دربان کے گیٹ فون سے سفیر کو فون کرے گا اور جب وہاں سے کسی قسم کے ڈنر سے انکار ہو گا تو پھر وہ واپس ہو جائے گا۔

چنانچہ وہی ہوا۔ تھوڑی دیر بعد جب ضیائی باہر نکلا تو خفت اور غصے کے مارے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ وہ تیزی سے اپنی کار میں بیٹھا اور پھر کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔ گولڈن ڈیول نے بھی مناسب فاصلہ دے کر کار اس کے تعاقب میں لگا دی۔ ضیائی کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اڑی چلی جا رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد ضیائی کی کار شہر کے شمالی حصے میں موجود آفیسرز کالونی کی طرف مڑ گئی۔ اور پھر سرخ رنگ کی ایک کوٹھی کے گیٹ پر جا رکی۔ چند لمحوں بعد پھاٹک کھلا اور کار کوٹھی کے اندر غائب ہو گئی۔

گولڈن ڈیول نے کار کی رفتار آہستہ کی اور پھر اسی رفتار سے وہ کوٹھی کے سامنے سے گزرا اور گیٹ پر ایم ایچ ضیائی کی نیم پلیٹ دیکھ کر اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ ضیائی کو کس انداز میں بلیک میل کرے کہ اسے تمام خفیہ راز مل جائیں اور پھر اچانک اسے ایک خوبصورت ترکیب سوجھ گئی۔ اور اس کے چہرے پر اطمینان کی لہر دوڑ گئی۔ یہ ایک ایسی ترکیب تھی جو کبھی ناکام نہ ہو سکتی تھی۔

بلیک زیرو دانش منزل کے مخصوص کمرے میں بیٹھا ایک ضخیم کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی کیس نہ ہوتا تو وہ جرائم کے سدباب کے بارے میں لکھی جانے والی کتابوں کے مطالعہ میں مشغول ہو جاتا۔ دانش منزل کی لائبریری میں عمران نے اس موضوع پر دنیا بھر سے کتابیں منگوا کر رکھی ہوئی تھیں۔

بلیک زیرو کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا کہ قریب پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی اور بلیک زیرو نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

"سلطان سپیکنگ"۔۔۔۔ دوسری طرف سے سر سلطان کی گمبھیر آواز سنائی دی۔

"یس سر۔ طاہر بول رہا ہوں"۔۔۔۔ بلیک زیرو نے اس بار

نارمل لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''طاہر۔ عمران کہاں ہے۔''۔۔۔۔ سرسلطان نے پوچھا۔

''معلوم نہیں جناب۔ آج کل چونکہ فراغت ہے اس لئے مجھے ان کے بارے میں معلومات تو نہیں ہیں۔ البتہ یہ سنا ہے کہ وہ آج کل جوئے خانوں کو لوٹ کر وہاں سے حاصل ہونے والی رقم غریبوں میں تقسیم کررہے ہیں۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ۔ تو اس کا مطلب ہے بلیک پرنس کی یہ بات سچ ہے کہ عمران آج کل لوفر بنا ہوا ہے۔''۔۔۔۔ سرسلطان کے لہجے میں تشویش نمایاں تھی۔

''بلیک پرنس۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ کیا تم اس نام کے کسی مجرم سے واقف ہو۔''۔۔۔۔ سرسلطان نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

''نہیں جناب۔ میں تو اسی عجیب نام کی وجہ سے چونکا تھا۔ بہرحال ہماری فائلوں میں اس نام کا کوئی مجرم موجود نہیں ہے۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''تھوڑی دیر پہلے مجھے ایک فون موصول ہوا ہے۔ عجیب بے ہودہ سا فون تھا۔ کہہ رہا تھا کہ وہ بلیک پرنس ہے اور تمام شہر میں خون کی ندیاں بہا دے گا۔ ایکسٹو کی گردن مروڑ دے گا۔ اور عمران کو مچھر کی طرح مسل دے گا۔ نجانے کیا کیا بکواس کر رہا تھا۔''۔۔۔۔ سرسلطان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ تو وہ ایکسٹو اور عمران سے واقف ہے۔ مگر جناب اس کا ت بہ کیا تھا۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے انتہائی سنجیدہ لہجے میں پوچھا۔

''اہم دفاعی رازوں پر مشتمل فائل بلیو کراس مانگ رہا تھا۔ اسی نے مجھے بتایا تھا کہ عمران آج کل لوفروں کے میک اپ میں گھٹیا قسم کے غنڈوں سے لڑتا پھر رہا ہے اور تمہاری رپورٹ کے مطابق اس کی یہ بات سچ ہے۔''۔۔۔۔ سرسلطان نے جواب دیا۔

''اس کا مطلب تو یہ ہوا جناب کہ وہ عمران کی کڑی نگرانی کر رہا ہے۔ اور ظاہر ہے جو مجرم عمران اور ایکسٹو کی موجودگی سے واقف ہو وہ خاصا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو کے لہجے میں تشویش نمایاں تھی۔

''تم ایسا کرو طاہر کہ عمران کو ڈھونڈ کر میرے پاس بھیج دو اور اس بلیک پرنس کی تلاش شروع کر دو۔ بلیو کراس فائل انتہائی اہم ترین فائل ہے اور اس سلسلے میں کسی قسم کا کوئی رسک نہیں لیا جا سکتا۔'' سرسلطان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بہتر جناب۔ میں اس کیس پر کام شروع کر دیتا ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

''اوکے۔''۔۔۔۔ دوسری طرف سے سرسلطان نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زیرو نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر تشویش اور فکر کی پرچھائیاں منڈلا رہی تھیں۔ اس نے کتاب بند کر کے الماری میں رکھی

اور پھر ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر جولیا کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔ جلد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

''جولیا سپیکنگ۔'' ——— دوسری طرف سے جولیا کی آواز سنائی دی۔

''ایکسٹو۔'' ——— بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''یس سر۔'' ——— جولیا کا لہجہ یکدم مؤدبانہ ہو گیا۔

''جولیا۔ تمام ممبروں کو عمران کی تلاش پر لگا دو۔ سنا ہے کہ وہ آج کل غنڈوں سے لڑتا پھر رہا ہے۔ ایک گھنٹے کے اندر اندر میں اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ——— بلیک زیرو نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے سر۔ میں ابھی سب ممبروں کو اس کی تلاش پر لگا دیتی ہوں۔ وہ کسی نہ کسی بار یا جوئے خانے میں مل جائے گا۔ مگر سر کیا کوئی نیا کیس شروع ہو گیا ہے۔'' ——— جولیا نے پوچھا۔

''ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ تم عمران کو تلاش کراؤ۔ میں اس کا انتظار کر رہا ہوں۔'' ——— بلیک زیرو نے گول مول الفاظ میں جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

رسیور رکھ کر بلیک زیرو اٹھا اور ریکارڈ روم کی طرف بڑھ گیا جہاں عمران نے دنیا بھر کے مجرموں کے متعلق فائلیں بنا کر رکھی ہوئی تھیں۔ مگر بلیک زیرو کو بلیک پرنس نام کے کسی مجرم کی فائل یاد نہ آ رہی تھی مگر پھر بھی وہ چیک کرنا چاہتا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ مایوس ہو کر واپس آ گیا۔ اس نام کے کسی مجرم کا ریکارڈ روم میں کوئی اتہ پتہ نہ تھا جبکہ

عمران کا دعویٰ تھا کہ کوئی ایسا بین الاقوامی مجرم زندہ یا مردہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق دانش منزل کے ریکارڈ روم میں فائل موجود نہ ہو۔

''شاید یہ پھر کوئی نیا مجرم ہو گا۔'' ——— بلیک زیرو نے واپس آ کر کرسی پر بیٹھتے ہوئے سوچا۔ مگر فوراً ہی اسے خیال آ گیا کہ بلیک پرنس، ایکسٹو اور عمران کو جانتا ہے تو ایسا مجرم کسی صورت میں بھی نیا نہیں ہو سکتا۔ ہاں البتہ یہ بات قابل غور ہے کہ کسی مجرم نے نیا نام اپنا لیا ہو۔ مگر بلیک زیرو مجرموں کی نفسیات جانتا تھا۔ ایک بار کسی بھی نام سے مشہور ہونے کے بعد مجرم سوائے خصوصی حالات میں کبھی اپنا نام تبدیل نہیں کرتے۔

ابھی بلیک زیرو اسی سوچ بچار میں لگا ہوا تھا کہ میز کے اوپر پڑا ہوا ٹیلی فون بول پڑا۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے رسیور اٹھا لیا۔ چونکہ ٹیلی فون کا یہ نمبر صرف ایکسٹو کے لئے مخصوص تھا اس لئے اس نے بڑے اطمینان سے رسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

''یس ایکسٹو سپیکنگ۔'' ——— بلیک زیرو نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''مسٹر ایکسٹو۔ میں بلیک پرنس بول رہا ہوں۔ سر سلطان نے تمہیں میرے متعلق یقیناً ٹیلی فون کیا ہو گا۔ تمہیں بھی میرا مشورہ ہے کہ خاموشی سے بلیو کراس فائل میرے حوالے کر دی جائے ورنہ میں اس ملک کی اینٹ سے اینٹ بجا دوں گا۔ میرا نام بلیک پرنس ہے۔'' ——— دوسری طرف سے ایک سیٹی بجاتی ہوئی آواز سنائی دی اور بلیک زیرو کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر ایٹم بم پھٹ پڑا ہو۔ کیونکہ یہ نمبر نہ تو

ڈائریکٹری میں موجود تھا اور نہ ہی کسی آپریٹر کو اس نمبر کا علم تھا مگر بلیک پرنس کو اس نمبر کا کیسے علم ہو گیا۔ اس کا دماغ چکرانے لگا۔

''تم نے میرے نمبر کا سراغ کیسے لگایا ہے۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے سخت لہجے میں جواب دیا۔

''اوہو۔ اس میں غصہ کھانے والی کون سی بات ہے۔ بلیک پرنس سے دنیا کا کوئی شخص نہیں چھپ سکتا۔ یہ تو پھر بھی ایک معمولی سا ٹیلی فون نمبر ہے۔''۔۔۔۔۔بلیک پرنس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''بلیو کراس فائل تمہیں کہاں دی جائے۔''۔۔۔۔۔اچانک ایک خیال آتے ہی بلیک زیرو نے پوچھا۔

''شاباش۔ تم عقلمند ہو۔ سنو آج رات بارہ بجے وہ فائل عمران کے ہاتھ نیشنل پارک میں بھجوا دینا۔ وہ اسے بنچ نمبر بارہ پر رکھ کر واپس چلا جائے۔ اور سنو یہ تم سب کے لئے آخری موقع ہے۔ اگر کسی نے ذرا سی بھی چالاکی دکھانے کی کوشش کی تو پھر بلیک پرنس کا قہر اس ملک پر ٹوٹ کر رہے گا۔ میں آج رات بارہ بجے نیشنل پارک میں انتظار کروں گا بائی بائی۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے کہا گیا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

بلیک زیرو چند لمحے حیرت سے بت بنا رسیور ہاتھ میں پکڑے بیٹھا رہا۔ ایسے دیدہ دلیر اور سب سے واقف مجرم سے اس کا زندگی میں پہلی بار واسطہ پڑ رہا تھا۔ مگر چند لمحوں بعد وہ نارمل ہو گیا۔

''ہوں۔ آج رات بارہ بجے۔ ٹھیک ہے مسٹر بلیک پرنس۔ آج

رات اگر تم واقعی نیشنل پارک میں آئے تو پھر بغیر چہرہ دکھائے واپس نہ جا سکو گے۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور کریڈل پر رکھ دیا اور پھر کچھ سوچنے لگا۔

چند لمحے سوچنے کے بعد بلیک زیرو نے دوبارہ رسیور اٹھایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

''ایکسٹو سپیکنگ۔''۔۔۔۔۔رابطہ قائم ہوتے ہی بلیک زیرو نے مخصوص انداز میں کہا۔

''یس سر۔ جولیا سپیکنگ۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے جولیا مؤدبانہ کی آواز سنائی دی۔

''عمران کا کچھ پتہ چلا۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ ابھی کسی طرف سے کوئی اطلاع نہیں آئی۔ ویسے تمام ممبرز اس کی تلاش کے لیے نکل چکے ہیں۔''۔۔۔۔۔جولیا نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ٹھیک ہے۔ جیسے ہی اطلاع ملے مجھے فوراً کال کرنا۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔''۔۔۔۔۔بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ وہ پھر کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔

سر سلطان کی کوٹھی آفیسرز کالونی کے آخری کونے میں واقع تھی۔ ایک ایکڑ پر مشتمل وسیع و عریض کوٹھی میں چاروں طرف خوبصورت باغ تھا جبکہ درمیان میں ایک منزلہ خوبصورت عمارت تھی۔ کوٹھی کی حفاظت کے لئے جدید سائنسی آلات سے کام لیا گیا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ دو مسلح سپاہی گیٹ پر موجود تھے۔

سر سلطان کوٹھی میں بیوی اور اپنی نوجوان بیٹی نائلہ کے ساتھ رہتے تھے۔ نائلہ یونیورسٹی میں پڑھتی تھی اس لئے سر سلطان نے اسے کوٹھی کا ایک علیحدہ پورشن دیا ہوا تھا تاکہ وہ اطمینان سے اپنی پڑھائی کر سکے۔

نائلہ کے پاس سلور گرے کلر کی ایک چھوٹی سی خوبصورت کار تھی جسے وہ خود ہی ڈرائیو کرتی تھی۔ نائلہ چونکہ سر سلطان کی اکلوتی بیٹی تھی اس لئے بے جا لاڈ پیار کی وجہ سے وہ خاصی بگڑی ہوئی تھی۔ جدید ترین فیشن کے ڈریسز اور بوائے فرینڈز کی کثیر تعداد اس کے الٹرا ماڈرن

ہونے کا ثبوت تھا۔ گو سر سلطان اس کے اس انداز کو پسند نہ کرتے تھے مگر اکلوتی اولاد ہونے کی وجہ سے وہ اس پر زیادہ سختی بھی نہیں کر سکتے تھے۔

شام کا وقت تھا اور نائلہ چناب کلب جانے کی تیاری میں مصروف تھی۔ آج چونکہ چناب کلب میں ایک خصوصی پارٹی تھی اس لئے نائلہ نے انتہائی ماڈرن قسم کا لباس پہن رکھا تھا۔ یہ لباس بے لباسی کی منہ بولتی تصویر تھی۔ ابھی وہ میک اپ میں مصروف تھی کہ اچانک ایک ملازم اندر داخل ہوا۔

''کیا بات ہے شرفو۔''۔۔۔۔ نائلہ نے چونک کر کہا۔

''آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔''۔۔۔۔ ملازم نے نظریں جھکاتے ہوئے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''انہیں کہہ دو کہ اس وقت میں ایک پارٹی میں جا رہی ہوں۔ واپسی پر آ کر ملوں گی۔''۔۔۔۔ نائلہ نے بڑے بے نیازانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اچھا جی۔''۔۔۔۔ ملازم نے کہا اور پھر تیزی سے واپس مڑ گیا۔

نائلہ نے میک اپ کا آخری ٹچ لگایا اور پھر ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں اپنے آپ کو دیکھنے لگی۔ پھر مطمئن ہو کر اس نے میز پر پڑا خوبصورت پرس اٹھایا اور پھر اسے جھلاتی ہوئی کمرے سے باہر نکل آئی۔

برآمدے سے باہر نائلہ کی کار موجود تھی۔ اس نے بڑے اطمینان

سے دروازہ کھولا اور دوسرے لمحے کار اسٹارٹ کر کے اس کا رخ گیٹ کی طرف کر دیا۔ گیٹ سے باہر نکل کر اس نے کار کا رخ موڑا اور پھر تیزی سے کار چلاتی ہوئی چناب کلب کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

چناب کلب شہر کے مضافات میں نئی بننے والی گلفشار کالونی میں قائم کیا گیا تھا۔ اس لئے اس نے جلد ہی اگلے چوک سے کار کا رخ گلفشار جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔ یہ سڑک رات کو عموماً سنسان رہتی تھی۔ کبھی کبھار ہی کوئی کار دیکھنے کو نظر آتی تھی۔

نائلہ نے ابھی آدھا راستہ ہی طے کیا تھا کہ اچانک ایک بائی روڈ سے ایک بڑا سا بند باڈی والا ٹرک نکلا اور اس نے پوری سڑک بلاک کر دی۔ نائلہ نے پوری قوت سے بریک لگائے اور کار ٹرک کے قریب جا کر رک گئی۔

''اندھے ہو۔ نظر نہیں آتا۔ ساری سڑک روک لی ہے۔'' ___ نائلہ نے کھڑکی سے سر باہر نکال کر چیختے ہوئے کہا۔

ٹرک میں سے ایک قوی ہیکل نوجوان باہر نکلا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ کا چست لباس تھا۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کار کے قریب آیا۔

''مس۔ ناراض نہ ہوں۔ ابھی سڑک فارغ ہو جاتی ہے۔'' نوجوان نے بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہا۔

''ہٹاؤ اسے۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔'' ___ نائلہ نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا مگر دوسرے لمحے اس کا غصہ صابن کی جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔ نوجوان کے ہاتھ میں اچانک ایک لمبی سی نال والا

خوفناک ریوالور نظر آنے لگا تھا اور نوجوان نے ریوالور کا رخ نائلہ کی کنپٹی کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

''باہر نکل آؤ مس۔ ورنہ گولی مار کر کھوپڑی اڑا دوں گا۔'' نوجوان کے لہجے میں غراہٹ تھی۔

''مم۔ مگر۔'' ___ نائلہ نے کچھ کہنا چاہا۔ مگر نوجوان نے پھرتی سے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا اور پھر اس نے جھپٹ کر دوسرے ہاتھ سے نائلہ کا بازو پکڑا اور بڑی بے رحمی سے اسے باہر گھسیٹ لیا۔

''کیا نام ہے تمہارا۔'' ___ نوجوان نے غراتے ہوئے کہا۔

''نن۔ نائلہ سلطان۔'' ___ نائلہ نے خوف سے کپکپاتے ہوئے کہا۔

''چلو اس ٹرک میں بیٹھو۔'' ___ نوجوان نے نائلہ کو آگے دھکیلتے ہوئے کہا اور اسی لمحے ٹرک کا پچھلا دروازہ کھل گیا۔

نوجوان نائلہ کو بازو سے پکڑ کر گھسیٹتا ہوا ٹرک کے پچھلی طرف لے گیا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے اسے اٹھا کر ٹرک پر سوار کر دیا۔ ٹرک کے اندر بھی ایک نوجوان ہاتھ میں ریوالور لئے بیٹھا ہوا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر ٹرک کا پچھلا دروازہ بند کر دیا۔

نوجوان ٹرک کا دروازہ بند کر کے تیزی سے واپس مڑا اور پھر اس نے ٹرک میں بیٹھ کر ٹرک کو دائیں طرف موڑا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔ نائلہ کی کار وہیں سڑک کے درمیان کھڑی رہ گئی۔

ٹرک انتہائی تیز رفتاری سے چلتا ہوا گلف مار کالونی کے چوک پر پہنچا تو اس کا رخ الاسکا جھیل کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گیا۔ جھیل سے دو فرلانگ پہلے ہی ٹرک ایک بار پھر کچے راستے پر گھومتا ہوا ایک پرانے سے فارم ہاؤس کے سامنے جا کر رک گیا۔ نوجوان ٹرک روک کر تیزی سے نیچے اترا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر ٹرک کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔

ٹرک کے اندر نائلہ فرش پر اداس اور خوفزدہ انداز میں بیٹھی ہوئی تھی جبکہ اندر موجود نوجوان اس کے سر پر پستول تانے کھڑا تھا۔

''باہر آ جاؤ''——— آنے والے نوجوان نے سخت لہجے میں کہا اور نائلہ خاموشی سے ٹرک سے نیچے اتر آئی۔

''نمبر تھری۔ تم ٹرک پوائنٹ پر لے جاؤ''——— آنے والے نوجوان نے اندر موجود نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر نائلہ کا بازو پکڑ کر فارم ہاؤس کی طرف مڑ گیا۔

''تت۔ تم کیا چاہتے ہو''——— نائلہ نے پہلی بار زبان کھولی۔

''خاموشی سے چلی آؤ۔ ورنہ آنتیں باہر نکال دوں گا'' نوجوان نے غراتے ہوئے کہا اور نائلہ سہم کر خاموش ہو گئی۔

فارم ہاؤس کے برآمدے میں ایک اور شخص ہاتھ میں مشین گن پکڑے ٹہل رہا تھا۔

''اس لڑکی کو لے جا کر کمرے میں بند کر دو۔ اور سنو اگر یہ کوئی چالاکی کرنا چاہے تو بے شک اسے گولی مار دینا''——— نوجوان نے نائلہ کا بازو چھوڑتے ہوئے کہا اور مسلح شخص نے مشین گن کا رخ نائلہ

کی طرف کرتے ہوئے اسے ایک کمرے کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔

نائلہ کو اغوا کر کے لے آنے والا نوجوان تیز تیز قدم اٹھاتا فارم ہاؤس کے ایک کمرے میں آیا اور پھر اس نے میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

''ہیلو۔ میں سر سلطان سے بات کرنا چاہتا ہوں''——— رابطہ قائم ہوتے ہی نوجوان نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''میں سلطان بول رہا ہوں''——— دوسری طرف سے ایک باوقار اور گھمبیر سی آواز سنائی دی۔

''سر سلطان۔ تمہاری بیٹی نائلہ اس وقت ہمارے قبضے میں ہے۔ ہم کل اس کا ایک کان بطور نمونہ تمہیں پارسل کر دیں گے''۔ نوجوان نے سخت لہجے میں کہا۔

''ارے۔ ارے یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کون ہو تم''——— دوسری طرف سے سر سلطان کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''میری بات چھوڑو۔ بس سمجھ لو کہ میں رات کا شہزادہ بول رہا ہوں۔ کالا چور ہوں۔ تم بس پہلا تحفہ وصول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ اس طرح روزانہ تمہیں نائلہ کے جسم کے حصے ملتے رہیں گے''۔ نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''رات کا شہزادہ۔ یعنی بلیک پرنس۔ مگر تم چاہتے کیا ہو''۔ سر سلطان نے اس بار سنبھلی ہوئی آواز میں کہا۔

''بہت خوب۔ اچھا نام ہے بلیک پرنس۔ بہرحال ایک چھوٹا سا کام

ہے اور سنو۔ اگر تم نے انکار کر دیا تو تحفے تو تمہیں بہرحال ملتے ہی رہیں گے۔ مگر آج رات تمہاری خوبصورت بیٹی کی عزت بھی پامال ہو جائے گی۔'' ـــــ نوجوان نے جواب دیا۔

''تم کام تو بتاؤ۔'' ـــــ سر سلطان نے گھٹے گھٹے لہجے میں کہا۔ ان کے لہجے سے ہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اپنے آپ کو بڑی مشکل سے سنبھال رہے ہیں۔

''دیکھو سر سلطان ۔ تم یہاں کی سیکرٹ سروس کے انچارج ہو۔ مجھے یہاں کی سیکرٹ سروس کی پوری تفصیل چاہیے۔ ممبروں کے نام ومکمل پتے۔ ہیڈ کوارٹر کا نقشہ اور دیگر تمام تفصیلات۔'' ـــــ نوجوان نے کہا۔

''تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے بلیک پرنس۔ سیکرٹ سروس کا انچارج میں نہیں ہوں بلکہ ایکسٹو ہے اور اس ملک میں اس کی شخصیت سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔ اور سنو پہلے تو تم نے کہا تھا کہ تم ایکسٹو سے واقف ہو۔ اب پھر مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو۔'' ـــــ سر سلطان نے کہا۔

''اوہ۔ تو بلیک پرنس سے پہلے تمہاری بات ہو چکی ہے۔ بہرحال سنو۔ میں کچھ نہیں جانتا۔ مجھے سیکرٹ سروس کے متعلق مکمل تفصیلات چاہئیں۔ ورنہ آج رات یہ سوچ لینا کہ تمہاری بیٹی پانچ آدمیوں کی دلہن بنے گی۔ اور صبح اس کا کان پہلے تحفے کے طور پر تمہیں موصول ہو جائے گا۔'' ـــــ نوجوان نے جواب دیا۔

''تم یقین کرو کہ مجھے خود تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ ورنہ مجھے بیٹی سے زیادہ کوئی چیز عزیز نہیں۔'' ـــــ سر سلطان نے کانپتے ہوئے

لہجے میں جواب دیا۔

''تو پھر تمہارے ساتھ ایک رعایت کر سکتا ہوں۔ تمہیں کل شام تک کی مہلت دیتا ہوں۔ کل شام کو میں تمہیں پھر ٹیلی فون کروں گا۔ مجھے تمام تفصیلات مل جانی چاہئیں اور اس کے ساتھ ہی وعدہ کرتا ہوں کہ کل شام تک تمہاری بیٹی کی عزت محفوظ رہے گی۔ اگر کل تم نے انکار کر دیا تو پھر تم سمجھ سکتے ہو کہ کیا ہوگا۔ اور سنو مجھے ٹریس کروانے کی کوشش نہ کرنا۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہوا کہ تم نے کوئی چالاکی دکھائی ہے تو پھر تمہیں میری بجائے اپنی بیٹی کی مسخ شدہ لاش ہی کوڑے کے ڈھیر سے اٹھانی پڑے گی۔'' ـــــ نوجوان نے کہا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔ اس کے لبوں پر ایک پُراسرار سی مسکراہٹ تیر رہی تھی۔ اسے یقین تھا کہ سر سلطان اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے ضرور اسے تفصیلات مہیا کر دیں گے۔

نوجوان نے بڑے سوچ بچار کے بعد سر سلطان سے تفصیلات حاصل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا۔ پہلے اس نے سوچا تھا کہ سر سلطان کو ہی اغوا کر لیا جائے مگر وہ جانتا تھا کہ سر سلطان پر جس قدر بھی تشدد کیا جائے وہ راز نہیں بتائیں گے۔ وہ ایسے بوڑھے لوگوں کی نفسیات کو اچھی طرح جانتا تھا اور پھر جب اس نے تحقیقات کیں تو اسے پتہ چلا کہ سر سلطان کی ایک ہی بیٹی ہے جس سے وہ بے حد پیار کرتے ہیں۔ چنانچہ اس نے نائلہ کو اغوا کرنے کا منصوبہ بنایا اور اب اسے پوری طرح یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب رہے گا۔

عمران ایک لمحے میں صورت حال سمجھ گیا تھا۔ جیسے ہی غیر ملکی نے اس کے ہاتھ سے مشین گن چھینی۔ عمران نے بڑی پھرتی سے اس کے جسم کو اپنے بازوؤں میں لے لیا اور دوسرے لمحے غنڈوں کی طرف سے چلنے والی گولیاں اس غیر ملکی کے جسم پر پڑیں۔

''خبردار۔ یہ کیا ہو رہا ہے۔''ــــــ اچانک کمرے کے ایک کونے سے دھاڑ سی سنائی دی اور تمام غنڈوں نے سہم کر اپنے ہاتھ روک لئے۔

عمران نے دیکھا کہ کمرے کی ایک دیوار پھٹی تھی اور ایک گوریلا نما آدمی اس میں سے برآمد ہوا تھا۔ یہ مشہور غنڈہ ٹونی تھا جس سے پورا شہر دہشت زدہ تھا۔

''باس۔ ڈاکہ پڑ گیا ہے۔''ــــــ ایک غنڈے نے سہمے ہوئے لہجے میں ٹونی سے مخاطب ہو کر کہا۔

''اچھا۔ کون ہے وہ دلیر۔ جس نے ٹونی کے منہ سے نوالا چھیننے کی جرات کی ہے۔''ــــــ ٹونی نے حیرت زدہ لہجے میں اُدھر دیکھتے ہوئے کہا جدھر عمران غیر ملکی کی خون اگلتی ہوئی لاش کو اپنے سامنے لئے کھڑا تھا۔

''باس۔ وائٹ فلاور معلوم ہوتا ہے۔ اس وقت وہ نہتا ہے۔'' دوسرے غنڈے نے کہا۔

''وائٹ فلاور۔ بہت خوب۔ کئی دنوں سے میں اس کا شہرہ سن رہا ہوں۔ آگے آ جاؤ بھئی۔ اور اپنی شکل تو دکھاؤ۔ یقین رکھو میری اجازت کے بغیر تم پر کوئی فائر نہ کرے گا۔''ــــــ ٹونی نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

عمران نے ایک جھٹکے سے غیر ملکی کی لاش کو ایک طرف اچھال دیا۔ اور اب وہ ٹونی کے مقابل کھڑا تھا۔

''خوب۔ شکل سے تو اچھے خاصے لڑکے معلوم ہوتے ہو۔ مگر تمہیں معلوم نہیں تھا کہ یہ ٹونی بار ہے۔''ــــــ ٹونی نے طنزیہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''ٹونی بار نہیں۔ ٹونی بزدل بار۔ اگر تم میں ہمت ہے تو مجھے روک لو۔''ــــــ عمران نے بھی بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

''اوہو۔ تو اتنا گھمنڈ ہے تمہیں اپنے آپ پر۔ سنو وائٹ فلاور۔ میں تمہارا قصہ ہمیشہ کے لیے پاک کرنا چاہتا ہوں۔ میں اگر چاہوں تو میری آنکھ کے ہلکے سے اشارے پر تمہارے جسم میں سینکڑوں سوراخ

ہو سکتے ہیں۔ مگر تم نے مجھے بزدل کہا ہے اس لئے اب تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں سے ہو گی۔ آؤ آگے بڑھو۔ میں خالی ہاتھ تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اگر تم نے مجھے بے بس کر دیا تو نہ صرف یہ رقم والا تھیلہ تمہارا ہو گا بلکہ تمہیں حفاظت سے یہاں سے نکال بھی دیا جائے گا۔ دوسری صورت میں تمہاری لاش کسی گٹر میں بہتی پھر رہی ہو گی۔''______ ٹونی نے چیلنج کرتے ہوئے کہا تو عمران مسکرا دیا۔ اس نے جان بوجھ کر ٹونی کو بزدل کہا تھا تاکہ ٹونی غصے میں آ کر اس سے براہِ راست لڑنے پر تیار ہو جائے ورنہ دوسری صورت میں جس طرح سچویشن بدل گئی تھی اس کا یہاں سے زندہ سلامت نکلنا بے حد مشکل تھا۔

''میں تم سے لڑنے کے لئے تیار ہوں۔ اور تمہیں اس بات کی بھی اجازت دیتا ہوں کہ تم بے شک ہتھیار استعمال کر لو۔''______ عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ۔ خاصے نڈر واقع ہوئے ہو۔ مگر تم نہیں جانتے کہ ٹونی کسے کہتے ہیں۔''______ ٹونی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا اور پھر اس نے اچانک انتہائی پھرتی سے عمران پر حملہ کر دیا۔

عمران نے اپنے طور پر پہلو بچانے کی بڑی اچھی کوشش کی تھی مگر ٹونی خلافِ توقع بے حد پھرتیلا اور چالاک واقع ہوا تھا۔ اس نے درمیان میں ہی بجلی کی سی تیزی سے اپنا رخ بدل لیا اور دوسرے لمحے وہ عمران کو رگیدتا ہوا فرش پر جا گرا۔

نیچے گرتے ہی ٹونی کا ہاتھ انتہائی تیزی سے حرکت میں آیا اور اس نے جوڈو کا ایک انتہائی خطرناک وار عمران کی پسلیوں پر کرنا چاہا مگر عمران نے نیچے گرتے ہی دونوں پیر پھرتی سے سمیٹے اور دوسرے لمحے ٹونی فضا میں اچھلتا ہوا دور جا گرا۔ جوڈو کے وار کی حسرت اس کے دل ہی میں رہ گئی۔

ٹونی زمین پر گرتے ہی تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا جبکہ عمران بھی اٹھ کھڑا ہوا اور اب وہ دونوں ایک بار پھر مقابلے میں کھڑے تھے اور اس بار عمران نے حملہ کرنے میں پہل کی۔ جیسے ہی عمران نے ٹونی پر چھلانگ لگائی۔ ٹونی نے اپنے جسم کو مخصوص انداز میں حرکت دی اور عمران یہی سمجھا کہ ٹونی پہلو بچانا چاہتا ہے۔ چنانچہ اس نے اپنا رخ موڑ لیا۔ مگر ٹونی نے اسے بڑا خوبصورت ڈاج دیا تھا۔ وہ دوبارہ پہلے والے انداز میں آ گیا اور عمران آخری وقت میں اپنا رخ نہ بدل سکا اور منہ کے بل سامنے فرش پر گرتا چلا گیا۔

عمران نے نیچے گرتے ہی اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیئے۔ ورنہ جس انداز میں وہ گرا تھا اس کے چہرے کا بھرتہ بن جاتا اور اسی لمحے ٹونی نے اس کی پشت پر چھلانگ لگا دی مگر اس بار عمران نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدل گیا اور ٹونی بھی عمران کے سے انداز میں منہ کے بل فرش پر گرتا چلا گیا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا عمران نے لیٹے ہی لیٹے پوری قوت سے لات اس کے پہلو میں ماری اور ٹونی کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔

''ابھی تم کتے کے پلے کی طرح ٹیاؤں ٹیاؤں کرنے لگو گے ٹونی۔''
عمران نے پھرتی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ وہ جان بوجھ کر ٹونی کو غصہ دلانا چاہتا تھا تاکہ ٹونی غصے میں آ کر ہوش کھو بیٹھے اور عمران اس کی پٹائی آسانی سے کر سکے۔

''یوشٹ اپ۔''ــــــ ٹونی کو واقعی غصہ آ گیا اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔

اب عمران نے سوچا کہ لوہا گرم ہے اس لئے کوئی زور دار چوٹ لگنی چاہیے۔ چنانچہ اس نے اچانک قلابازی کھائی اور اس کے دونوں پیر پوری قوت سے ٹونی کے زیریں جسم پر لگے اور ٹونی چیخ مار کر دور جا گرا۔ پیر ایسی جگہ پڑے تھے کہ ٹونی بے اختیار فرش پر ہی لوٹ پوٹ ہوتا چلا گیا۔ ادھر عمران قلابازی کھا کر سیدھا ہوا اور پھر اس کی دونوں ٹانگیں مشین جیسی تیزی سے حرکت میں آئیں اور ٹونی کے حلق سے نکلنے والی چیخوں سے ہال گونج اٹھا۔

ہال میں موجود ٹونی کے غنڈوں نے اضطراری طور پر ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور سیدھے کر لئے مگر اسی لمحے ٹونی کے ہاتھ میں عمران کی ایک ٹانگ آ گئی اور اس نے ایک جھٹکے سے عمران کو دور اچھال دیا اور پھر عمران اور ٹونی بیک وقت ہی اٹھ کر کھڑے ہوئے۔

ٹونی کے چہرے سے بے تحاشا خون بہہ رہا تھا۔ عمران کے پیروں میں موجود جوتوں نے اس کے چہرے پر خاصے نقش و نگار بنا دیئے تھے۔

''تم حرامزادے۔ میں تمہیں گولی مار دوں گا۔''ــــــ ٹونی نے یکدم قریب کھڑے ایک غنڈے کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ مگر عمران کا سنگ آرٹ بھلا کب کام آتا۔ اس نے پھرتی سے پہلو بچایا اور گولی اس کے قریب سے گزرتی ہوئی اس کے عین پیچھے کھڑے غنڈے کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ اپنے ہی ہاتھوں اپنے ساتھی کو ہلاک ہوتے دیکھ کر ٹونی پر تو جیسے دورہ سا پڑ گیا۔ وہ تیزی سے ٹریگر دباتا چلا گیا اور ہر بار ہال ایک بھیانک چیخ سے گونج اٹھتا اور ظاہر ہے یہ چیخ اسی کے اپنے ہی کسی ساتھی کی ہوتی تھی۔

اور پھر جیسے ہی ٹونی کے ریوالور سے آخری گولی نکلی۔ اس نے ریوالور ایک طرف پھینکا اور دوسرے غنڈے کے ہاتھ سے ریوالور جھپٹنے لگا۔

مگر اس سے پہلے کہ ٹونی ریوالور لینے میں کامیاب ہوتا۔ اچانک تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور دو نوجوان ہاتھوں میں مشین گنیں لئے اندر داخل ہوئے۔

''خبردار۔ اگر کسی نے حرکت کی۔''ــــــ آنے والوں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور دوسرے لمحے انہوں نے فائر کھول دیا۔ ٹونی سمیت تین افراد گولیوں کی بارش میں لٹو کی طرح گھومے اور پھر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

عمران اچھل کر ایک طرف ہٹا اور اس نے ستون کے قریب پڑا ہوا

رقم کا تھیلا اٹھا لیا۔آنے والے عمران کے ساتھی تھے۔ان میں آگے آگے صفدر اور اس کے ساتھ نعمانی تھا۔

پھر صفدر کے حکم پر باقی ماندہ غنڈوں نے ہتھیار پھینک دیئے۔ٹونی کی موت نے ان کے حوصلے توڑ دیئے تھے۔پھر نعمانی نے ان سب کو ایک طرف کھڑا کیا اور ہتھیار اکٹھے کر کے ایک کونے میں ڈال دیئے۔

اور اس کے بعد عمران سمیت وہ تینوں تیزی سے دروازے سے باہر نکلے۔یہ اندر آنے کا کوئی نیا راستہ تھا کیونکہ دروازے کے بعد ایک طویل راہداری تھی۔راہداری میں بھاگتے ہوئے وہ ایک اور دروازے تک پہنچے اور پھر چند ہی لمحوں بعد وہ بار کی عقبی گلی میں پہنچ گئے۔

''عمران صاحب۔جلدی چلئے۔ایکسٹو آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔'' صفدر نے عمران کا بازو پکڑ کر ایک طرف کھڑی کار کی طرف بھاگتے ہوئے کہا۔

''ارے ارے۔میرا بازو چھوڑو۔سامنے والی گلی میں ایک ڈرائیور میرا انتظار کر رہا ہے۔''_____عمران نے بازو چھڑانے کی نیم دلی سے کوشش کرتے ہوئے کہا۔

''جی نہیں۔ہم نے آپ کو ابھی ایکسٹو کے پاس پہنچانا ہے۔'' صفدر نے کہا اور پھر وہ عمران کو اپنی کار کے قریب لے آیا۔

نعمانی نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور صفدر اور عمران پیچھے بیٹھ گئے۔

''تم یہاں تک کیسے پہنچے۔اور پھر تم نے مجھے پہچانا کیسے۔''عمران

نے کہا۔

''ہمیں ایکسٹو نے آپ کی فوری تلاش کا حکم دیا تو ہم آپ کے فلیٹ پر پہنچے۔وہاں سلیمان سے علم ہوا کہ آپ آج کل بڑی بڑی رقمیں لا رہے ہیں۔اس پر ہم سمجھ گئے کہ آپ وائٹ فلاور بنے ہوئے ہیں۔پھر سلیمان نے ہمیں بتایا کہ آپ ٹونی بار کی طرف گئے ہیں۔اس نے آپ کی بڑبڑاہٹ سن لی تھی۔چنانچہ ہم یہاں پہنچ گئے۔مجھے اس کے عقبی راستے کا علم تھا اس لئے ہم سیدھے اندر پہنچ گئے اور نتیجہ آپ کے سامنے ہے۔''_____صفدر نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''بہت خوب۔تمہیں تو ادارہ خدمت خلق قسم کا ادارہ بنا لینا چاہئے تاکہ تم گمشدہ بچے اتنی ہی تیزی سے تلاش کر سکو۔''_____عمران نے ہنستے ہوئے کہا اور صفدر بھی بے اختیار ہنس پڑا۔

کار کا رخ دانش منزل کی طرف ہی تھا اور عمران نے کار میں بیٹھے بیٹھے اپنا میک اپ صاف کرنا شروع کر دیا۔

جوزف نے بلیک زیرو سے بات کر کے رسیور کریڈل پر رکھا تو عجیب سی مسرت سے اس کا چہرہ جگمگا رہا تھا۔ اسے اس سارے ایڈونچر میں بے حد لطف آ رہا تھا اور اکیلے رہتے رہتے اس کے ذہن پر بوریت کی جو گرد جم گئی تھی اس کا اب دور دور تک نشان نہ تھا۔

جوزف سوچ رہا تھا کہ جب بلیک زیرو اور عمران سارے ملک میں بلیک پرنس کو ڈھونڈتے پھریں گے تو پھر ان کی حالت دیکھنے والی ہو گی جبکہ بلیک پرنس رانا ہاؤس میں بیٹھا مزے سے ٹیلی فون کرتا رہے گا مگر دوسرے لمحے اسے ایک اور خیال آیا اور وہ اچھل پڑا۔

''مجھے کچھ عملی کام بھی کرنا چاہئے۔ خالی ٹیلی فون کرنے سے پورا لطف نہ آئے گا'' ـــــ جوزف نے سوچا اور پھر وہ کچھ سوچ کر تیزی سے رانا ہاؤس کے ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا۔

ڈریسنگ روم کی ایک الماری میں عمران نے میک اپ کا مختلف

...ن ہنگامی ضرورت کی بنیاد پر رکھا ہوا تھا اور عمران نے کئی بار جوزف کے سامنے یہاں میک اپ بھی کیا تھا۔ اس لئے وہ میک اپ کی بنیادی تکنیک سے واقف تھا۔ چنانچہ اس نے میک اپ کرنے کا فیصلہ کیا اور پھر الماری سے میک اپ کا سامان نکال کر اس نے تمام ٹیوبیں اور شیشیاں ڈریسنگ ٹیبل پر رکھیں اور میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ ناک میں سپرنگ لگانے سے چہرہ خاصا بدل گیا۔ پھر سفید رنگ کی گھنی مونچھیں اور سفید رنگ کی بھنوؤں نے تو اس کی شخصیت کو عجیب سی پراسراریت بخش دی۔ چہرے پر ایک ٹیوب کا سیال مادہ ملنے سے چہرے پر ہلکی سی سرخی چھا گئی۔ اس نے ایک ریڈی میڈ زخم کا نشان دائیں گال پر فٹ کیا اور پھر بالکل سفید رنگ کی وگ سر پر فٹ کی۔ سامنے کے دو دانتوں پر سونے کا خول چڑھایا۔ اب اسے نزدیک سے دیکھنے پر بھی نہ پہچانا جا سکتا تھا۔ اس کا حلیہ مکمل طور پر بدل گیا تھا۔

جوزف چند لمحے حیرت سے اپنا چہرہ خود ہی آئینے میں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے الماری میں سے ایک رم لیس شفاف شیشوں والی عینک اٹھا کر آنکھوں پر چڑھائی۔ اس عینک کی وجہ سے وہ کوئی بوڑھا پروفیسر معلوم ہونے لگا تھا۔

''نہیں۔ میں یہ عینک نہیں پہنوں گا۔ میں تو مجرم ہوں پروفیسر نہیں'' ـــــ جوزف نے سوچا اور پھر عینک اتار کر دوبارہ الماری میں رکھ دی۔ پھر اس کی نظریں ایک شیشی پر جم گئیں۔ اس نے اس شیشی سے عمران کو آنکھوں میں قطرے ڈالتے دیکھا تھا۔ اس نے شیشی

اٹھا کر اس کے لیبل کو غور سے پڑھا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ یہ دوا آنکھوں کے میک اپ کی ہے تو اس نے شیشی کھولی اور اس میں لگے ہوئے ڈراپر سے دو دو قطرے اپنی دونوں آنکھوں میں ڈال لئے۔ چند لمحے وہ آنکھیں بند کئے بیٹھا رہا۔ پھر جب اس نے آنکھیں کھولیں اور آئینے میں اپنا چہرہ دیکھا تو وہ حیرت سے اچھل پڑا۔ اس کی آنکھوں کا رنگ سرخ ہو گیا تھا۔ عجیب وحشت زدہ قسم کی آنکھیں بن گئی تھیں۔ ایسی آنکھیں جنہیں دیکھ کر خوف سا محسوس ہوتا تھا۔

جوزف اب اپنے میک اپ سے پوری طرح مطمئن ہو گیا اور پھر اس نے دوسری الماری کھول کر اس میں لٹکے ہوئے لباسوں کا جائزہ لیا۔ مگر مسئلہ یہ تھا کہ کوئی لباس ایسا نہ تھا جو اس کے دیو ہیکل جسم پر فٹ آ جاتا اور پھر الماری کے دوسرے خانے میں اسے ایک سرخ پھولوں والا گون نظر آ گیا۔ یہ سلیپنگ گون تھا۔ اس نے گون اٹھا کر پہنا تو وہ اس کے جسم پر فٹ تھا۔ اس نے گون پہنا اور پھر اس کا نچلا حصہ اس نے اپنی پتلون کے اندر قمیض کی طرح ڈال لیا اور اوپر سے چوڑی بیلٹ باندھ لی۔ اب اس کی ہیئت خاصی عجیب سی ہو گئی تھی۔ اس نے اپنے ہولسٹر میں سے ریوالور نکال کر گون کی جیب میں ڈال لیا اور اب وہ عملی اقدامات کے لئے پوری طرح تیار تھا۔

اس نے میک اپ کا تمام سامان اٹھا کر واپس الماری میں رکھا اور پھر کمرے سے باہر نکل آیا۔ رانا ہاؤس کو اچھی طرح مقفل کر کے وہ ایک عقبی راستے سے باہر آ گیا۔ یہاں ہنگامی حالات کے لئے بغیر نمبر

پلیٹ کے ایک کار موجود تھی۔ اس نے کار نکالی اور پھر وہ تیزی سے سڑک پر آ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اسی میک اپ میں سر سلطان سے ملے گا تاکہ سر سلطان کو یقین ہو سکے کہ بلیک پرنس کا وجود ہے۔ اس طرح ایڈونچر میں کچھ اور تھرل پیدا ہو جائے گی۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جیسے ہی وہ گلفشار کالونی کے چوک پر پہنچا۔ اسے ایک بڑا سا بند باڈی کا ٹرک چوک پر سے گھوم کر لاسکا جھیل کی طرف جاتا دکھائی دیا۔ جوزف کار کو سیدھا لئے چلا گیا۔

تھوڑی ہی دور جا کر جوزف چونک پڑا۔ اس نے عین سڑک کے درمیان ایک کار کھڑی دیکھی اور وہ دور سے ہی کار دیکھ کر پہچان گیا کہ یہ سر سلطان کی بیٹی کی کار ہے۔ وہ عمران کے ساتھ کئی بار سر سلطان کی کوٹھی میں گیا تھا اور اس نے سر سلطان کی بیٹی نائلہ کو اس کار پر آتے جاتے سینکڑوں بار دیکھا تھا۔ اس لئے پہلی نظر میں ہی وہ نائلہ کی کار کو پہچان گیا تھا۔

جوزف نے اپنی کار نائلہ کی کار کے قریب جا کر روک دی اور اتر کر کار کا جائزہ لینے لگا۔ اسے ڈرائیونگ سیٹ پر لیڈیز پرس نظر آ گیا۔ اس نے پرس اٹھا کر کھولا تو پرس میں نائلہ کا سامان اور وزٹنگ کارڈ اسے نظر آ گیا۔ اب اسے یقین آ گیا تھا کہ نائلہ اس کار میں موجود تھی۔ اور اسے اغوا کیا گیا ہے۔ دوسرے لمحے اس کے ذہن میں وہ بند باڈی کے ٹرک کا تصور ابھر آیا۔

جوزف پھرتی سے مڑا اور اس نے کار کے بونٹ پر ہاتھ رکھا۔ انجن

ابھی تک گرم تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کار کے انجن کو بند ہوئے ابھی تھوڑی ہی دیر گزری ہے۔ چنانچہ اسے یقین ہو گیا کہ نائلہ کو اغوا کر کے اسی ٹرک میں لے جایا گیا ہے۔ دوسرے لمحے اس کی نظروں میں سر سلطان کا سراپا گھوم گیا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ سر سلطان نائلہ سے کتنی محبت کرتے ہیں اور جب انہیں معلوم ہو گا کہ نائلہ کو اغوا کر لیا گیا ہے تو ان کی کیا حالت ہو گی۔

جوزف اپنا سب پروگرام بھول گیا اور اس نے نائلہ کو مجرموں کے پھندے سے نکالنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ اس نے پھرتی سے نائلہ کی کار کو دھکیل کر سڑک کے کنارے پر کھڑا کیا تاکہ اسے نقصان نہ پہنچے اور پھر اپنی کار موڑ کر تیزی سے ادھر چل پڑا۔ جدھر اس نے بند باڈی والا ٹرک جاتے دیکھا تھا۔

گلفشار کالونی کا چوک ابھی جوزف نے کراس کیا ہی تھا کہ اسے بند باڈی کا ٹرک واپس آتا ہوا نظر آیا۔ جوزف کی کار نے جیسے ہی اسے کراس کیا جوزف نے سوچا کہ کار موڑ لے مگر اسی لمحے اس کی نظر ٹرک کے عقب پر پڑ گئی۔ ٹرک کا پچھلا دروازہ کھلا ہوا تھا اور اندر سے ٹرک خالی تھا۔

''ہوں تو یہ بات ہے۔ نائلہ کو کہیں قریب ہی اتارا گیا ہے۔'' جوزف نے سوچا اور پھر تیزی سے آگے بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دور جانے پر جوزف کو سڑک پر سے کچے راستے میں ٹرک کے پہیوں کے نشان جاتے نظر آئے۔ جوزف نے تیزی سے کار اس

نے موڑ لی اور پھر اسے دور سے ہی ایک پرانے فارم ہاؤس کے آثار نظر آ گئے۔ ٹرک کے پہیوں کے نشان اسی فارم ہاؤس کی طرف ہی جا رہے تھے۔

جوزف نے پھرتی سے کار ایک گھنے درخت کے نیچے روکی اور پھر اتر کر وہ قریبی فصلوں کی آڑ لیتا ہوا تیزی سے فارم ہاؤس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جوزف فصلوں میں سے ہوتا ہوا فارم ہاؤس کے عقب میں آ گیا۔ عقبی دیوار خاصی خستہ تھی اور وہاں ایک جگہ دیوار کے درمیان خاصا بڑا خلا تھا۔ وہ اس خلا کے ذریعے فارم ہاؤس میں داخل ہو گیا۔ اس نے چوکنے انداز میں ادھر اُدھر دیکھا مگر اسے وہاں کوئی محافظ نظر نہ آیا تو وہ تیز تیز قدم اٹھاتا فارم ہاؤس کے عقبی برآمدے میں پہنچ گیا۔ یہاں درمیان میں ایک تنگ سی گیلری تھی جو سامنے والے اور پچھلے برآمدے کو آپس میں ملاتی تھی۔ وہ تیزی سے اس گیلری میں گھسا۔ ریوالور اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا اور پھر گیلری کے درمیان میں واقع ایک کمرے میں اسے روشنی نظر آئی اور کسی کے باتیں کرنے کی آواز بھی۔ اس نے دروازے پر ہلکا سا دباؤ ڈالا تو دروازہ کھلتا چلا گیا۔ دروازے کے سامنے گہرے رنگ کے دبیز پردے فرش تک لٹکے ہوئے تھے اور چونکہ یہ دروازہ اسی کمرے کا عقبی دروازہ تھا اس لئے اس نے پردے سے جھانک کر دیکھا تو ایک قوی ہیکل نوجوان اس دروازے کی طرف پشت کئے فون پر کسی سے باتیں کرنے میں مصروف تھا۔

جوزف آہستگی سے اندر داخل ہوا اور پردے کے پیچھے چھپ کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے دروازہ بند کر دیا۔ نوجوان فون پر کہہ رہا تھا۔

''بہت خوب۔ اچھا نام ہے بلیک پرنس۔ بہرحال ایک چھوٹا سا کام ہے——'' اور جوزف بلیک پرنس کا لفظ سن کر چونک پڑا۔ مگر وہ بڑے اطمینان سے وہاں کھڑا نوجوان کی باتیں سنتا رہا۔ اور پھر تمام صورت حال اس پر واضح ہو گئی۔

نوجوان سر سلطان سے سیکرٹ سروس کی تفصیلات طلب کر رہا تھا اور اس نے نائلہ کو اسی مقصد کے لئے اغوا کیا تھا تاکہ سر سلطان کو بلیک میل کیا جا سکے۔ پھر نوجوان نے رسیور کریڈل پر رکھا اور اٹھ کر ایک الماری کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے وہاں سے ولایتی شراب کی ایک بوتل نکالی اور پھر اس کا ڈھکن کھولنے لگا۔ وہ ڈھکن کھولنے کے ساتھ ساتھ کچھ سوچ رہا تھا۔ ولایتی شراب کی بوتل دیکھ کر جوزف بے اختیار ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا اور پھر جب اس سے نہ رہا گیا تو وہ پردہ ہٹا کر آگے بڑھ گیا۔

''خبردار اگر حرکت کی۔''—— جوزف نے ریوالور کا رخ نوجوان کی طرف کرتے ہوئے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

نوجوان نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں پھیلتی چلی گئیں۔ بوتل ابھی تک اس کے ہاتھوں میں پکڑی ہوئی تھی۔

''کون ہو تم۔''—— نوجوان نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے

''بلیک پرنس۔''—— جوزف نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔

''بلیک پرنس۔ اچھا تو وہ تم ہو جس کا حوالہ سر سلطان دے رہے تھے۔ بہت خوب۔ مگر تم یہاں تک پہنچے کیسے۔''—— اب نوجوان کے چہرے پر اطمینان تھا۔ وہ پوری طرح سنبھل چکا تھا۔

''بوتل میز پر رکھ دو اور ہاتھ اٹھا کر کھڑے ہو جاؤ۔''—— جوزف نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بہت اچھا بلیک پرنس صاحب۔''—— نوجوان نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر وہ ہاتھ میں پکڑی ہوئی بوتل کو میز پر رکھنے لگا۔ مگر دوسرے لمحے اس کے ہاتھ نے بجلی کی سی تیزی سے حرکت کی اور بوتل اڑتی ہوئی سیدھی جوزف کے سر کی طرف بڑھی۔

جوزف نے بڑی تیزی سے اپنی جگہ بدلی اور بوتل سے اپنے آپ کو بچایا مگر بوتل میں سے نکلنے والی شراب کے چھینٹے اس کی آنکھوں میں پڑ گئے اور جوزف نے بے اختیار اپنی آنکھیں ملنے کے لئے ہاتھ اونچے کئے۔ اور اسی لمحے ایک گولی ٹھیک اس کے ریوالور پر پڑی اور اس کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا۔

جوزف نے چونک کر دیکھا تو نوجوان ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑا مسکرا رہا تھا۔

''گرین ڈیول کے منہ سے نوالہ چھیننا مذاق نہیں ہے مسٹر بلیک پرنس۔''—— نوجوان نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اور جوزف ہونٹ بھینچتا رہ گیا۔نوجوان نے بڑی ذہانت سے اسے بے بس کر دیا تھا۔

''اپنے ہاتھ اٹھا لو''۔۔۔۔۔نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔اور جوزف نے اور کوئی چارہ کار نہ دیکھتے ہوئے ہاتھ اٹھا لئے۔ اسی لمحے دروازہ کھلا اور ایک شخص ہاتھ میں مشین گن لئے اندر داخل ہوا۔ یہ وہی نوجوان محافظ تھا جو نائلہ کو کسی کمرے میں بند کرنے گیا تھا۔ وہ شاید گولی کا دھماکہ اور بوتل کے گرنے کا شور سن کر اندر آیا تھا۔

اس کے اچانک اندر آنے سے گرین ڈیول کی توجہ ایک لمحہ کے لئے ہٹی اور وہی لمحہ اس پر بھاری پڑا۔ جوزف زخمی چیتے کی طرح اپنی جگہ سے اچھلا اور دوسرے لمحے وہ ان دونوں کو ایک ہی ہلے میں رگیدتا چلا گیا۔

اچانک لگنے والے دھکے سے گرین ڈیول کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا تھا جبکہ دوسرے نوجوان کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین گن اچھل کر عین اس جگہ آ گری جہاں جوزف انہیں چھوڑ کر تیزی سے اٹھا تھا اور پھر برق کی سی تیزی سے جوزف نے مشین گن جھپٹ لی۔

گرین ڈیول نے نیچے لیٹے ہی لیٹے چھلانگ مار کر جوزف کو گرانے کی کوشش کی مگر اب جوزف دی گریٹ بھلا اس کے قابو میں کہاں آنے والا تھا۔ اس نے پھرتی سے مشین گن کے بٹ کو اس کی پسلیوں میں دے مارا اور گرین ڈیول اچھل کر دور جا گرا۔ اسی لمحے جوزف نے فائر کھول دیا اور مشین گن والا محافظ مچھلی کی طرح فرش پر تڑپنے لگا۔

ویوں نے اس کے جسم کو شہد کے چھتے میں بدل دیا تھا۔

''کھڑے ہو جاؤ گرین ڈیول''۔۔۔۔۔جوزف نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا اور گرین ڈیول اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

مگر اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا جوزف نے مشین گن کو نال سے پکڑا اور پھر اس کا بٹ پوری قوت سے گرین ڈیول کی کھوپڑی پر جما دیا۔ پہلے ہی وار میں گرین ڈیول چیں بول گیا اور بے ہوش ہو کر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ جوزف نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھا تو اسے اندازہ ہوا کہ کم سے کم دو گھنٹے سے پہلے یہ ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

گرین ڈیول کی طرف سے اطمینان کرنے کے بعد جوزف تیزی سے کمرے سے باہر نکلا۔ اسے اب نائلہ کی تلاش تھی۔ وہ چاہتا تو گرین ڈیول پر تشدد کر کے نائلہ کو ڈھونڈ سکتا تھا مگر اسے خطرہ تھا کہ گرین ڈیول کے اور ساتھی یہاں موجود نہ ہوں اس لئے اس نے گرین ڈیول کو بے ہوش کر کے خود ہی نائلہ کو ڈھونڈنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

جوزف بڑے محتاط انداز میں کمرے سے باہر نکلا اور ادھر ادھر دیکھتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ مگر پوری عمارت خالی تھی۔ شاید وہاں ان دونوں کے علاوہ اور کوئی نہ تھا اور وہاں کسی بھی کمرے میں اسے نائلہ نظر نہ آئی۔

جوزف سوچنے لگا کہ نائلہ کہاں ہو سکتی ہے۔ اس بات کا اسے یقین تھا کہ نائلہ ہو گی تو اسی فارم میں۔

اور پھر اچانک اسے کسی تہہ خانے کا خیال آ گیا۔ اور فارم ہاؤس کی

بناوٹ دیکھتے ہوئے اسے خیال آیا کہ تہہ خانہ آخری کمرے کے نیچے ہی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ وہ تیزی سے آخری کمرے کی طرف بڑھنے لگا۔ آخری کمرے میں پہنچتے ہی وہ چونک پڑا۔ کیونکہ اس بار اس کے کانوں میں سسکیوں کی مدھم سی آواز سنائی دی تھی۔ جوزف نے تیزی سے ادھر اُدھر نظریں گھمائیں اور پھر اسے ایک جگہ فرش پر ایک بلاک دوسرے سے قدرے ابھرا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے مشین گن ایک طرف رکھی اور بلاک کو دونوں ہاتھوں سے اٹھانے لگا۔

جیسے ہی جوزف نے زور سے ایک جھٹکا دیا۔ بلاک تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ بلاک کسی ڈھکن کی مانند تھا۔ نیچے سیڑھیاں جاتی صاف نظر آ رہی تھیں اور اب سسکیوں کی آوازیں صاف سنائی دے رہی تھی۔

جوزف تیزی سے سیڑھیاں اترتا چلا گیا اور چند لمحوں بعد اسے نیچے سٹور جیسے تہہ خانے کے فرش پر بیٹھی ہوئی نائلہ نظر آ گئی۔ نائلہ کے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ فرش پر بیٹھی بری طرح رو رہی تھی۔ اور پھر جیسے ہی جوزف اس کے قریب پہنچا نائلہ نے چونک کر اس کی طرف دیکھا اور پھر خوف زدہ ہو کر اور زور سے رونے لگی۔

''بس اب رونا بند کر دو لڑکی۔''—— جوزف نے کرخت لہجے میں کہا اور پھر آگے بڑھ کر اس کے ہاتھوں میں بندھی ہوئی رسیاں کھول دیں۔

''چلو اوپر۔''—— جوزف کا لہجہ اچانک ہی کرخت ہو گیا تھا۔

رونے کی وجہ سے نائلہ کا سارا میک اپ خراب ہو چکا تھا اور اس کی

شکل عجیب و غریب ہو گئی تھی۔

''تت۔تم کون ہو۔''—— نائلہ نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔

''میرا نام بلیک پرنس ہے۔ میں تمہیں چھڑانے آیا ہوں۔ بس اب تم رونا بند کر دو۔''—— جوزف نے کہا اور پھر وہ نائلہ کو لئے اوپر آ گیا۔

''دیکھو لڑکی۔ جو مجرم تمہیں لے آیا تھا وہ ایک کمرے میں بے ہوش پڑا ہے۔ ابھی میں نے اس سے پوچھ گچھ کرنی ہے۔ اس لئے تم خاموش رہنا۔ اور ڈرنا مت۔''—— جوزف نے نائلہ سے مخاطب ہو کر کہا اور نائلہ نے سر ہلا دیا۔

جوزف نائلہ کو لے کر واپس اسی کمرے میں آیا اور پھر اس نے نائلہ کو ایک کرسی پر بیٹھنے کے لئے کہا اور خود فرش پر بے ہوش پڑے گرین ڈیول کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

کمرے میں جوزف کو ایک خیال آیا کہ اگر اس نے مجرم سے نائلہ کے سامنے پوچھ گچھ کی تو نائلہ تمام باتیں سن لے گی اور اس طرح تمام باتیں سر سلطان اور عمران تک پہنچ جائیں گی جبکہ اس وقت اس پر جاسوسی کا بھوت چڑھا ہوا تھا۔ اس نے سوچا کہ وہ گرین ڈیول کو اٹھا کر واپس رانا ہاؤس میں لے جائے اور پھر وہاں اطمینان سے اس سے پوچھ گچھ کرے۔ چنانچہ اس نے آگے بڑھ کر بے ہوش گرین ڈیول کو اٹھا کر کاندھے پر ڈالا اور پھر نائلہ کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ نائلہ خاموشی سے اٹھ کر اس کے پیچھے چل دی۔

فارم ہاؤس سے نکل کر جوزف جلد ہی اپنی کار کے قریب پہنچ گیا۔ اس نے دروازہ کھول کر گرین ڈیول کو پچھلی سیٹ پر لٹایا اور پھر خود اگلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ نائلہ اس کے قریب ہی بیٹھ گئی۔ اور پھر جوزف نے تیزی سے کار واپس موڑی اور پھر جلد ہی وہ مین روڈ پر پہنچ گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس سڑک پر پہنچ گیا جہاں نائلہ کی کار موجود تھی تو اس نے نائلہ کی کار کو وہیں کھڑے دیکھا جہاں پہلے تھی۔

''تمہاری کار موجود ہے۔ اس میں سوار ہو کر گھر جاؤ۔ اور سنو یہ آوارگی چھوڑ دو ورنہ بلیک پرنس دوبارہ تمہاری مدد کو نہ پہنچ سکے گا۔ اور سر سلطان کو میرا سلام دینا۔ انہیں کہنا کہ وہ بلیک پرنس کی بات مان جائیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ انہیں کوئی بہت بڑا صدمہ اٹھانا پڑے۔'' جوزف نے نائلہ سے مخاطب ہو کر کہا۔

''شکریہ۔''——— نائلہ نے مدھم سے لہجے میں کہا اور پھر اس کی کار سے اتر کر تیر کی طرح اپنی کار کی طرف بڑھی۔ چند لمحوں بعد اس کی کار آندھی اور طوفان کی طرح اڑتی ہوئی واپس آفیسرز کالونی کی طرف جا رہی تھی۔

جوزف کے ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ تیر گئی۔ اس نے ایک نظر پچھلی سیٹ پر ڈالی اور بے ہوش پڑے گرین ڈیول کو دیکھ کر اس کی آنکھوں میں چمک سی ابھر آئی۔ اسے عملی طور پر مجرموں کی سرکوبی کا ایک نادر موقع مل گیا تھا۔

جوزف نے کار تیزی سے موڑی اور اب اس کا رخ رانا ہاؤس کی

طرف تھا۔ اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد جب اس نے کار رانا ہاؤس کے عقبی دروازے میں داخل کر کے انجن بند کیا ہی تھا کہ اچانک اس کی گردن کی پشت پر کوئی تیز دھار چیز چبھ گئی۔

''خبردار۔ اگر غلط حرکت کی تو خنجر سے ایک لمحے میں گردن کاٹ دوں گا۔''——— گرین ڈیول کی غراہٹ سنائی دی اور جوزف ایک طویل سانس لے کر رہ گیا۔ اس نے گرین ڈیول کی بے ہوشی کا غلط اندازہ لگایا تھا۔

رات ہونے کے باوجود نیو شاپنگ سنٹر میں لوگوں کا بے پناہ رش تھا چونکہ عید قریب تھی اس لئے لوگ عید کی شاپنگ میں بری طرح مصروف تھے۔ نیو شاپنگ سنٹر دارالحکومت کا خریداری کا سب سے بڑا مرکز تھا۔ یہاں ہر قسم کے سامان کی وسیع وعریض دکانیں تھیں ۔ اس لئے پورے دارالحکومت میں سب سے زیادہ رش یہیں ہوتا تھا اور آج کل تو عید کی خریداری کی وجہ سے لوگوں کا ہجوم اپنے پورے عروج پر تھا۔

نیو شاپنگ سنٹر کے ایک کونے میں بہت بڑا کار پارکنگ بنا ہوا تھا۔ جہاں اس وقت بے شمار کاریں موجود تھیں۔

اچانک دائیں طرف چوک سے ایک سٹیشن ویگن نمودار ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی پارکنگ سنٹر کے قریب پہنچی اور ایک ایسی جگہ پر رک گئی جہاں سے پورا شاپنگ سنٹر صاف نظر آتا تھا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر ایک کیم شحیم نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ وہ چند لمحے

گہری نظروں سے لوگوں کے ہجوم کو دیکھتا رہا۔ پھر اس نے ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی سٹیشن ویگن کی چھت درمیان سے ہٹتی چلی گئی۔ اور پھر اس میں سے ایک گھومنے والی مشین گن کی نال باہر نکل آئی۔

نوجوان نے ایک اور بٹن دبایا اور پھر آہستہ سے سٹیشن ویگن کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اس نے دروازہ زور سے بند کیا اور پھر تیزی سے سامنے ایک برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اسے برآمدے تک پہنچنے میں تین منٹ لگ گئے اور پھر وہ برآمدے کے موٹے ستون کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ اس نے جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکالا اور اس میں سے ایک سگریٹ نکال کر منہ سے لگایا اور پھر جیب سے لائٹر نکال کر اس نے لائٹر جلایا اور سگریٹ سلگانے لگا۔

جیسے ہی لائٹر کا شعلہ سگریٹ کو لگا فضا ریٹ ریٹ کی خوفناک آوازوں سے گونج اٹھی اور اس کے ساتھ ہی خوفناک چیخوں کا ایک سیلاب سا امڈ آیا۔

نوجوان اسی ستون کے پیچھے دبک گیا۔ بازار میں بھگدڑ سی مچ گئی۔ مشین گن چاروں طرف گھوم گھوم کر مسلسل گولیاں اگل رہی تھی اور بازار میں سینکڑوں لوگ ہلاک اور زخمی ہو کر ایک دوسرے پر گر رہے تھے۔

شاپنگ سنٹر میں ایک خوفناک بھگدڑ مچ گئی اور وہاں موجود لوگ اپنی جانیں بچانے کے لئے بے تحاشا بھاگ پڑے۔ بے شمار بچے

بوڑھے اور عورتیں جو گولیوں سے بچ گئے وہ بھگدڑ میں لوگوں کے پیروں تلے روندے گئے۔

مشین گن کا دھانہ مسلسل آگ اگل رہا تھا اور پورا بازار چیخوں، آہوں اور سسکیوں سے گونج رہا تھا۔ ہر طرف خون ہی خون بکھر گیا۔ لوگ گولیاں کھا کھا کر گر رہے تھے۔ شاپنگ سنٹر کا کوئی کونہ ایسا نہ تھا جہاں گولیوں نے قیامت برپا نہ کی ہو۔

چند لمحوں میں بازار سنسنا ہو گیا۔ صرف شدید زخمی اور مردہ لوگ ہی پڑے رہ گئے تھے۔ اسی لمحے نوجوان نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی سگریٹ مروڑ کر پھینک دی اور اس کے ساتھ ہی ایک خوفناک دھماکہ ہوا اور سٹیشن ویگن کے پرزے فضا میں بکھر گئے۔ اور اس کے بعد خاموشی طاری ہو گئی۔ موت کی سی خاموشی۔ جس میں ابھی تک چیخیں اور کراہیں گونج رہی تھیں۔ پھر آہستہ آہستہ لوگ دکانوں اور کونے کھدروں سے باہر نکلنے لگے۔

چند لمحوں بعد پولیس کی گاڑیوں نے پورے بازار کو گھیر لیا۔ اور باقی ماندہ لوگ لاشوں اور زخمیوں میں سے اپنے اپنے عزیزوں کو ڈھونڈ رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد ہر طرف پولیس ہی پولیس نظر آنے لگ گئی اور چند لمحوں بعد ایمبولینسوں کے سائرن گونجنے لگے اور پھر زخمیوں کو ایمبولینسوں میں ڈال ڈال کر ہسپتالوں میں بھیجنا شروع کر دیا گیا۔

سرکاری افسر بھی وہاں پہنچ گئے اور پھر وہاں رسمی کارروائیوں کا آغاز

ہو گیا۔ نوجوان چند لمحے وہاں کھڑا کارروائیوں کو دیکھتا رہا۔ پھر خاموشی سے باہر جانے والے ہجوم میں شامل ہو کر شاپنگ سنٹر سے باہر آ گیا۔ ن کے چہرے پر یوں اطمینان تھا جیسے اس نے کوئی بہت بڑا کارنامہ سرانجام دے دیا ہو۔

صفدر اور نعمانی، عمران کو دانش منزل کے گیٹ پر چھوڑ کر واپس چلے گئے اور عمران رقم کا تھیلا اٹھائے دانش منزل میں داخل ہو گیا۔ اس کا رخ سیدھا اس کمرے کی طرف تھا جہاں بلیک زیرو موجود تھا۔

پھر جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا۔ بلیک زیرو کا چہرہ دیکھ کر چونک پڑا۔

''ارے تمہارے چہرے پر بارہ کیوں بج رہے ہیں۔'' ـــــ عمران نے تھیلا ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔

''عمران صاحب غضب ہو گیا۔ سر سلطان کی بیٹی نائلہ کو اغوا کر لیا گیا ہے اور مجرم ان سے سیکرٹ سروس کی تفصیلات مانگ رہے ہیں۔'' بلیک زیرو نے تشویش بھرے لہجے میں کہا۔

''ارے یہ مجرم اچانک کہاں سے ٹپک پڑے۔'' ـــــ عمران نے حیران ہوتے ہوئے کہا اور پھر بلیک زیرو نے بلیک پرنس کے متعلق

عمران کو تفصیل سے بتایا کہ بلیک پرنس نے پہلے سر سلطان کو ٹیلی فون کیا پھر ایکسٹو کے مخصوص نمبروں پر، اور پھر ابھی ابھی سر سلطان نے اطلاع دی ہے کہ بلیک پرنس نے نائلہ کو اغوا کر لیا ہے۔

''بلیک پرنس۔ یہ کوئی نیا مجرم پیدا ہو گیا ہے۔ مگر اس کا مطالبہ کیا ہے۔'' ـــــ عمران نے اس بار سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔

''وہ بلیو کراس فائل مانگ رہا ہے۔'' ـــــ بلیک زیرو نے جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا ٹیلی فون کی گھنٹی تیزی سے بجنے لگی۔

''یس۔'' ـــــ بلیک زیرو نے پھرتی سے رسیور اٹھا کر مخصوص لہجے میں کہا۔

''طاہر۔ عمران کا کچھ پتہ چلا۔'' ـــــ دوسری طرف سے سر سلطان کی آواز سنائی دی۔

''جی ہاں۔ وہ موجود ہیں۔'' ـــــ بلیک زیرو نے رسیور عمران کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''یس عمران بول رہا ہوں۔'' ـــــ عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

''عمران بیٹے غضب ہو گیا۔ بلیک پرنس نے نائلہ کو اغوا کر لیا ہے اور اب وہ مجھ سے سیکرٹ سروس کی تفصیلات طلب کر رہا ہے۔'' سر سلطان نے گلوگیر لہجے میں کہا اور پھر انہوں نے بلیک پرنس سے ہونے والی تمام گفتگو لفظ بہ لفظ دہرا دی۔

''مگر جناب۔ پہلے بلیک پرنس نے جب آپ کو ٹیلی فون کیا تو اس نے بتایا تھا کہ وہ ایکسٹو، سیکرٹ سروس اور میرے متعلق سب کچھ جانتا ہے اور اس کے ثبوت کے طور پر اس نے طاہر سے بھی مخصوص نمبر پر بات کی۔ پھر آخر اس نے نائلہ کو اغوا کر کے دوبارہ آپ سے سیکرٹ سروس کی تفصیلات کیوں طلب کی ہیں۔'' ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

''نجانے کیا چکر ہے۔ اب بتاؤ میں کیا کروں؟ نائلہ شدید خطرے میں ہے۔'' ـــــ سر سلطان نے بھاری آواز میں کہا۔

''آپ حوصلہ رکھیں۔ ہم نائلہ کو مجرم کی گرفت سے چھڑا لیں گے۔ میں خود آپ کے پاس آ رہا ہوں۔ وہیں کوئی لائحہ عمل طے کروں گا۔'' عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر رسیور رکھ دیا۔

''طاہر۔ دانش منزل کو سیلڈ کر دو۔ مجرم اس نمبر کو جانتا ہے تو ہو سکتا ہے وہ دانش منزل پر چڑھائی کرے۔ تمام ممبروں کو الرٹ کر دو کہ وہ کسی بھی فوری کارروائی کے لئے تیار ہو جائیں۔ ہمیں ہر قیمت پر نائلہ کا پتہ لگانا ہے۔ میں سر سلطان کے پاس جا رہا ہوں۔'' ـــــ عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اٹھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا تاکہ میک اپ پوری طرح صاف کر سکے۔

تھوڑی دیر بعد وہ اپنے اصل حلیے میں واپس لوٹا اور پھر کمرے سے باہر نکل کر تیزی سے گیراج کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس کے ذہن میں بلیک پرنس کا نام گونج رہا تھا۔ ایک ایسا مجرم جس نے اتنی تیزی سے

متضاد قسم کی کارروائیاں کی تھیں کہ عمران کا ذہن بھی الجھ کر رہ گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد عمران کی کار دانش منزل سے نکل کر آفیسرز کالونی کی طرف بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ پھر جب وہ سر سلطان کی کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا تو سر سلطان بے چینی کے عالم میں گیٹ پر ہی ٹہل رہے تھے۔

''آؤ بیٹے آؤ۔ میں تمہارا ہی انتظار کر رہا تھا۔'' ـــــ سر سلطان نے پریشان سے لہجے میں کہا اور پھر وہ عمران کی کار میں بیٹھ گئے اور عمران نے کار آگے بڑھا دی۔

''آپ گھبرائیں نہیں جناب۔ جلد ہی کوئی بندوبست ہو جائے گا۔'' عمران نے سر سلطان کو پریشان دیکھ کر کہا۔

چند لمحوں بعد عمران نے کار پورچ میں جا کر روک دی اور سر سلطان کے ساتھ چلتا ہوا ڈرائینگ روم میں آ گیا۔

''اب آپ مجھے تفصیل سے بتائیے کہ نائلہ کس وقت یہاں سے گئی تھی اور اس نے کہاں جانا تھا۔'' ـــــ عمران نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ سر سلطان کچھ کہتے، ایک ملازم دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔

''جناب چھوٹی بی بی آ گئی ہیں۔'' ـــــ ملازم نے ہانپتے ہوئے کہا۔

''ارے نائلہ آ گئی۔'' ـــــ سر سلطان اچھل پڑے اور پھر وہ

دوڑتے ہوئے دروازے کی طرف لپکے۔

اسی لمحے نائلہ اندر داخل ہوئی۔ اس کا میک اپ بگڑا ہوا تھا۔ لباس میلا اور مسلا ہوا تھا۔

''بیٹی کیا ہوا''۔۔۔۔ سرسلطان نے اسے سینے سے لگا کر پوچھا۔

''ڈیڈی۔ مجھے مجرم پکڑ کر لے گئے تھے''۔۔۔۔ نائلہ نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔

''پھر تم واپس کیسے آ گئیں؟ تمہیں ان کے چنگل سے نکلنے کا موقع کیسے ملا''۔۔۔۔ سرسلطان نے پوچھا۔

''جناب اطمینان سے بیٹھ جائیے اور نائلہ کو اپنی کہانی سنانے دیجئے''۔۔۔۔ عمران نے کہا اور سرسلطان نائلہ سے علیحدہ ہو گئے۔ اور نائلہ صوفے پر بیٹھ گئی۔

''ہاں۔ اب بتاؤ کیا ہوا تھا؟ پوری تفصیل سے بتلاؤ''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''میں یہاں سے تیار ہو کر چناب کلب میں جا رہی تھی کہ گلفشار کالونی کے چوک سے ایک میل ادھر ایک بند باڈی کے ٹرک نے راستہ روک لیا اور پھر مجھے ریوالور کے زور پر ٹرک پر سوار کرا کر ایک پرانے سے فارم ہاؤس میں لے جایا گیا۔ وہاں مجھے ایک تہہ خانے میں باندھ کر ڈال دیا گیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد ایک قوی ہیکل آدمی اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک مشین گن تھی۔ اس نے میری رسیاں کھولیں اور پھر مجھے اوپر لے آیا۔ یہاں ایک کمرے میں وہ

آدمی مرا پڑا تھا جس نے مجھے کمرے میں بند کیا تھا اور دوسرا بے ہوش پڑا تھا جس نے مجھے کار میں سے اغوا کیا تھا۔ اس قوی ہیکل آدمی نے اس بے ہوش آدمی کو اٹھایا اور پھر مجھے لے کر فارم ہاؤس سے باہر آ گیا۔ یہاں ایک کار کھڑی تھی۔ اس نے بے ہوش آدمی کو کار کی پچھلی سیٹ پر لٹایا اور مجھے آگے بٹھا کر وہ اس جگہ آیا جہاں میری کار موجود تھی۔ اس نے مجھے اپنی کار میں جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''تمہاری کار موجود ہے۔ اس پر سوار ہو کر گھر جاؤ اور یہ آوارگی چھوڑ دو ورنہ دوبارہ بلیک پرنس تمہاری مدد کو نہ پہنچ سکے گا''۔۔۔۔ نائلہ نے کہا۔

''بلیک پرنس''۔۔۔۔ سرسلطان اور عمران دونوں یہ لفظ سنتے ہی چونک پڑے۔

''ہاں۔ اس نے یہی کہا تھا اور اس نے کہا کہ سرسلطان کو میرا سلام دینا اور انہیں کہنا کہ وہ بلیک پرنس کی بات مان جائیں۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ انہیں کوئی بہت بڑا صدمہ اٹھانا پڑے''۔۔۔۔ نائلہ جواب دیا۔

''پھر کیا ہوا''۔۔۔۔ سرسلطان نے پوچھا۔

''میں اپنی کار میں بیٹھ کر یہاں آ گئی''۔۔۔۔ نائلہ نے کہا۔

''اس بلیک پرنس کا حلیہ کیا تھا''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''وہ انتہائی قوی ہیکل آدمی تھا۔ اس نے سرخ پھولوں والی قمیض اور خاکی رنگ کی پتلون پہنی ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں خون کی طرح

سرخ تھیں۔ اس کے سر کے بال بالکل سفید تھے۔ چہرے پر ایک زخم کا لمبا سا نشان تھا۔ اس کی بڑی بڑی مونچھیں اور بھنویں بالکل سفید تھیں۔ اس کے چہرے پر عجیب قسم کی سرخی سی چھائی ہوئی تھی۔''۔۔۔۔ نائلہ نے تفصیل سے بلیک پرنس کا حلیہ بتاتے ہوئے کہا۔

''اس کی کار کا نمبر دیکھا تھا۔''۔۔۔۔ عمران نے دلچسپی سے پوچھا۔

''اس کی کار پر کوئی نمبر پلیٹ نہ تھی۔ البتہ ماڈل بالکل نیا تھا۔ گرے رنگ کی کار تھی۔''۔۔۔۔ نائلہ نے جواب دیا۔

''اچھا اب اس نوجوان کا حلیہ بتاؤ جو تمہیں اغوا کر کے لے گیا تھا۔''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''وہ بھی قوی ہیکل نوجوان تھا اور غیر ملکی لگتا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے یورپ کے کسی علاقے کا باشندہ ہو۔ اس کا ساتھی بھی غیر ملکی تھا'' اور پھر نائلہ نے تفصیل سے ان دونوں کا حلیہ بھی بتا دیا۔

''ٹھیک ہے اب تم جاؤ۔ اور سنو کچھ عرصہ کے لئے تمہارا گھر سے نکلنا بند۔ ہو سکتا ہے مجرم دوبارہ حملہ کریں۔''۔۔۔۔ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا اور نائلہ سر جھکائے اٹھ کر کمرے سے چلی گئی۔

''میرا خیال ہے کہ اس وقت ملک میں مجرموں کے دو گروہ کام کر رہے ہیں۔ ان میں سے ایک بلیک پرنس ہے جبکہ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے نائلہ کو اغوا کیا تھا۔''۔۔۔۔ عمران نے نائلہ کے جانے کے بعد کہا۔

''ہاں۔ معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔''۔۔۔۔ سر سلطان نے کہا۔ چونکہ نائلہ کے گھر خیریت سے آنے سے وہ مطمئن ہو گئے تھے۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا۔ میز پر پڑے ہوئے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ اور سر سلطان نے چونک کر رسیور اٹھا لیا۔

''یس سلطان سپیکنگ۔''۔۔۔۔ سر سلطان نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔ مگر دوسرے لمحے دوسری طرف سے آنے والی آواز سنتے ہی وہ حیرت سے اچھل پڑے اور عمران چونک کر انہیں دیکھنے لگا۔

سر سلطان چند لمحے بات سنتے رہے۔ ہر لمحے ان کے چہرہ رنگ بدلتا چلا جا رہا تھا۔ اور پھر انہوں نے ایک جھٹکے سے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''غضب ہو گیا۔ اتنی درندگی۔ میں اس کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔'' سر سلطان کے چہرے پر وحشت نمایاں تھی۔

''کیا ہوا۔''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

''نیو شاپنگ سنٹر میں مشین گن سے گولیاں برسائی گئی ہیں۔ ایک اندازے کے مطابق پانچ سو افراد ہلاک اور دو ہزار کے قریب شدید زخمی ہو گئے ہیں۔''۔۔۔۔ سر سلطان نے جواب دیا۔

''اوہ۔ اس قدر درندگی۔''۔۔۔۔ عمران کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہو گیا۔

''آؤ میرے ساتھ چلو۔ صدر مملکت بھی وہاں پہنچنے والے ہیں۔'' سر سلطان نے کہا اور عمران اٹھ کھڑا ہوا۔ اس قدر بھیانک درندگی نے

اس کے ذہن پر بھی شدید اثر ڈالا تھا۔ اس لئے اس کے چہرے پر موجود ازلی حماقت کی نقاب غائب ہوگئی تھی اور اب وہاں چٹانوں جیسی سنجیدگی تھی۔ اور پھر وہ سر سلطان کے پیچھے چلتا ہوا ڈرائینگ روم سے باہر آ گیا۔

سلیمان بڑے اطمینان سے رات کا کھانا تیار کرنے میں مصروف تھا۔ اس کے لبوں پر گنگناہٹ تھی اور وہ ایک بڑے سے سٹول پر بیٹھا پریشر ککر کے ڈائل پر نظریں جمائے ہوئے تھا کہ اچانک اس کے کانوں میں ڈور بیل کی آواز پڑی۔

''اوہ صاحب آ گئے۔'' ــــــ سلیمان نے چونک کر کہا اور پھر تیزی سے اٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا۔ ایک قوی ہیکل اور سخت چہرے والے نوجوان کو دروازے پر دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔

''علی عمران صاحب ہیں۔'' ــــــ نوجوان نے نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں۔ وہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔'' ــــــ سلیمان نے سپاٹ لہجے میں کہا اور پھر دروازہ بند کرنے لگا۔ مگر نوجوان دروازہ دھکیل کر اندر آ گیا۔

’’میں ان کا انتظار کروں گا۔‘‘ ــــــ نوجوان نے اندر آ کر کہا۔

’’صاحب کا کوئی پتہ نہیں کس وقت آئیں۔ اس لئے آپ بعد میں ٹیلی فون کر کے پوچھ لیں۔‘‘ ــــــ سلیمان نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔

’’تم ان کے ملازم ہو۔‘‘ ــــــ نوجوان نے بڑے اطمینان سے ڈرائینگ روم میں آ کر ایک صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

’’ہاں۔‘‘ ــــــ سلیمان نے سخت لہجے میں کہا۔ اسے پریشر ککر کی فکر تھی کہ اگر اسے دیر ہوگئی تو سالن جل جائے گا۔ اس لئے وہ جلد از جلد اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا۔

’’کیا تمہارے صاحب یہاں اکیلے رہتے ہیں۔‘‘ ــــــ نوجوان نے پوچھا۔

’’جناب یہ انکوائری آفس نہیں ہے۔ آپ اب یہاں سے چلتے پھرتے نظر آئیں۔ میں نے باورچی خانے جانا ہے۔‘‘ ــــــ سلیمان سے ضبط نہ ہو سکا تو وہ پھٹ پڑا۔

’’اچھا ٹھیک ہے۔‘‘ ــــــ نوجوان نے اٹھتے ہوئے کہا اور سلیمان کے تنے ہوئے کندھے خود بخود ڈھیلے پڑ گئے۔ مگر دوسرے لمحے ایک زوردار طمانچے سے ڈرائینگ روم گونج اٹھا۔ نوجوان کا ہاتھ پوری قوت سے گھوما تھا اور سلیمان اچھل کر دروازے سے جا ٹکرایا۔

’’کتے کے بچے بدتمیزی کرتے ہو۔ کھڑے ہو جاؤ۔‘‘ ــــــ نوجوان نے انتہائی درشت لہجے میں کہا۔ اور پھر جب سلیمان اپنی گال پر ہاتھ

رکھے اٹھا تو اس نے نوجوان کے ہاتھوں میں ایک تیز دھار خنجر دیکھا۔

’’م۔ میں۔ تو آپ کو۔‘‘ ــــــ سلیمان نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

’’خبردار۔ اگر کوئی آواز نکالی تو خنجر سیدھا دل میں پیوست ہو جائے گا۔ بتاؤ عمران کہاں ہے اور کس وقت واپس آئے گا۔‘‘ ــــــ نوجوان نے غراتے ہوئے کہا۔

’’مجھے نہیں معلوم۔ صاحب مجھے بتا کر نہیں جاتے۔‘‘ ــــــ سلیمان نے جواب دیا۔

’’ہوں۔ تمہاری موت تمہارے سر پر منڈلا رہی ہے۔ دیوار کی طرف منہ کر لو۔‘‘ ــــــ نوجوان نے غصیلے لہجے میں کہا۔

’’صاحب میں صحیح۔‘‘ ــــــ سلیمان نے کچھ کہنا چاہا۔

’’میں کہتا ہوں دیوار کی طرف منہ کرو۔‘‘ ــــــ نوجوان نے خنجر لہراتے ہوئے اس کا فقرہ درمیان میں ہی کاٹ دیا۔ اور سلیمان نے فوراً منہ دیوار کی طرف کر لیا۔

نوجوان نے بڑی پھرتی سے جیب سے نائلون کی رسی کا ایک گچھا نکالا اور پھر اس نے اتنی پھرتی سے سلیمان کے دونوں ہاتھ اس کی پشت پر کر کے باندھ دیئے کہ سلیمان بھی حیران رہ گیا۔ پھر اس نے رسی سے سلیمان کے دونوں پیر باندھے اور پھر اسے دھکا دے کر پشت کے بل فرش پر گرا دیا۔

’’م۔ میں درست کہہ رہا ہوں۔ آپ یقین کریں۔‘‘ ــــــ سلیمان نے تقریباً گھگھیاتے ہوئے کہا۔ مگر نوجوان پھرتی سے مڑا اور اس نے

بیرونی دروازے کی چٹخنی لگا دی۔ اور جیب سے خنجر نکال کر وہ سلیمان کی طرف بڑھا اور اس کے قریب بڑے اطمینان سے فرش پر بیٹھ گیا۔

''سنو۔ میرے دل پر کسی کی چیخ و پکار کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ میں بے حد ٹھنڈے مزاج کا آدمی ہوں۔ میں تمہیں زیادہ سے زیادہ ایک منٹ کی مہلت دے سکتا ہوں کہ تم عمران کے متعلق پوری تفصیل بتا دو۔ ورنہ ایک منٹ بعد بڑی نفاست سے تمہاری ناک پر چڑھی ہوئی کھال اتار دوں گا۔''_____نوجوان نے سخت لہجے میں سلیمان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''م۔ مجھے معلوم نہیں۔''_____سلیمان نے انتہائی خوف زدہ لہجے میں کہا تو نوجوان ایک لمحے تک بغور سلیمان کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ پھر اس نے خنجر والا ہاتھ بلند کیا اور اس کا دوسرا ہاتھ تیزی سے سلیمان کے منہ پر مضبوطی سے جم گیا۔ سلیمان کی آنکھیں خوف کی شدت سے پھٹنے کے قریب ہو گئی تھیں۔ اس نے ادھر ادھر سر مارنے کی کوشش کی مگر نوجوان نے اسے اس قدر مضبوطی سے پکڑا تھا کہ وہ اپنا سر تک نہ ہلا سکا تھا۔ دوسرے لمحے نوجوان نے خنجر کی مدد سے سلیمان کی ناک کی کھال کاٹنی شروع کر دی۔ سلیمان کا جسم بری طرح کانپا اور تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اسی لمحے نوجوان نے اپنا ہاتھ ہٹا لیا۔

''اب بتاؤ۔ ورنہ دوسری بار اس وقت ہاتھ ہٹاؤں گا جب تمہاری ناک کی ہڈی سے تمام کھال صاف ہو چکی ہو گی۔''_____نوجوان نے

پھنکارتے ہوئے کہا۔

''س۔ صاحب۔ یہاں سے ٹونی بار گئے تھے۔ اور ان کی واپسی کا کوئی پتہ نہیں ہے۔''_____سلیمان نے بڑی مشکل سے چیخ روکتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔ اس بار تم نے سچ بولا ہے۔''_____نوجوان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے خنجر کو اس کے لباس سے پونچھ کر اپنی جیب میں رکھا اور پھر پوری قوت سے اس کی کنپٹی پر مکا جڑ دیا۔ سلیمان کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخ نکلی اور دوسرے لمحے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ نوجوان نے سلیمان کو اچھی طرح ہلا جلا کر دیکھا اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ وہ واقعی بے ہوش ہو چکا ہے تو اس نے اسے اٹھا کر صوفے کے پیچھے ڈال دیا اور خود تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

اب اس کی نظریں ڈرائنگ روم کا جائزہ لے رہی تھیں۔ پھر اس کی نظریں دروازے کے ساتھ پڑے ہوئے ربڑ کے پائیدان پر جم گئیں۔ اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک سنہرے رنگ کی پتلی سی چپٹی باہر نکال لی۔ اس نے ربڑ کا پائیدان اٹھایا اور چپٹی اس کے نیچے رکھ دی۔ چپٹی رکھنے سے پہلے اس نے اس کے اوپر لگے ہوئے ایک چھوٹے سے بٹن کو مخصوص انداز میں گھمایا۔ اب وہ ایک خطرناک بم کی صورت اختیار کر گئی تھی۔ جیسے ہی کسی کا پیر پائیدان کے اوپر پڑے گا بم پھٹ جائے گا اور پائیدان پر قدم رکھنے والے کے چیتھڑے اڑ جائیں گے۔

بم پائیدان کے نیچے رکھنے کے بعد اس نے تیزی سے فلیٹ کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ وہ سب کام انتہائی پھرتی سے کر رہا تھا۔ اس لئے وہ دس منٹ سے بھی کم عرصے میں فارغ ہو گیا۔

فلیٹ سے نوجوان کو کوئی کام کی چیز نہ ملی تھی۔ اس نے سر ہلایا اور پھر پائیدان سے پیر بچا کر وہ بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازے کی چٹخنی کھولی اور پھر باہر نکل آیا۔ فلیٹ کی سیڑھیاں اتر کر وہ تیزی سے سڑک پر پہنچا اور پھر تھوڑی دور اندھیرے میں کھڑی ہوئی کار میں سوار ہو کر آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے پر اطمینان تھا۔ اسے یقین تھا کہ جیسے ہی عمران فلیٹ میں داخل ہو گا اس کا پیر یقیناً پائیدان پر پڑے گا اور پھر اس کے چیتھڑے اڑ جائیں گے اور اس طرح بلیو ڈیول کا مشن پورا ہو جائے گا۔

جوزف نے بڑے اطمینان سے انجن بند کر کے چابی باہر نکالی تھی۔ اور اسی لمحے تیز دھار خنجر کی نوک اس کی گردن سے چبھنے لگی۔

''دروازہ کھول کر باہر نکل آؤ۔'' ــــــ گرین ڈیول نے انتہائی سخت لہجے میں کہا اور پھر وہ خود جھپٹ کر پچھلا دروازہ کھول کر باہر آ گیا۔

جوزف نے اطمینان سے ہینڈل پر دباؤ ڈالا اور پھر دروازہ کھول کر باہر آ گیا اور اسی لمحے اس کا ہاتھ تیزی سے حرکت میں آیا اور گرین ڈیول کے اس ہاتھ پر جس میں اس نے خنجر تھام رکھا تھا پوری قوت سے ضرب لگی اور خنجر گرین ڈیول کے ہاتھوں سے نکل کر دور جا گرا۔

خنجر ہاتھ سے نکلتے ہی گرین ڈیول نے اچھل کر جوزف کی ناک پر ٹکر مارنی چاہی مگر جوزف نے تیزی سے اپنا سر نیچے کر لیا اور اس کا مکا اس بار ٹھیک گرین ڈیول کے دل پر پڑا اور گرین ڈیول اچھل کر پشت

کے بل زمین پر جا گرا۔ جوزف نے پھرتی سے ایک قدم آگے بڑھایا اور پھر فرش سے اٹھتے ہوئے گرین ڈیول کے چہرے پر اس کی لات پوری قوت سے پڑی اور گرین ڈیول کے حلق سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ جوزف نے دوسری بار لات مارنے کے لئے پیر اٹھایا مگر گرین ڈیول نے زمین پر لیٹے لیٹے دونوں ٹانگیں بجلی کی سی تیزی سے چلائیں اور اس کے دونوں پیروں کی ضرب جوزف کی رانوں کے درمیان پڑی اور جوزف تکلیف کی شدت سے دوہرا ہوتا چلا گیا۔

گرین ڈیول نے اسی لمحے موقع سے فائدہ اٹھایا اور وہ تیزی سے اچھل کر کھڑا ہو گیا اور پھر کا دوہتھڑ جوزف کی گردن کی پشت پر پوری قوت سے پڑا اور جوزف منہ کے بل فرش پر گرتا چلا گیا۔ اب گرین ڈیول نے اس پر لاتوں کی بارش شروع کر دی ۔ جوزف بڑی خاموشی سے فرش پر پڑا مار کھاتا رہا۔ شائد رانوں کے درمیان لگنے والی ضرب نے اس کے جسم کو مفلوج سا کر دیا تھا۔

مگر پھر اس نے تیزی سے کروٹ بدلی اور گرین ڈیول کی لات فضا میں گھومتی چلی گئی اور وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی وجہ سے اچھل کر فرش پر آ گرا۔ اسی لمحے جوزف نے پھرتی سے ایک بار پھر کروٹ بدلی اور اب وہ گرین ڈیول کے اوپر تھا۔ جوزف نے ایک لمحے کی دیر کئے بغیر پوری قوت سے جوڈو کا وار گرین ڈیول کی گردن پر کیا اور گرین ڈیول کے ہاتھ پیر سیدھے ہوتے چلے گئے۔ وہ ایک بار پھر بے ہوش چکا تھا۔

جوزف ہانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کا چہرہ غصے کی شدت سے بگڑ گیا تھا۔ اس نے جھک کر نیچے پڑے ہوئے گرین ڈیول کو اٹھایا اور پھر وہ رانا ہاؤس میں گھستا چلا گیا۔ وہ اسے لئے ہوئے رانا ہاؤس کے نیچے بنے ہوئے تہہ خانے میں آ گیا۔ اور پھر اس نے اسے ایک میز پر لٹا کر میز کے ساتھ لگی ہوئی بیلٹوں کی مدد سے اس کے جسم کو مضبوطی سے باندھ دیا۔

گرین ڈیول کو اچھی طرح باندھنے کے بعد جوزف دوبارہ کار کے پاس پہنچا جہاں گرین ڈیول کا خنجر گرا پڑا تھا۔ اس نے خنجر اٹھایا اور اب اس کا رخ ایک بار پھر تہہ خانے کی طرف تھا۔ اس کے چہرے پر سفاکی اور درندگی جیسے ثبت ہو کر رہ گئی تھی۔ جوزف جب تہہ خانے میں پہنچا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ گرین ڈیول ہوش میں آ چکا تھا۔ حالانکہ جتنی قوت سے جوزف نے اس کی گردن پر وار کیا تھا اس لحاظ سے تو اسے کم از کم دو گھنٹوں بعد ہوش میں آنا چاہیے تھا مگر شائد گرین ڈیول میں قوت برداشت کچھ ضرورت سے زیادہ ہی تھی۔

''تو تمہیں ہوش آ گیا''۔۔۔۔۔ جوزف نے اس کے قریب پہنچتے ہوئے کہا۔

''تم کیا چاہتے ہو''۔۔۔۔۔ گرین ڈیول نے کسمساتے ہوئے جواب دیا۔

''تم یہاں کی سیکرٹ سروس کے متعلق تفصیلات کیوں پوچھ رہے تھے''۔۔۔۔۔ جوزف نے پوچھا۔

"کیوں۔ کیا تمہارا تعلق سیکرٹ سروس سے ہے۔" ——— گرین ڈیول نے چونک کر پوچھا۔

"میرے سوالوں کے جواب دو۔" ——— جوزف نے سخت لہجے میں کہا۔

"میں تمہارے کسی بھی سوال کا جواب نہیں دوں گا۔ تم سے جو ہو سکتا ہے کر لو۔ اور اگر تم بھی مجرم ہو تو پھر مجھے کھول دو۔ ہم دونوں آپس میں معلومات کا تبادلہ کر سکتے ہیں۔" ——— گرین ڈیول نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔ میں دیکھوں گا کہ تم میں قوت برداشت کتنی ہے۔" جوزف نے کہا اور پھر خنجر لے کر وہ گرین ڈیول کے سر پر کھڑا ہو گیا۔

دوسرے لمحے جوزف کا خنجر والا ہاتھ بلند ہوا اور گرین ڈیول کے حلق سے بے اختیار چیخیں نکل گئیں۔ جوزف نے آدھا خنجر اس کی دائیں آنکھ میں پیوست کر دیا تھا۔ اور پھر گرین ڈیول تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو گیا۔

جوزف نے بڑے اطمینان سے خنجر کھینچا اور پھر گرین ڈیول کے لباس سے اسے صاف کرنے لگا۔ گرین ڈیول کی آنکھ کا ڈھیلا پچک گیا اور اس میں سے مٹیالے رنگ کا مواد باہر نکلنے لگا۔ جوزف نے خنجر صاف کر کے پوری قوت سے گرین ڈیول کے منہ پر تھپڑ مارا اور پھر اس وقت تک وہ اسے تھپڑ مارتا رہا جب تک گرین ڈیول ہوش میں نہ آ گیا۔

"تم کمینے۔ ذلیل۔" ——— گرین ڈیول نے ہوش میں آتے ہی چیخ کر کہا۔

جوزف نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے خنجر کا ایک اور وار کیا اور گرین ڈیول کی آدھی ناک کٹ کر دور جا گری۔ گرین ڈیول کے منہ سے ایک اور چیخ نکل گئی۔ جوزف کا ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے دوبارہ فضا میں بلند ہوا اور گرین ڈیول کا داہنا گال درمیان سے کٹ کر دو حصوں میں تقسیم ہوتا چلا گیا۔ اور گرین ڈیول ایک بار پھر بے ہوش ہو گیا۔

جوزف نے اطمینان سے خنجر ایک طرف رکھا اور ایک بار پھر گرین ڈیول کے زخمی گال پر تھپڑوں کی بارش کر دی اور گرین ڈیول دوبارہ ہوش میں آ گیا اور جوزف نے قریب پڑا خنجر دوبارہ اٹھا لیا۔

"ٹھہرو۔ تم ظالم آدمی ہو۔ ٹھہرو میں سب کچھ بتا دوں گا۔" گرین ڈیول کی قوت مدافعت جیسے ختم ہو گئی۔

"بس شروع ہو جاؤ۔ میرا وقت بہت قیمتی ہے۔" ——— جوزف نے خنجر کو فضا میں لہراتے ہوئے کہا۔

"پانی۔ مجھے پانی پلاؤ۔" ——— گرین ڈیول نے کراہتے ہوئے کہا۔

"میں تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں کہ تمہیں پانی پلاتا پھروں۔ جو بکنا ہے جلدی سے بک دو۔" ——— جوزف نے سفاک لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"میرا تعلق بلیک ڈیول گروہ سے ہے۔ باس بلیک ڈیول نے میرے ذمہ یہاں کی سیکرٹ سروس کے متعلق تفصیلات حاصل کرنے کا کام لگایا ہے۔" گرین ڈیول نے جواب دیا۔

"اپنے مشن کا اصل مقصد بتاؤ۔" ——— جوزف نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ باس جانتا ہو گا۔" ——— گرین ڈیول نے جواب دیا۔

"تمہارا باس کہاں ملے گا۔" ——— جوزف نے پوچھا۔

"ہم نے آج تک اسے نہیں دیکھا۔ وہ ہم سے صرف ٹرانسمیٹر پر بات کرتا ہے۔" ——— گرین ڈیول نے جواب دیا۔

"وہ ٹرانسمیٹر کہاں ہے جس پر تم اس سے بات کرتے ہو۔" جوزف نے پوچھا۔

"وہ گولڈن ڈیول کے پاس ہے۔ گولڈن ڈیول ہوٹل شومرا کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں رہتا ہے۔" ——— گرین ڈیول نے جواب دیا۔

"تم کتنے ڈیول یہاں کام کر رہے ہو۔ اور ان کے ذمہ کیا کیا کام ہیں۔" ——— جوزف نے سوال کیا۔

"بس میں اور گولڈن ڈیول ہی فی الحال کام کر رہے ہیں۔" گرین ڈیول نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"دیکھو۔ سچ سچ بتا دو۔ مجھے جھوٹ اور سچ کے پرکھنے کی خداداد صلاحیت حاصل ہے۔" ——— جوزف نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" ——— گرین ڈیول نے بڑے مضبوط

لہجے میں کہا۔

"چلو میں مان لیتا ہوں مگر یہ خنجر نہیں مانے گا۔" ——— جوزف نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد کہا اور دوسرے لمحے اس کا خنجر والا ہاتھ فضا میں لہرایا اور تہہ خانہ ایک کربناک چیخ سے گونج اٹھا۔ خنجر بندھے ہوئے گرین ڈیول کے سینے میں دستے تک گھستا چلا گیا تھا۔ اور پھر چند لمحے تڑپنے کے بعد گرین ڈیول نے دم توڑ دیا۔

گرین ڈیول کے مرنے کا اطمینان کر کے جوزف نے اس کے جسم پر بندھی ہوئی بیلٹیں کھولیں اور پھر اس کی لاش کو اٹھا کر وہ تہہ خانے سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ اس طرف تھا جدھر عمارت کے نیچے بہنے والے بڑے گٹر کا دھانہ تھا۔ اس نے دھانہ کے قریب گرین ڈیول کو فرش پر پھینکا اور پھر دونوں ہاتھوں سے دھانے پر رکھا ہوا فولادی ڈھکن ایک جھٹکے سے اٹھا لیا۔ ڈھکن ایک طرف رکھنے کے بعد جوزف نے گرین ڈیول کی لاش کو اٹھا کر گٹر میں پھینکا اور اس کے بعد اس نے فولادی ڈھکن دوبارہ گٹر کے دھانے پر جما دیا۔

اس کے بعد وہ اطمینان سے ہاتھ جھاڑتا ہوا واپس تہہ خانے میں آیا اور اس نے بالٹی میں پانی لے کر میز کو دھونا شروع کر دیا جہاں گرین ڈیول کے خون کے چھینٹے موجود تھے۔

یہاں سے فارغ ہو کر وہ سیدھا ڈریسنگ روم میں آیا اور اس نے اپنا میک اپ اتارنا شروع کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ اپنی اصلی شکل اور لباس میں کھڑا تھا۔

تمام سامان اس نے الماری میں رکھا اور پھر ڈریسنگ روم سے باہر آ گیا۔ اسے شراب پیئے کافی دیر ہو گئی تھی اس لئے سب سے پہلے اس نے الماری سے شراب کی بوتل نکالی اور رانا ہاؤس کے برآمدے میں رکھی ہوئی کرسی پر بڑے اطمینان سے بیٹھ گیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ گرین ڈیول سے ملنے والی اطلاع بلیک زیرو کو منتقل کر دے یا خود ہی کام کرے۔ چند لمحے سوچنے کے بعد اس نے فیصلہ کر لیا کہ گرین ڈیول کے خلاف وہ خود ہی کام کرے گا۔ اس طرح وہ عمران پر یہ بھی ثابت کر سکتا ہے کہ اس میں سراغ رسانی کی بے پناہ صلاحیتیں موجود ہیں۔

شراب پیتے پیتے اس نے گھڑی دیکھی۔ ابھی بارہ بجنے میں تین گھنٹے باقی تھے۔ وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ اسے معلوم تھا کہ سیکرٹ سروس کے ممبران رات کو نیشنل پارک میں اس کا انتظار کریں گے جبکہ وہ اس دوران ہوٹل شومرا میں گولڈن ڈیول سے پوچھ گچھ کر رہا ہوگا۔ اسے خوشی تھی کہ اس نے ایک بڑے مجرم کا تیا پانچہ کر دیا ہے۔

رات کا اندھیرا خاصا گہرا ہو چکا تھا اور ہر طرف سکوت چھایا ہوا تھا۔ سیکرٹ سروس کے ریکارڈ روم کا انچارج ضیائی اپنے سٹڈی روم میں بیٹھا ایک ضخیم سی کتاب کے مطالعہ میں مصروف تھا۔ اس کے بچے آج کل باہر گئے ہوئے تھے اور وہ گھر میں ایک ملازم کے ساتھ اکیلا تھا۔ ملازم بھی قریبی میز پر دودھ کا گلاس رکھ کر سونے کے لئے اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔

ضیائی نے کتاب پڑھتے پڑھتے سر اٹھایا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کتاب بند کر کے اسے ایک ریک میں رکھا اور پھر قریبی میز پر پڑا ہوا دودھ کا گلاس اٹھا کر گھونٹ گھونٹ پینے لگا۔

دودھ پی کر اس نے جیسے ہی گلاس میز پر رکھا۔ اس کے کانوں میں ہلکی سی کھٹکے کی آواز پڑی تو وہ چونک پڑا۔ اسے ایسا محسوس ہوا جیسے کوئی دیوار سے نیچے کودا ہو۔ وہ تیزی سے اٹھا اور پھر کمرے کی پچھلی کھڑکی

کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے پردہ ہٹا کر غور سے کوٹھی کے عقبی سمت میں جھانکا۔ مگر وہاں ہر طرف خاموشی تھی۔

ضیائی چند لمحے خاموشی سے کھڑا دیکھتا رہا اور پھر واپس مڑ گیا۔ کوٹھی پر مکمل سکوت طاری تھا۔ اس لئے اس نے کھٹکے کی آواز کو اپنا وہم ہی سمجھا اور سٹڈی روم کی لائٹ بجھا کر وہ باہر برآمدے میں آیا اور پھر اپنی خواب گاہ کے دروازے کی طرف مڑتا چلا گیا۔ اس نے خواب گاہ کا دروازہ کھولا اور پھر اندر جا کر اس نے لائٹ جلائی مگر لائٹ جلتے ہی اس کے حلق سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ کیونکہ کمرے کے درمیان میں ایک نقاب پوش ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑا تھا۔

''اپنے ہاتھ اٹھا کر دیوار کی طرف کر لو۔''۔۔۔۔۔۔نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

''تت۔تم کیا چاہتے ہو''۔۔۔۔۔۔ضیائی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''جو کچھ میں چاہتا ہوں وہ میں نے تمہیں بتا دیا ہے۔ میری بات پر عمل نہ کرنے کی صورت میں گولی سیدھی دل میں گھس جائے گی۔'' نقاب پوش نے کرخت لہجے میں کہا۔

ضیائی خاموشی سے ہاتھ اٹھا کر دیوار کی طرف مڑتا چلا گیا۔ پھر جیسے ہی اس کا منہ دیوار کی طرف ہوا۔ اس کی کھوپڑی پر ریوالور کا دستہ پوری قوت سے لگا اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

نقاب پوش نے پھرتی سے آگے بڑھ کر گرتے ہوئے ضیائی کے جسم کو سنبھالا اور پھر اسے اٹھا کر بستر پر ڈال دیا۔ پھر اس نے جیب سے

رسیوں کا ایک گچھا نکالا اور بے ہوش پڑے ضیائی کے جسم کو باندھنے میں مصروف ہو گیا۔

ضیائی کو اچھی طرح باندھنے کے بعد اس نے ضیائی کی ناک ایک ہاتھ سے پکڑی اور دوسرے ہاتھ سے اس کا منہ بند کر لیا۔ دو منٹ بعد ضیائی کا جسم بستر پر تڑپنے لگا اور نقاب پوش نے اپنے ہاتھ ہٹا لئے۔ ضیائی اب ہوش میں آ چکا تھا اور پھٹی پھٹی نظروں سے نقاب پوش کو دیکھ رہا تھا۔

''سنو مسٹر ضیائی۔ مجھے معلوم ہے کہ تم سیکرٹ سروس کے چیف ریکارڈ کیپر ہو۔ اس لئے اگر تم اپنی جان بچانا چاہتے ہو تو خفیہ ریکارڈ روم کے متعلق پوری تفصیلات بتا دو۔ اس کا محل وقوع۔ تمام دفاعی نظام۔ اور خاص طور پر بلیو کراس فائل کے متعلق کہ وہ کہاں موجود ہے۔''۔۔۔۔۔۔نقاب پوش نے گھمبیر لہجے میں ضیائی سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا خفیہ ریکارڈ روم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور نہ ہی میں آج تک وہاں گیا ہوں۔ اس کا انچارج قاسم علی ہے۔''۔۔۔۔۔۔ضیائی نے تیز لہجے میں جواب دیا۔

''مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کرو مسٹر۔ میں بہت خطرناک آدمی ہوں۔ مجھے تشدد پر مجبور نہ کرو۔ ورنہ میں پتھر کو بھی بولنے پر مجبور کر دیتا ہوں۔''۔۔۔۔۔۔نقاب پوش نے انتہائی کرخت لہجے میں کہا۔

''م۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔''۔۔۔۔۔۔ضیائی نے گھگھیائے ہوئے

لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔ تو گھی سیدھی انگلیوں سے نہیں نکلے گا۔''۔۔۔۔۔نقاب پوش نے کہا اور پھر اس نے ریوالور جیب میں ڈال لیا اور پتلون کا پائنچہ اوپر اٹھا کر پنڈلی کے ساتھ بندھا ہوا ایک تیز دھار خنجر نکال لیا۔ خنجر کی دھار بجلی کی روشنی میں جگمگا رہی تھی۔ ضیائی کی آنکھوں میں خوف کے تاثرات ابھر آئے۔

''م۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' ضیائی نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''فکر نہ کرو۔ تم ابھی فر فر سچ بولنے لگو گے۔''۔۔۔۔۔نقاب پوش نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا اور پھر اس نے ضیائی کے بندھے ہوئے ہاتھ کو پکڑا اور خنجر کی نوک اس کی انگلی اور ناخن کے درمیان پوری قوت سے گھسیڑ دی اور ضیائی نے بے اختیار چیخنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا مگر اسی لمحے نقاب پوش نے پھرتی سے ضیائی کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور ضیائی کی چیخ حلق میں ہی گھٹ کر رہ گئی۔ تکلیف کی شدت سے اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے۔

''خبردار۔ اگر اب چیخنے کی کوشش تو خنجر سینے میں گھونپ دوں گا۔'' نقاب پوش نے غراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے خنجر کی نوک اس کی دوسری انگلی کے ناخن میں گھسیڑ دی۔ اس بار ضیائی نے شدید تکلیف کے باوجود چیخ نہ ماری۔ البتہ اس کا پورا جسم پھڑ پھڑانے لگا تھا۔

''ہاں۔ اب تم حکم ماننے پر آمادہ ہو گئے ہو۔ اس بار اگر تم نے

انکار کیا تو تمہارا ناخن جڑ سے اکھیڑ دوں گا۔''۔۔۔۔۔نقاب پوش نے سخت لہجے میں کہا۔

''ب۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔ مجھے چھوڑ دو۔''۔۔۔۔۔ضیائی نے اٹکتے ہوئے لہجے میں کہا اور نقاب پوش نے ہاتھ روک لیا۔

اور پھر ضیائی نے تفصیل سے خفیہ ریکارڈ روم کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔ نقاب پوش خاموش بیٹھا سنتا رہا پھر اس نے دو تین سوال اور پوچھے تو ضیائی نے ان کا جواب بھی دے دیا۔ جب ضیائی خاموش ہوا تو نقاب پوش اٹھ کھڑا ہوا۔

''ٹھیک ہے مسٹر ضیائی۔ تم نے میرے ساتھ تعاون کیا ہے تو میں بھی تمہارے ساتھ تعاون کروں گا اور تمہیں جان نکلتے وقت قطعاً تکلیف نہ ہونے دوں گا۔''۔۔۔۔۔نقاب پوش نے کہا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ فضا میں بلند ہوا اور تیز دھار خنجر پوری قوت سے ضیائی کے سینے میں گھستا چلا گیا۔ چونکہ نقاب پوش نے خاص طور پر ضیائی کے دل کا نشانہ لیا تھا اس لئے ضیائی کے حلق سے چیخ تک نہ نکل سکی اور اس کی آنکھیں چند لمحوں بعد ہی بے نور ہو گئیں۔

نقاب پوش نے بڑے اطمینان سے خنجر واپس کھینچا اور پھر اسے ضیائی کے لباس سے صاف کر کے دوبارہ پنڈلی سے باندھ لیا۔ پھر اس نے ضیائی کے جسم کو رسیوں سے آزاد کیا اور رسی لپیٹ کر جیب میں ڈال لی۔ اس کے بعد اس نے ضیائی کی لاش کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور کمرے کی لائٹ بند کر کے باہر آ گیا۔

برآمدے سے گزر کر وہ خاموشی سے کوٹھی کے عقب کی طرف آیا اور پھر اس نے دیوار کے ساتھ لگی ہوئی ایک رسی کی سیڑھی کو ہاتھ سے ٹٹولا اور دوسرے لمحے وہ لاش سمیت دیوار پر چڑھتا چلا گیا۔

دیوار کی دوسری طرف بھی رسی کی سیڑھی لٹکی ہوئی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے نیچے اترا اور پھر اس نے ایک ہاتھ سے سیڑھی کو مخصوص انداز میں جھٹکا دیا اور پھر سیڑھی کو کھینچنے لگا۔ چند لمحوں بعد سیڑھی کو لپیٹ کر اس نے ہاتھ میں پکڑا اور تیزی سے آگے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

تھوڑی دور ہی ایک درخت کے نیچے اس کی سیاہ رنگ کی کار موجود تھی۔ اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھول کر ضیائی کی لاش کو پچھلی سیٹ پر پھینکا اور رسی کی سیڑھی کو بھی اندر پھینک کر اس نے دروازہ بند کیا اور پھرتی سے اپنا کوٹ اتار کر اگلی سیٹ پر پھینک دیا۔ چہرے سے نقاب اتار کر اس نے جیب میں ڈالا اور پھر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ مختلف سڑکوں سے گزرتے ہوئے وہ شہر سے باہر جانے والی ایک ایسی سڑک پر آ گیا جو دن کے وقت بھی اکثر سنسان ہی رہتی ہے اور ظاہر ہے کہ آدھی رات کے وقت وہاں سے کسی گاڑی کے گزرنے کا احتمال بھی نہ تھا۔

ایک جگہ نقاب پوش نے گاڑی روکی اور نیچے اتر کر ضیائی کی لاش کو کھینچ کر عین سڑک کے درمیان ڈال دیا۔ اور پھر دوبارہ کار میں آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے کار کو کافی آگے لے جا کر موڑا اور پھر اس نے

ایکسیلیٹر دبا دیا اور گاڑی طوفان کی طرح دوڑتی ہوئی آگے بڑھی اور پھر سڑک پر پڑی ہوئی ضیائی کی لاش کو کچلتی ہوئی آگے بڑھتی چلی گئی۔

نقاب پوش نے اگلے موڑ سے گاڑی کو شہر کی طرف موڑا اور پھر مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد اس نے ہوٹل شومرا کے پارکنگ میں جا کر گاڑی روک دی۔ نیچے اتر کر اس نے بڑے اطمینان سے کوٹ اٹھا کر سیٹ پر پڑے ہوئے اخبار میں لپیٹا اور پھر بڑے مطمئن انداز میں چلتا ہوا ہوٹل کے مین گیٹ میں داخل ہو گیا۔

لفٹ سے ہوتا ہوا وہ دوسری منزل پر پہنچا اور پھر سیدھا کمرہ نمبر ایک سو بارہ کے دروازے پر جا رکا۔ اس نے جیب سے چابی نکالی اور تالے میں گھما کر دروازے کو آہستہ سے دھکیل دیا۔ اور پھر جیسے ہی اس کا ہاتھ بجلی کے بٹن کی طرف بڑھا۔ اچانک اس کا جسم بری طرح ڈولا اور پھر اس کے پیر زمین سے اٹھتے چلے گئے۔ دوسرے لمحے اس کا جسم اچھل کر قریب پڑے ہوئے بستر پر جا گرا۔

اسی لمحے چٹ کی آواز ابھری اور کمرہ روشن ہو گیا۔ دروازے کے قریب جوزف ہاتھ میں ریوالور لئے کھڑا مسکرا رہا تھا۔ اس وقت وہ اپنے اصل حلیئے میں تھا۔ بستر پر پڑا ہوا نقاب پوش اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''اٹھ کر کھڑے ہو جاؤ گولڈن ڈیول ۔ اگر تم نے کوئی غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو یہ سوچ کر کرنا کہ میرا نشانہ اتنا سچا ہے کہ میں اڑتی ہوئی چڑیا کو پر ہلانے کی بھی مہلت تک نہیں دیتا'' ـــــــ جوزف،

نے کرخت لہجے میں کہا۔

''کون ہو تم۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے اپنے آپ کو سنبھالتے ہوئے کہا۔ وہ بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی تیز نظریں جوزف پر جمی ہوئی تھیں۔

''میرا نام بلیک پرنس ہے۔ اور یہ سن لو کہ تمہارا ساتھی گرین ڈیول میرے ہاتھوں انجام کو پہنچ چکا ہے۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

''گرین ڈیول۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول گرین ڈیول کا نام سن کر بری طرح چونک پڑا۔

''ہاں گرین ڈیول۔ اس نے بھی میرے سامنے سچ بولنے سے انکار کر دیا تھا۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''تم کیا چاہتے ہو۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے کچھ لمحے خاموش رہنے کے بعد پوچھا۔ گرین ڈیول کی موت کی خبر سن کر اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔

''صرف اتنا بتا دو کہ تمہارا باس بلیک ڈیول کہاں مل سکتا ہے؟ اور اس ملک میں تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے پوچھا۔

''کیا تمہارا تعلق یہاں کی سیکرٹ سروس سے ہے۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے پوچھا۔

''نہیں۔ میں بھی تمہاری طرح ایک مجرم ہوں۔ مگر جب مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ بھی یہاں موجود ہو تو میں نے فیصلہ کر لیا کہ ایک

وقت میں ایک ہی گروہ کام کر سکتا ہے۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

''دیکھو بلیک پرنس۔ آپس میں لڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم آپس میں تعاون کریں اور اپنا اپنا مشن پورا کر کے یہاں سے چلے جائیں۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''مگر مجھے کیسے یقین آئے گا کہ تم مجھ سے تعاون پر آمادہ ہو جبکہ میں نے تمہارے ایک ساتھی کا خاتمہ بھی کر دیا ہے۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے بھی چند لمحوں کی خاموشی کے بعد کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ ہم لوگ تو ہر وقت مرنے کے لئے تیار ہی رہتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے بڑے اطمینان بھرے لہجے میں کہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

''آؤ بلیک پرنس بیٹھ جاؤ۔ میں ابھی اپنے باس سے تمہاری بات کراتا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ ہمارے درمیان معاملات درست طور پر طے پا جائیں گے۔''۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے مسکراتے ہوئے کہا۔

جوزف نے بھی جواب میں مسکراتے ہوئے ریوالور جیب میں رکھا اور پھر گولڈن ڈیول کے کہنے کے مطابق وہ سامنے پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ کرسی کمرے کے دوسرے فرنیچر سے بالکل مختلف تھی اور سٹیل کی بنی ہوئی تھی۔

جوزف کرسی پر بیٹھتے ہوئے سوچ رہا تھا کہ اگر یہ لوگ اس کو اپنے

ساتھ شامل کر لیں تو وہ بڑی آسانی سے ان کے پورے گروہ کا قلع قمع کر سکتا ہے۔

جیسے ہی جوزف کرسی پر بیٹھا گولڈن ڈیول نے قریبی میز پر پڑے ہوئے ایک چھوٹے سے آلے کو اٹھایا اور پھر اس کا بٹن دبا دیا۔ اور پھر اس کے حلق سے بے اختیار ایک قہقہہ نکلا اور جوزف چونک پڑا۔ مگر دوسرے لمحے اسے جب یہ احساس ہوا کہ اب وہ حرکت کرنے سے معذور ہو چکا ہے تو جوزف کی آنکھوں میں بے اختیار غصہ جھلک آیا۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے۔''۔۔۔۔۔۔ جوزف نے غراتے ہوئے کہا۔

''بدتمیزی نہیں مسٹر بلیک پرنس۔ بلکہ عین تمیز ہے۔ یہ کرسی میگنٹ سسٹم کے تحت بنائی گئی ہے۔ اب جب تک میں نہ چاہوں تم اس کرسی سے یوں ہی چپٹے رہو گے اور اب میں تم سے گرین ڈیول کی موت کا بھرپور انتقام لوں گا۔''۔۔۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے بڑے طنزیہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔ اور جوزف نے غصے سے ہونٹ بھینچ لئے۔

عمران نیو شاپنگ سنٹر سے واپسی پر سیدھا اپنے فلیٹ پر آیا تو اس نے اپنے فلیٹ کا دروازہ کھلا دیکھا۔ وہ ایک لمحے کے لئے ٹھٹھک گیا کیونکہ ایسا معمول کے خلاف تھا۔ سلیمان ہمیشہ دروازہ اندر سے بند رکھتا تھا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالا اور پھر آہستہ سے دروازے کو دھکا دیا۔ اسی لمحے اس کے کانوں میں سلیمان کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔

''سلیمان۔ سلیمان۔''۔۔۔۔۔۔ عمران نے دروازے سے ہی ہانک لگائی۔

''م۔ مجھے رسیوں سے آزاد کرائیں صاحب۔ میں یہاں صوفے کے پیچھے بندھا پڑا ہوں۔''۔۔۔۔۔۔ سلیمان نے کراہتے ہوئے جواب دیا۔

عمران نے قدم اندر رکھا۔ اس کی تیز نظریں ادھر ادھر کا جائزہ لے رہی تھیں اور جب اس نے کمرے میں کسی کو نہ دیکھا تو وہ تیزی سے

آگے بڑھا مگر دوسرے لمحے اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی سائے نے اس پر چھلانگ لگا دی ہے۔ اور وہ اچھل کر دیوار کے ساتھ جا لگا مگر پھر جب اس کی نظریں دروازے سے نکلتی ہوئی سفید رنگ کی بلی پر پڑیں تو وہ ایک طویل سانس لے کر بے اختیار مسکرا دیا۔

اور پھر اس نے ہاتھ بڑھا کر لائٹ جلا دی۔ اور تیزی سے آگے بڑھتا ہوا صوفے کی طرف آ گیا۔ بلی کی اچانک چھلانگ کی وجہ سے اس کا پیر پائیدان پر نہ پڑا تھا ورنہ شائد اب تک اس کی روح عالم بالا تک پہنچ چکی ہوتی۔

عمران نے صوفے کے پیچھے جھانک کر دیکھا تو اس نے سلیمان کو وہاں رسیوں سے بندھا ہوا زخمی حالت میں پایا۔ اس نے صوفے کو ہٹایا اور پھر سلیمان کو اٹھا کر صوفے پر ڈال دیا۔ سلیمان کا رنگ زرد پڑا ہوا تھا۔ اس کی ناک کی کھال ایک جگہ سے اڑی ہوئی تھی اور ناک سوج کر کپا بن چکی تھی۔

عمران نے سلیمان کو رسیوں سے آزاد کیا اور پھر ریفریجریٹر سے پانی نکال کر اسے پلایا تو سلیمان کے ہوش ٹھکانے آئے۔

''کیا ہوا تھا سلیمان۔'' ـــــ عمران نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

اور سلیمان نے اس نوجوان کی آمد سے لے کر اب تک کی سب باتیں تفصیل سے بتا دیں۔

''ہوں۔۔'' ـــــ عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے ایک الماری کے خفیہ خانے سے جدید ترین گائیگر

لیا۔ اسے خیال آیا تھا کہ شائد مجرم یہاں کوئی ڈکٹا فون نہ لگا گئے ہوں۔ گائیگر کو آن کر کے اس نے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔

اور پھر جیسے ہی گائیگر اس پائیدان کے قریب پہنچا۔ اس میں سے ٹوں ٹوں کی آوازیں نکلنے لگیں اور عمران بے اختیار مسکرا دیا۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ جیسے جیسے گائیگر پائیدان کے قریب ہوتا جا رہا تھا۔ اس کی آواز بلند ہوتی چلی جا رہی تھی۔ عمران سمجھ گیا کہ ڈکٹا فون اس پائیدان کے نیچے لگایا گیا ہے۔ چنانچہ اس نے گائیگر بند کر کے ایک طرف رکھا اور پھر بڑی احتیاط سے اس نے پائیدان کو ایک کونے سے پکڑ کر اٹھایا۔ دوسرے لمحے وہ یوں اچھلا جیسے اس کے سر پر قیامت ٹوٹ پڑی ہو۔ پائیدان کے نیچے رکھی ہوئی سنہرے رنگ کی چپٹی اسے صاف نظر آ رہی تھی۔ یہ خوفناک اور جدید ترین ساخت کا بم تھا۔ اور عمران نے حال ہی میں ایک ملک کی فوجی نمائش میں اس قسم کے بم دیکھے تھے۔

عمران نے بڑی احتیاط سے اس چپٹی کو اٹھایا اور پھر اس کے اوپر لگے ہوئے بٹن کو مخصوص انداز میں گھما دیا۔ اب یہ بم بے ضرر ہو چکا تھا۔ اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے پائیدان واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ بلی اچانک باہر جانے کے لئے اس پر چھلانگ نہ لگاتی تو وہ حسب معمول پیر اس پائیدان پر رکھ دیتا اور پھر جو کچھ ہوتا۔ اس کا تصور ہی لرزا دینے والا تھا۔ آج قدرت نے اس کی مدد کی تھی ورنہ مجرموں نے انتہائی ذہانت سے اس کی موت کا جال پھیلایا تھا۔ عمران نے پلٹ کر دروازہ بند کیا اور پھر سب سے پہلے اس

نے سلیمان کی زخمی ناک کی بینڈیج کی اور پھر اسے درد اور سوجن کی دوا دے کر اس نے اسے جانے کی ہدایت کی۔

سلیمان کے جانے کے بعد عمران صوفے پر بیٹھ کر سوچنے لگا کہ مجرموں نے اس بار انتہائی تیزی سے کام شروع کیا ہے اور مسلسل حملے کئے جا رہے ہیں جبکہ عمران اور سیکرٹ سروس ابھی تک بے دست و پا بنی بیٹھی ہے۔

عمران کے خیال کے مطابق اس وقت مجرموں کے دو گروہ مصروف کار تھے اور اسے بیک وقت ان دونوں سے نپٹنا تھا۔

آج نیو شاپنگ سنٹر میں مجرموں نے جس درندگی کا مظاہرہ کیا تھا۔ اس نے عمران جیسے آدمی کو بھی ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اس قدر ہولناک قتل و غارت کا تو وہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا۔ اور پھر جب سر سلطان نے اسے بتایا کہ بلیک پرنس نے پہلے ہی روز اس قتل و غارت کی پیشین گوئی کی تھی تو عمران کے دل میں بلیک پرنس کے خلاف شدید نفرت کے جذبات ابھر آئے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ بلیک پرنس کا کردار عجیب وغریب ہے۔ ادھر وہ اس قدر قتل و غارت کرتا ہے جبکہ دوسری طرف وہ سر سلطان کی بیٹی کو واپس بھیجتے وقت نصیحتیں کرتا ہے کہ وہ آوارگی چھوڑ دے۔ یہ عجیب وغریب قسم کا تضاد تھا۔

وہ کافی دیر صوفے پر بیٹھا سوچتا رہا۔ پھر ایک خیال آتے ہی وہ اپنے مخصوص نیلے فون کی طرف آیا اور اس نے اس کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں دوسری طرف سے

رسیور اٹھا لیا گیا۔

"یس ایکسٹو سپیکنگ۔" ——— ایکسٹو کی مخصوص بھرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں۔" ——— عمران نے بڑے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"اوہ عمران صاحب۔ یہ نیو شاپنگ سنٹر والی واردات کتنی خوفناک واردات تھی۔ میرا تو اس جگہ کا تصور کر کے ہی دل کانپ رہا ہے۔" بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ہاں طاہر۔ واقعی انتہائی خوفناک واردات ہے۔ مجرم تو انتہائی تیز رفتاری سے کام کر رہے ہیں جبکہ ہم ابھی تک ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے ہیں۔" ——— عمران نے کہا۔

"مگر جناب ہمارے پاس آگے بڑھنے کے لئے کوئی کلیو بھی تو نہیں۔" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"ایک کلیو ہے تو سہی۔" ——— اچانک عمران نے چونکتے ہوئے کہا۔ اسے اس فارم ہاؤس کا خیال آ گیا جہاں نائلہ کو اغوا کر کے لے جایا گیا تھا اور نائلہ کے بیان کے مطابق وہاں ایک لاش بھی موجود تھی چونکہ اس کے بعد اچانک ہی نیو شاپنگ سنٹر والی اطلاع آ گئی تھی اس لئے عمران کو اس کا خیال ہی نہ آیا تھا۔

"کون سا کلیو جناب۔" ——— بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"تمہیں شاید علم نہیں ہے کہ سر سلطان کی بیٹی نائلہ واپس آ گئی ہے۔" ——— عمران نے کہا۔

''کیا کہہ رہے ہیں آپ۔ نائلہ واپس آ گئی ہے۔''——— بلیک زیرو کے لہجے میں بے پناہ حیرت تھی۔

''ہاں۔ اسے بلیک پرنس نے الاسکا جھیل جانے والے راستے پر موجود ایک پرانے فارم ہاؤس سے رہائی دلائی ہے۔''——— عمران نے جواب دیا۔

''بلیک پرنس نے رہائی دلائی ہے۔ مگر بلیک پرنس نے تو اسے خود اغوا کیا تھا۔''——— بلیک زیرو کی حیرت اور بڑھتی جا رہی تھی۔

''نہیں طاہر۔ مجرموں کے ایک اور گروہ نے اسے اغوا کیا تھا۔ اس وقت مجرموں کے دو گروہ کام کر رہے ہیں۔ مجھ پر بھی حملہ کیا گیا ہے۔''——— عمران نے کہا اور پھر اس نے پائیدان کے نیچے رکھے جانے والے بم کے متعلق تمام بات تفصیل سے بتا دی۔

''اوہ۔ تو آپ کا مطلب ہے کہ اس فارم ہاؤس کو چیک کیا جائے۔''——— بلیک زیرو نے کہا۔

''ہاں۔ میں یہی چاہتا ہوں۔ تم ایسا کرو کہ صفدر اور کیپٹن شکیل کو اس فارم ہاؤس پر بھیج دو۔ میں بھی وہاں پہنچ رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے کوئی کلیو مل جائے۔''——— عمران نے کہا۔

''بہتر جناب۔ میں ابھی انہیں بھیجتا ہوں۔''——— بلیک زیرو نے جواب دیا اور عمران نے رسیور رکھ دیا۔ پھر اس نے اٹھ کر لباس بدلا اور فلیٹ کا دروازہ باہر سے بند کرتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر نیچے سڑک پر آ گیا۔

بلیو ڈیول اپنی کوٹھی کے ایک کمرے میں کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سامنے میز پر ایک کافی بڑی مشین رکھی ہوئی تھی۔ مشین میں سے مسلسل زوں زوں کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ میز پر ایک طرف ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر بھی موجود تھا۔ بلیو ڈیول خاموشی بیٹھا مشین کو گھور رہا تھا۔ پھر اس نے بے اختیار گھڑی دیکھی۔ رات کے دس بجنے والے تھے۔

اسی لمحے ٹرانسمیٹر میں سے سیٹی کی تیز آواز گونجی اور بلیو ڈیول سیٹی کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے پھرتی سے ہاتھ بڑھا کر اس کا بٹن آن کر دیا۔

''ہیلو بلیک ڈیول سپیکنگ اوور۔''——— بٹن آن ہوتے ہی بلیک ڈیول کی کرخت آواز گونجی۔

''یس بلیو ڈیول سپیکنگ اوور۔''——— بلیو ڈیول نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"تمہارا مشن کہاں تک پہنچا ہے اوور۔"۔۔۔۔ بلیک ڈیول کی کرخت آواز سنائی دی۔

"باس میں نے عمران کے فلیٹ میں دروازے کے ساتھ پائیدان کے نیچے ٹرنسافر بم رکھ دیا ہے۔ جیسے ہی عمران فلیٹ میں داخل ہوگا اس کے پرخچے اڑ جائیں گے۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

"گڈ۔ کیا عمران فلیٹ میں اکیلا رہتا ہے۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیک ڈیول نے پوچھا۔

"باس وہاں اس کا ایک ملازم بھی ہے جسے میں نے باندھ کر ڈال دیا ہے۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

"کیا ابھی تک عمران اپنے فلیٹ میں واپس نہیں آیا۔ اوور۔" بلیک ڈیول نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں باس۔ میں مشین سامنے رکھے انتظار میں ہوں۔ جیسے ہی مشن مکمل ہوا میں آپ کو فوری رپورٹ دوں گا۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے زوں زوں کرنے والی مشین کی طرف کن انکھیوں سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ مگر پہلے وہاں جا کر تسلی کر لینا کہ ٹارگٹ صحیح ہٹ ہوا ہے یا نہیں۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیک ڈیول نے کہا۔

"اوکے باس۔ میں ایسا ہی کروں گا۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

"گرین ڈیول کی طرف سے کال کا جواب نہیں آ رہا۔ تم اپنا مشن مکمل کر کے گرین ڈیول سے رابطہ قائم کرو اور پھر مجھے رپورٹ کرنا۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیک ڈیول نے کرخت لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے باس۔ اوور۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

"اوور اینڈ آل۔"۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور بلیو ڈیول نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ مگر دوسرے لمحے وہ بری طرح چونک پڑا۔ مشین سے نکلنے والی زوں زوں کی آوازیں نکلنا بند ہو گئی تھیں اور اس پر جلنے والا سبز رنگ کا بلب بھی بجھ گیا تھا۔

"اوہ۔ بم کو ناکارہ بنا دیا گیا ہے۔"۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور پھر وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ یہ ایک ایسی خلاف توقع بات تھی کہ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے۔ دوسرے لمحے اس نے کندھے جھٹکے اور پھر الماری میں اس نے نیلے رنگ کا نقاب نکالا اور پھر اسے جیب میں ڈال کر وہ تیزی سے کمرے سے باہر آ گیا۔ باہر پورچ میں دو آدمی ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے بلیو ڈیول کو سلام کیا مگر بلیو ڈیول نے ان کی طرف دیکھا تک نہیں۔ وہ پورچ میں کھڑی سیاہ رنگ کی کار پر سوار ہوا اور پھر اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار موڑ کر پھاٹک کی طرف دوڑا دی۔

پھاٹک پر موجود نوجوان نے بلیو ڈیول کی کار آتے دیکھ کر بڑی پھرتی سے پھاٹک کھول دیا اور کار زن کی آواز سے باہر نکل کر مین روڈ

پرآ گئی۔ چونکہ عمران کے فلیٹ کا فاصلہ یہاں سے کافی تھا۔ اس لئے بلیو ڈیول کار کی رفتار کو اور بڑھاتا چلا گیا۔ وہ جلد از جلد عمران کے فلیٹ تک پہنچ جانا چاہتا تھا تاکہ بم کے ناکارہ ہونے کی وجہ معلوم کر سکے اور اگر عمران مل جائے تو اس کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے ہی کر دے۔

مگر جیسے ہی وہ ایک چوک پر پہنچا۔ اسے وہاں رکنا پڑا کیونکہ چوک پر پولیس کی چیکنگ ہو رہی تھی اور تمام گاڑیوں کو باریک بینی سے چیک کیا جا رہا تھا۔ یہ غنیمت تھا کہ رات کا وقت تھا اس لئے کاروں کی تعداد بے حد کم تھی ورنہ شائد اسے چیکنگ کے دوران چار پانچ گھنٹے گزارنے پڑتے۔ مگر پھر بھی چیکنگ سے جان چھڑانے میں اسے آدھا گھنٹہ لگ ہی گیا۔ چیکنگ سے فارغ ہوتے ہی بلیو ڈیول نے دوبارہ گاڑی آگے بڑھائی اور پھر تقریباً پانچ منٹ بعد وہ اس سڑک پر پہنچ گیا جس پر عمران کا فلیٹ تھا۔ اس سڑک پر آتے ہی اس نے کار کی رفتار آہستہ کر دی اور پھر عمران کے فلیٹ سے تقریباً ایک سو گز دور اس نے کار روک دی اور کار کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا مگر دوسرے لمحے اسے ٹھٹھک جانا پڑا کیونکہ اسی لمحے اس نے عمران کے فلیٹ سے ایک نوجوان شخص کو باہر نکلتے دیکھا۔ نوجوان باہر آتے ہی تیزی سے فلیٹ کی سیڑھیوں کے قریب کھڑی ایک چھوٹی سی کار میں سوار ہوا اور پھر اس کی کار تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

بلیو ڈیول نے اندازہ لگایا کہ یہی عمران ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے

اس کے تعاقب کا فیصلہ کر لیا اور پھر وہ جھپٹ کر اپنی کار میں سوار ہوا اور اس نے اپنی کار عمران کی کار کے تعاقب میں ڈال دی۔ وہ عمران کی کار کی بیک لائٹس کے سہارے اس کا تعاقب کر رہا تھا اور اس نے تعاقب کو محفوظ بنانے کے لئے اپنی ہیڈ لائٹس بند کر دی تھیں۔

''ہاں تو مسٹر بلیک پرنس۔ اب شرافت سے سب کچھ اگل دو کہ تم کون ہو اور تمہارا مشن کیا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ تم گرین ڈیول سے کیسے ٹکرائے۔'' ـــــ گولڈن ڈیول نے جیب سے سائلنسر لگے ریوالور کو نکالتے ہوئے کہا۔

''جیسا کہ میں نے پہلے تمہیں بتایا ہے۔ میرا نام بلیک پرنس ہے اور جہاں تک مشن کا تعلق ہے۔ اس وقت تو میرا مشن یہ ہے کہ میں نے تم لوگوں کا خاتمہ کرنا ہے اور باقی رہا گرین ڈیول۔ تو اس نے سیکرٹری وزارت خارجہ سر سلطان کی بیٹی کو اغوا کر لیا تھا تاکہ انہیں بلیک میل کر سکے۔ میری نظر میں یہ چھچھوری اور گھٹیا حرکت ہے۔ اس لئے میں نے لڑکی کو رہائی دلا کر اس کے گھر واپس بھیج دیا اور گرین ڈیول سے تمہارا پتہ پوچھ کر یہاں آ گیا۔'' ـــــ جوزف نے بڑے مطمئن انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔ تو تم نے گرین ڈیول پر تشدد کر کے اس سے میرا پتہ پوچھا اور اس کے بعد تم نے گرین ڈیول کو ختم کر دیا۔'' ـــــ گولڈن ڈیول نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''بالکل ٹھیک کہا ہے تم نے۔'' ـــــ جوزف نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

اور گولڈن ڈیول کو تو جوزف کی مسکراہٹ دیکھ کر جیسے آگ سی لگ گئی۔ اس نے سائلنسر لگے ریوالور کا رخ جوزف کی طرف کیا اور پھر دانت پیستے ہوئے کہنے لگا۔

''تو پھر تم بھی چھٹی کرو۔ میں اب تمہیں مزید برداشت نہیں کر سکتا۔'' ـــــ گولڈن ڈیول نے ٹریگر پر انگلی کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔

''رک جاؤ گولڈن ڈیول۔ کیا تم بلیک کے لفظ پر بھی نہیں چونکے۔ کیا تمہیں اتنی تمیز بھی نہیں ہے کہ اپنے آدمی کو پہچان سکو۔'' ـــــ جوزف نے اچانک لہجہ بدلتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بلیک۔ کیا مطلب۔'' ـــــ گولڈن ڈیول نے چونک کر کہا۔ البتہ اس کی انگلی ٹریگر سے ہٹ گئی تھی۔

''کیا بلیک سے تم مجھے نہیں سمجھے۔ میں بلیک ڈیول ہوں۔ تمہارا باس۔ مجھے اس لئے یہاں آنا پڑا ہے کہ مجھے رپورٹ ملی ہے کہ گرین ڈیول شدید خطرے میں ہے۔ فارم ہاؤس کو سیکرٹ سروس والوں نے گھیرے میں لے لیا تھا۔ میں نے تم سب سے رابطہ قائم کیا مگر کوئی نہ

ملا۔ اس لئے مجبوراً مجھے خود آنا پڑا۔ مگر میرے آنے سے پہلے گرین ڈیول ختم ہو چکا تھا چنانچہ میں یہاں آ گیا تاکہ بدلی ہوئی صورت حال کے مطابق نیا پروگرام بنایا جا سکے۔''۔۔۔۔ جوزف نے انتہائی پر اعتماد لہجے میں کہا۔

گولڈن ڈیول چند لمحے تذبذب کے عالم میں جوزف کو دیکھتا رہا۔ مگر جوزف کے چہرے پر جو اعتماد تھا اس نے اس پر جادو کا اثر کیا اور اس نے پھرتی سے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر آگے بڑھ کر آلے کا بٹن آف کر دیا۔

اب جوزف کا جسم آزاد ہو چکا تھا۔ جوزف کے چہرے پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ اور وہ دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ واقعی اس میں سراغ رسانی کی بے پناہ صلاحیتیں ہیں۔ عمران نے خواہ مخواہ اسے کونے میں پھینکا ہوا ہے۔

''مجھے افسوس ہے جناب کہ میں آپ کے اشارے کو سمجھ نہ سکا تھا۔''۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے مقابل کی کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

''کوئی بات نہیں۔ بہرحال گرین ڈیول کی موت نے مشن کو شدید دھچکا لگایا ہے۔ اب اس کا مشن بھی تمہیں ہی پورا کرنا ہوگا۔'' جوزف نے اس بار قدرے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''ٹھیک ہے۔ میں کر لوں گا۔ سیکرٹ سروس کی تفصیلات ہی حاصل کرنی ہیں نا مجھے۔''۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

''ہاں۔ اور تمہارے مشن کا کیا رہا۔''۔۔۔۔ جوزف نے پوچھا۔

''میں نے یہاں کی وزارتِ خارجہ کے خفیہ ریکارڈ روم کی تمام تفصیلات حاصل کر لی ہیں اور یہ بھی پتہ کر لیا ہے کہ بلیو کراس فائل کہاں ہے۔''۔۔۔۔ گولڈن ڈیول نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اتنی جلدی تمہیں کیسے تفصیلات مل گئیں۔''۔۔۔۔ جوزف نے بے اختیار چونکتے ہوئے کہا۔

''میں نے وزارت خارجہ کے ریکارڈ روم کے انچارج ضیائی کو گھیر لیا اور پھر اس پر جب میں نے تشدد کیا تو اس نے تمام تفصیلات مجھے بتا دیں۔ پھر میں نے اس کی لاش کو کار کے نیچے کچل دیا تاکہ اس کی موت اتفاقی حادثہ قرار دی جائے۔ میں ابھی وہیں سے آ رہا تھا'' گولڈن ڈیول نے جواب دیا۔

پھر اس سے پہلے کہ جوزف کوئی جواب دیتا۔ اچانک کمرے میں ہلکی ہلکی سیٹی کی آواز گونجنے لگی اور گولڈن ڈیول اپنی جگہ سے یوں اچھلا جیسے اس کے سر پر ایٹم بم پھٹ پڑا ہو۔ اس نے لپک کر اس آلے کی طرف ہاتھ بڑھایا جس کا بٹن دبتے ہی جوزف کرسی سے چمٹ گیا تھا مگر جوزف نے فوری ردعمل ظاہر کیا اور اس کا طاقتور مکا پوری قوت سے گولڈن ڈیول کی پسلیوں پر پڑا اور وہ اچھل کر بستر پر جا گرا۔ جوزف نے انتہائی پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالنا چاہا مگر گولڈن ڈیول اس سے بھی زیادہ پھرتیلا ثابت ہوا۔ اس نے بستر پر گرتے ہی یوں جوزف پر چھلانگ لگا دی جیسے بستر سپرنگوں کا بنا ہوا ہو۔ اور پھر وہ

جوزف سمیت فرش پر جا گرا۔

جوزف نے گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا اور گولڈن ڈیول ایک بار پھر دور جا گرا۔ اور پھر وہ دونوں بیک وقت ہی اٹھ کھڑے ہوئے۔ دونوں کو ہی معلوم تھا کہ ایک لمحے کی غفلت بھی موت کا باعث بن سکتی ہے۔ اس لئے دونوں نے بیک وقت ہی ایک دوسرے پر چھلانگ لگائی اور دونوں پہاڑوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ گولڈن ڈیول سے ٹکراتے ہوئے جوزف نے اپنا سر ذرا سا نیچے کر لیا تھا اور اس طرح وہ گولڈن ڈیول کی ناک پر ٹکر مارنے میں کامیاب ہو گیا اور گولڈن ڈیول اوغ کی آواز نکالتا ہوا دوبارہ بستر پر جا گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھنے میں کامیاب ہوتا جوزف نے بجلی کی سی تیزی سے جیب سے سائلنسر لگا ریوالور نکالا اور دوسرے لمحے اس کے ریوالور سے نکلنے والی گولی گولڈن ڈیول کے سینے میں گھستی چلی گئی۔ جوزف نے اس وقت تک ٹریگر سے انگلی نہیں ہٹائی جب تک اسے یقین نہیں ہو گیا کہ گولڈن ڈیول کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

گولڈن ڈیول اب بے حس و حرکت بستر پر پڑا ہوا تھا۔ جوزف نے ماتھے سے پسینہ پونچھتے ہوئے ریوالور واپس جیب میں ڈالا۔ کمرے میں گونجنے والی سیٹی کی آواز اب بند ہو چکی تھی۔ جوزف گولڈن ڈیول کے فوری ردعمل کو سمجھ گیا تھا۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ یہ کال بلیک ڈیول کی طرف سے تھی۔ اسی لئے تو سیٹی کی آواز سنتے ہی گولڈن ڈیول نے ایک لمحے سے بھی کم عرصہ میں سمجھ لیا تھا کہ جوزف اسے ڈاج دے

ہے۔ اگر جوزف بلیک ڈیول ہوتا تو ظاہر ہے پھر ٹرانسمیٹر پر کال نہ تی۔ جوزف نے جیب سے سیٹی نکال کر منہ میں ڈالی اور پھر میز پر ے ہوئے ٹیلی فون کو کھسکایا اور رسیور اٹھا کر ایکسٹو کے نمبر ڈائل رنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے ایکسٹو کی مخصوص آواز گونجی۔

''یس''۔ ____ ایکسٹو نے کہا اور جوزف مسکرا دیا۔

''بلیک پرنس بول رہا ہوں مسٹر ایکسٹو۔ تمہارے لئے خوشخبری ہے۔ اس وقت ہوٹل شومرا کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں ایک مجرم کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ اس مجرم کا نام گولڈن ڈیول ہے۔ اس مجرم نے وزارت خارجہ کے چیف ریکارڈ کیپر مسٹر ضیائی پر تشدد کر کے خفیہ ریکارڈ روم کی تفصیلات حاصل کر لی تھیں۔ یہ بھی بلیو کراس فائل حاصل کرنے چاہتے تھے جبکہ یہی مشن میرا ہے۔ لہٰذا میں نے اسے ہلاک کر دیا ہے۔ آپ اس کی لاش وصول کر لیں''۔ ____ جوزف نے سیٹی بجاتی ہوئی آواز میں کہا۔

''اوہ بلیک پرنس۔ پہلے تو ہم تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہتے ہیں کہ تم نے سر سلطان کی بیٹی کو رہائی دلائی ہے''۔ ____ ایکسٹو نے جواب دیا۔

''ہاں۔ میں اس قسم کی اوچھی اور گھٹیا حرکتیں پسند نہیں کرتا۔ اس لئے میں نے اسے رہا کرا دیا اور اس کو اغوا کرنے والے مجرم گرین ڈیول کو ختم کر دیا ہے۔ اس کی لاش آپ کو کسی گٹر میں بہتی ہوئی مل

جائے گی۔"۔۔۔۔۔جوزف نے بڑے مغرورانہ لہجے میں جواب دیا۔

"گرین ڈیول۔تو کیا وہ گولڈن ڈیول کا ساتھی تھا۔"۔۔۔۔۔ایکسٹو نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔

"ہاں۔ یہ مجرموں کا گروہ ہے جن کا باس بلیک ڈیول ہے۔" جوزف نے ایکسٹو کی معلومات میں اضافہ کرتے ہوئے کہا۔

"مگر بلیک پرنس۔تم نے نیو شاپنگ سنٹر میں جو درندگی دکھائی ہے اور جس طرح بے دریغ قتل و غارت کی ہے اس سے ہم سب کو شدید صدمہ پہنچا ہے۔"۔۔۔۔۔دوسری طرف سے ایکسٹو نے تاسف بھرے لہجے میں کہا۔

"نیو شاپنگ سنٹر میں قتل و غارت۔نہیں مسٹر ایکسٹو۔ میں نے ایسا نہیں کیا۔میں نے تمہیں پہلے ہی بتایا ہے کہ میں گھٹیا اور اوچھی حرکتیں نہیں کرتا۔اگر ایسا ہوا ہے تو اس کا ذمہ دار بھی یہی ڈیول گروپ ہوگا۔ اور ہاں ضیائی کی لاش آپ کو کسی سڑک پر کار سے کچلی ہوئی مل جائے گی۔گولڈن ڈیول نے مجھے بتایا ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے۔"جوزف نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔"۔۔۔۔۔ایکسٹو نے جواب دیا۔

"سنو مسٹر ایکسٹو۔ میں اب تک بڑے صبر سے کام لے رہا ہوں۔ میں نہیں چاہتا کہ مجھے کسی گھٹیا حرکت میں ملوث ہونا پڑے۔ اس لئے بہتر یہی ہے کہ آپ بلیو کراس فائل میرے حوالے کر دیں ورنہ ہو سکتا ہے کہ میں اس ڈیول گروپ سے بھی زیادہ سفاک ثابت ہوں۔"

جوزف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا اور پھر اس نے ادھر ادھر دیکھا اور بڑی پھرتی سے کمرے کی تلاشی لینی شروع کر دی۔میز کی ایک خفیہ دراز سے جوزف کو ایک سیاہ جلد والی ڈائری مل گئی۔ اس نے ڈائری کھولے بغیر ہی جیب میں ڈالی اور پھر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ جب وہ لفٹ کے قریب پہنچا تو اس نے لفٹ کو اوپر آتے دیکھا۔ لفٹ پر دوسری منزل کا نمبر چمک رہا تھا اور جوزف ایک لمحے کے لئے ٹھٹھکا اور پھر دوسرے لمحے اس کے ذہن میں برق کی طرح ایک خیال کوندا۔ وہ پھرتی سے ایک بڑے سے ستون کی آڑ میں ہو گیا۔

اسی لمحے لفٹ رک گئی اور پھر اس کا دروازہ کھلا تو جوزف بے اختیار مسکرا دیا۔ کیونکہ لفٹ میں سے تنویر اور چوہان بڑے چونکے انداز میں نکلے اور ان کا رخ کمرہ نمبر ایک سو بارہ کی طرف ہی تھا۔

جوزف اپنی ذہانت پر دل ہی دل میں خوش ہو رہا تھا کہ وہ بر وقت چھپ گیا تھا ورنہ اس کی یہاں موجودگی بلیک پرنس کا سارا پول کھول دیتی۔پھر جیسے ہی تنویر اور چوہان کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں داخل ہوئے۔ جوزف پھرتی سے ستون کی آڑ سے نکلا اور لفٹ میں سوار ہو گیا۔ چند لمحوں بعد لفٹ نیچے کھسکتی چلی جا رہی تھی۔

عمران کی کار خاصی تیز رفتاری سے گلفشار کالونی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ پھر اچانک ایک موڑ مڑنے کے بعد اس کی نظریں بیک مرر پر پڑیں تو اس نے ایک کار کے ہیولے کو موڑ لیتے دیکھ لیا اور وہ چونک پڑا۔ پیچھے آنے والی کار کی ہیڈ لائٹس بند تھیں۔ شائد اسے ویسے اندھیرے میں پیچھے آنے والی کار کا احساس تک نہ ہوتا۔ مگر موڑ مڑنے کی وجہ سے اس نے اس کی ایک جھلک دیکھ لی تھی۔

''ہوں۔ تو تعاقب ہو رہا ہے۔'' ـــــ عمران نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس نے تعاقب کرنے والے سے ٹکرا جانے کا فیصلہ کر لیا کیونکہ اس کے خیال میں تعاقب کرنے والا وہی ہو سکتا ہے جس نے اس کے کمرے میں بم رکھا تھا۔ اور پھر اس نے سوچا کہ اگر وہ اس کو زندہ پکڑے تو مجرموں کے بارے میں اچھا کلیو مل سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے کار کی رفتار یکدم بڑھا دی اور پھر وہ جلد ہی گلفشار کالونی

کے چوک پر پہنچ گیا۔ چوک پر پہنچتے ہی اس نے کار کو الاسکا جھیل کی طرف موڑا اور اس کے ساتھ ہی اس نے انجن بند کر دیا اور دروازہ کھول کر بجلی کی سی تیزی سے باہر آ گیا۔ اب وہ سڑک کے قریب ہی ایک درخت کی آڑ میں چھپ گیا تھا۔

چند لمحوں بعد پیچھے آنے والی کار بھی چوک پر پہنچی اور اس نے بھی تیزی سے الاسکا جھیل کی طرف رخ موڑا۔ ابھی وہ عمران کی کار سے تھوڑی ہی دور تھی کہ عمران کے ریوالور سے ایک شعلہ سا نکلا اور ایک دھماکے سے تعاقب میں آنے والی کار کا اگلا ٹائر پھٹ گیا۔ تعاقب میں آنے والی کار ایک جھٹکے سے عین اس جگہ آ کر رکی جہاں پہلے ہی عمران کی کار موجود تھی۔ چونکہ ڈرائیونگ سیٹ بھی اسی طرف تھی جس طرف عمران کھڑا تھا۔ اس لئے کار رکتے ہی عمران درخت کی آڑ سے نکلا اور چیتے کی طرح جھپٹ کر وہ کار کی کھڑکی کے قریب پہنچ گیا۔

''باہر نکل آؤ بھائی۔ میں تمہاری کار کا پنکچر لگا دوں۔'' ـــــ عمران نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان کی کنپٹی سے ریوالور کی نال لگاتے ہوئے کہا۔ نوجوان نے ہینڈل پر ہاتھ رکھا اور عمران تیزی سے اچھلا اور ذرا سائیڈ پر ہو گیا۔ اور اس طرح وہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلنے کی زد سے بچ گیا۔ دوسرے لمحے اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور نوجوان کا بازو پکڑ کر اسے باہر کی طرف اچھال دیا۔

نوجوان نے زمین پر گرتے ہی اچھل کر اٹھنا چاہا اور اس کا ہاتھ پھرتی سے اپنی جیب میں گیا مگر اب عمران اسے کہاں موقع دینے والا

تھا۔ اور اس نے انتہائی پھرتی سے لات گھمائی اور نوجوان چیخ مار کر دوبارہ زمین پر الٹ گیا۔ پھر عمران کی لاتیں کسی مشین کی سی تیزی سے حرکت میں آ گئیں اور چند ہی لمحوں میں نوجوان بے ہوش ہو چکا تھا۔

عمران نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریوالور جیب میں ڈالا اور پھر نوجوان کو اٹھا کر اپنی کار کی پچھلی سیٹ پر دھکیل دیا۔ اسی لمحے موڑ پر سے ایک کار آتی دکھائی دی۔ پھر جیسے ہی کار کی روشنی عمران پر پڑی۔ کار قریب آ کر رک گئی۔

''عمران صاحب آپ۔''______ کار رکتے ہی صفدر نے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

''ہاں بھئی تم ذرا دیر سے پہنچے ہو۔ میں نے ورزش مکمل کر لی ہے۔''______ عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

''ورزش۔''______ کیپٹن شکیل نے حیرت بھرے لہجے میں پوچھا۔ وہ بھی صفدر کے پیچھے ہی کار سے باہر آ گیا تھا۔

''ہاں۔ بس ہلکی پھلکی ورزش کی ہے۔''______ عمران نے کار میں پڑے ہوئے نوجوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ تو یہ آپ کا تعاقب کر رہا تھا۔''______ صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ اس بیچارے سے زندگی میں شاید پہلی بار یہ غلطی ہوئی ہے۔ بہرحال میں اسے دانش منزل لے جا رہا ہوں۔ تم فارم ہاؤس میں جا کر حالات کا جائزہ لو۔ وہاں فون بھی ہے اور مزید ہدایات اپنے باس

ایکسٹو سے لے لینا۔ بائی بائی۔''______ عمران نے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا اور پھر تیزی سے اپنی کار میں سوار ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد اس کی کار خاصی تیز رفتاری سے فاصلے کو نگلتی ہوئی دانش کی جانب منزل اڑی چلی جا رہی تھی۔

ریڈ ڈیول بڑے اطمینان سے کرسی پر بیٹھا اخبار میں چھپی ہوئی شاپنگ سنٹر میں ہونے والی قتل وغارت کی خبریں پڑھ رہا تھا۔ پورا اخبار زخمیوں اور مرنے والوں کی تصویروں سے بھرا ہوا تھا۔ اس قتل و غارت کی وجہ سے آج کے اخبارات صرف انہی خبروں سے بھرے ہوئے تھے۔

''ہوں۔ تو پانچ سو افراد ہلاک ہوئے ہیں۔ خیر کوئی بات نہیں۔ پہلے حملے میں اتنی تعداد کافی ہے۔'' ـــــ ریڈ ڈیول نے اخبار میز پر پھینکتے ہوئے کہا۔ پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک قوی ہیکل نوجوان اندر داخل ہوا۔

''سنو۔ گرین پلازہ کا جائزہ لے کر مجھے فوراً رپورٹ کرو۔ میں آج اس پلازہ کو بم سے اڑانا چاہتا ہوں۔'' ـــــ ریڈ ڈیول نے نوجوان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''بہتر باس۔ میں تھوڑی دیر میں اس کا مکمل نقشہ اور پوری تفصیلات پیش کر دوں گا۔'' ـــــ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں کہا اور پھر وہ مڑ کر کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

ریڈ ڈیول نے ایک بار پھر اخبار اٹھا لیا۔ مگر اسی لمحے وہ چونک پڑا۔ کمرے میں سیٹی کی ہلکی سی آواز گونج اٹھی تھی۔ ریڈ ڈیول نے پھرتی سے اٹھ کر الماری کھولی اور اس میں سے ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ سیٹی کی آواز ٹرانسمیٹر سے ہی نکل رہی تھی۔ اس نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا اور دوسرے لمحے ٹرانسمیٹر میں سے ایک کرخت سی آواز نکلی۔

''بلیک ڈیول سپیکنگ۔ اوور۔'' ـــــ بلیک ڈیول کا لہجہ بے حد سخت تھا۔

''یس ریڈ ڈیول سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور۔'' ـــــ ریڈ ڈیول نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''رپورٹ۔ اوور۔'' ـــــ بلیک ڈیول نے پوچھا۔ اور ریڈ ڈیول نے اپنی کل کی کارکردگی پورے جوش وخروش سے سنا دی۔

''گڈ۔ اچھا سنو۔ تم فی الحال اپنی کارکردگی کا رخ موڑ دو اور گولڈن ڈیول، بلیو ڈیول اور گرین ڈیول کا پتہ کر کے ان کے متعلق تفصیلات مجھے دو کہ وہ کیا کر رہے ہیں۔ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دے رہا۔ اوور۔'' ـــــ بلیک ڈیول نے کہا۔

''باس۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے کاموں میں مصروف ہوں۔ اوور۔''

ریڈ ڈیول نے کہا۔

''اسی لئے تو میں تمہارے ذمے یہ لگا رہا ہوں کہ تم مجھے ان کے متعلق رپورٹ کرو۔ گولڈن ڈیول کے پتے کا تو علم ہی ہے۔ گرین ڈیول کا ہیڈ کوارٹر الاسکا جھیل کی طرف جانے والے راستے پر واقع ایک پرانے فارم ہاؤس میں عارضی طور پر بنا ہوا ہے۔ اور بلیو ڈیول نو بہار کالونی کی کوٹھی نمبر بارہ میں رہائش پذیر ہے۔ اوور۔''۔۔۔۔۔ بلیک ڈیول نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے باس۔ میں معلوم کر کے آپ کو فوراً رپورٹ کر دوں گا۔ اوور۔''۔۔۔۔۔ ریڈ ڈیول نے کہا۔

''او کے۔ اوور اینڈ آل۔''۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے کہا گیا اور ریڈ ڈیول نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبا دیا۔

دوسرے لمحے دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔

''نمبر تھری۔ تم الاسکا جھیل کی طرف جانے والے راستے پر واقع ایک پرانے فارم ہاؤس کا پتہ چلاؤ۔ وہاں گرین ڈیول کا ہیڈ کوارٹر ہے اور معلوم کرو کہ وہاں کیا ہو رہا ہے۔ کام رازداری سے ہونا چاہیے اور مجھے شام تک تفصیلات مل جانی چاہئیں۔''۔۔۔۔۔ ریڈ ڈیول نے تحکمانہ لہجے میں کہا۔

''بہتر باس۔ میں شام تک آپ کو تفصیلی رپورٹ دے دوں گا۔'' نوجوان نے مؤدبانہ انداز میں جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر ریڈ ڈیول

کے اشارے پر کمرے سے باہر چلا گیا۔

نوجوان کے جانے کے بعد ریڈ ڈیول اٹھا اور پھر ڈریسنگ روم میں گھستا چلا گیا۔ اس نے لباس تبدیل کیا اور چند لمحوں بعد وہ کوٹھی کے پورچ میں آ گیا۔ یہاں ایک کار موجود تھی۔ ریڈ ڈیول نے کار سٹارٹ کی اور چند لمحوں بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گیا۔ اب اس کا رخ ہوٹل شومرا کی طرف تھا جہاں کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں گولڈن ڈیول رہتا تھا۔ ہوٹل شومرا پہنچ کر اس نے گاڑی پارکنگ میں روکی اور پھر وہ مین گیٹ سے ہوتا ہوا سیدھا کاؤنٹر پر پہنچا۔

''فرمائیے۔''۔۔۔۔۔ کاؤنٹر مین نے کاروباری انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''مجھے مسٹر مائیکل سے ملنا ہے۔ وہ کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں رہتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ ریڈ ڈیول نے کاؤنٹر مین کو جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ مجھے افسوس ہے کہ ان سے آپ کی ملاقات اب ناممکن ہے۔ انہیں کل رات کسی نے ان کے کمرے میں گولی مار کر ہلاک کر دیا ہے اور پولیس انکی لاش پوسٹ مارٹم کے لئے لے گئی ہے۔'' کاؤنٹر مین نے افسوس بھرے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ ویری سوری۔ مجھے ایک کاروباری سلسلے میں ان سے ملنا تھا۔ بہرحال بڑا افسوس ہوا۔''۔۔۔۔۔ ریڈ ڈیول نے جواب دیا اور پھر وہ واپس مین گیٹ کی طرف مڑ گیا۔ اسی لمحے کاؤنٹر مین نے اپنا ہاتھ اٹھا کر اپنے سر پر بڑے مخصوص انداز میں پھیرا۔ چنانچہ اس کے سر پر ہاتھ

پھیرتے ہی ہال کے کونے میں بیٹھا ہوا ایک نوجوان اٹھا اور تیزی سے ریڈ ڈیول کے پیچھے مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

یہ تنویر تھا۔ ایکسٹو نے اس کی ڈیوٹی ہال میں لگائی تھی کہ اگر کوئی کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں رہنے والے کے متعلق پوچھتا ہوا آئے تو وہ اس کی نگرانی کرے اور تنویر نے کاؤنٹر مین کو ایک بڑا نوٹ دے کر اس بات پر راضی کرلیا تھا کہ جیسے ہی کوئی اس سلسلے میں اس سے پوچھ گچھ کرے وہ اسے مخصوص انداز میں اشارہ کر دے۔

چنانچہ جیسے ہی کاؤنٹر مین نے مخصوص اشارہ کیا۔ تنویر تیزی سے اٹھا اور مین گیٹ کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ریڈ ڈیول کو کاؤنٹر مین سے باتیں کرتے دیکھ لیا تھا۔ اس لئے اسے اطمینان تھا کہ وہ اب اسے اپنی نظروں سے اوجھل نہ ہونے دے گا۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد جب ریڈ ڈیول کی کار ہوٹل شومرا کے کپاؤنڈ سے باہر نکلی تو تنویر موٹر سائیکل پر سوار اس کے تعاقب میں تھا۔

مختلف سڑکوں سے گزرنے کے بعد ریڈ ڈیول نوبہار کالونی میں داخل ہوا اور اس نے کوٹھی نمبر بارہ کے سامنے سے گزرتے ہوئے ایک نظر کوٹھی کے مین گیٹ پر ڈالی اور پھر آگے بڑھتا چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کس طرح بلیو ڈیول کے متعلق معلومات حاصل کرے۔ آخر سوچ سوچ کر اس نے کافی دور جا کر کار روک دی اور پھر اسے اپنے پیچھے آنے والی موٹر سائیکل نظر آ گئی اور اسے احساس ہو گیا کہ اس موٹر سائیکل کو وہ اپنے پیچھے شہر میں بھی دیکھ چکا ہے۔ موٹر سائیکل اس کے

قریب سے گزرتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ریڈ ڈیول کار میں بیٹھا اسے آگے جاتا دیکھتا رہا اور پھر تھوڑی دور جب اس نے موٹر سائیکل کو ایک بائی روڈ پر مڑتے دیکھا تو وہ اپنے وہم پر بے اختیار مسکرا دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شائد گولڈن ڈیول کی موت نے اس کے ذہن پر بھی اثر ڈال دیا ہے۔ اس نے اطمینان سے کار کا دروازہ کھولا اور نیچے اتر کر تیزی سے وہ واپس کوٹھی نمبر بارہ کے گیٹ کی طرف چل پڑا۔

گیٹ پر پہنچ کر اس نے ایک لمحے کے لئے ادھر اُدھر دیکھا اور پھر دیوار پر لگے ہوئے کال بیل کے بٹن کو پوری قوت سے دبا دیا۔ چند ہی لمحوں بعد پھاٹک کی کھڑکی کھلی اور اس میں سے ایک نوجوان باہر نکل آیا۔ ریڈ ڈیول نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر اس نوجوان کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

''میں بلیو ڈیول سے ملنا چاہتا ہوں۔''—— ریڈ ڈیول نے کہا۔ اس کا لہجہ سخت تھا۔

''باس تو کل رات کے کہیں گئے ہوئے ہیں اور ابھی تک واپس نہیں آئے۔''—— نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیا۔

''اوہ۔ ان کی کوئی کال۔''—— ریڈ ڈیول نے چونکتے ہوئے کہا۔

''نہیں۔ کوئی کال نہیں آئی۔ ہم خود بے حد پریشان ہیں۔'' نوجوان نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ اگر وہ آئیں تو انہیں کہنا کہ ریڈ ڈیول کو فون

کریں۔'' ـــــــ ریڈ ڈیول نے کہا اور پھر واپس مڑ کر تیزی سے اپنی کار کی طرف چلنے لگا۔

گولڈن ڈیول کی موت اور بلیو ڈیول کی اس طرح پراسرار گمشدگی نے اسے بری طرح پریشان کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ کار میں بیٹھا اور اس نے انتہائی تیز رفتاری سے کار کو واپس اپنی کوٹھی کی طرف موڑ دیا۔

اور پھر اگلے چوک پر مڑتے ہی جیسے ہی اس کی نظریں بیک مرر پر پڑیں وہ بے اختیار چونک پڑا۔ اسے وہی موٹر سائیکل اپنے پیچھے آتی نظر آئی۔ اب اسے یقین ہو گیا تھا کہ اس کا تعاقب ہو رہا ہے۔ چونکہ نو بہار کالونی شہر کے مضافات میں تھی اور اس سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ اس لئے اس نے سوچا کہ تعاقب کرنے والے کو یہیں جھٹک دینا چاہئے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے تیزی سے کار کا سٹیرنگ دائیں طرف گھما دیا اور خاصی تیز رفتاری سے چلتی ہوئی کار لٹو کی طرح گھوم کر مڑ گئی۔

تنویر کا موٹر سائیکل یوں تو کار سے بہت دور تھا مگر شاید تنویر کو اس سے اس قدر پھرتی اور مہارت کی توقع نہ تھی۔ اس لئے اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا ریڈ ڈیول کی کار کسی خوفناک عفریت کی طرح دوڑتی ہوئی سیدھی اس کی طرف بڑھی اور جب تنویر کو ریڈ ڈیول کے ارادے کا احساس ہوا تو موت اسے سر پر نظر آنے لگی۔ اس نے بے اختیار موٹر سائیکل سے چھلانگ لگا دی اور صرف ایک لمحے کا فرق پڑا۔ دوسرے لمحے اس کی موٹر سائیکل ایک دھماکے سے کار سے ٹکرائی اور کار موٹر

سائیکل کو کچلتی ہوئی انتہائی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔

تنویر اڑتا ہوا سڑک کے کنارے گرا۔ ادھر چونکہ ڈھلوان تھی اس لئے وہ قلابازیاں کھاتا ہوا نیچے گرتا چلا گیا۔ جب وہ سنبھلا تو اس نے پھرتی سے جیب سے ریوالور نکالا اور واپس سڑک پر آیا مگر اس دوران کار بہت دور جا چکی تھی۔ تنویر نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ وہ موت کے ہاتھوں بال بال بچا تھا اور اب وہ سڑک پر پڑی ہوئی موٹر سائیکل کی طرف بڑھا مگر موٹر سائیکل بری طرح تباہ ہو چکی تھی۔

تنویر نے موٹر سائیکل کو گھسیٹ کر سڑک کے ایک طرف ڈالا اور پھر خود کسی ٹیکسی کے انتظار میں کھڑا ہو گیا۔ کیونکہ اب اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہ تھا۔ مجرم نے انتہائی دلیری سے اپنے تعاقب سے جھٹک دیا تھا۔

ریڈ ڈیول کار دوڑاتا ہوا آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ اب تعاقب کرنے والا اس کے پیچھے نہیں آ سکتا۔ کار کی طرف سے اسے کوئی فکر نہ تھی کیونکہ کار پر نمبر پلیٹ جعلی تھی۔ وہ تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا جلد ہی اپنے ہیڈ کوارٹر پہنچ گیا۔

کمرے میں پہنچتے ہی اس نے ٹرانسمیٹر الماری سے نکالا اور پھر بلیک ڈیول کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد رابطہ قائم ہو گیا۔

''ہیلو ریڈ ڈیول سپیکنگ۔ اوور'' ـــــــ ریڈ ڈیول نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس بلیک ڈیول سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے باس کی کرخت آواز سنائی دی۔

''باس۔ غضب ہو گیا ہے۔ گولڈن ڈیول قتل ہو چکا ہے جبکہ بلیو ڈیول کل رات سے گم ہے۔ اور جہاں تک میرا خیال ہے گرین ڈیول بھی اسی طرح گم ہو گیا ہے۔ میرا بھی ایک موٹر سائیکل سوار نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تھی مگر میں نے اسے جھٹک دیا ہے۔ اوور۔'' ریڈ ڈیول نے تیز تیز لہجے میں جواب دیا۔

''ہوں۔ اس کا مطلب ہے کہ حالات پلٹ گئے ہیں اور ہمارا مشن فی الحال ناکامی سے دوچار ہو رہا ہے۔ اوور۔''۔۔۔۔۔بلیک ڈیول کی آواز سنائی دی۔

''معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے باس۔ اوور۔''۔۔۔۔۔ریڈ ڈیول نے جواب دیا۔

''اچھا اب مجھے خود میدان میں آنا پڑے گا ریڈ ڈیول۔ تم فوری طور پر یہ جگہ چھوڑ دو اور اپنے تین ساتھیوں سمیت ہوٹل کارلش میں منتقل ہو جاؤ۔ میں تم سے وہیں رابطہ قائم کروں گا۔ وہاں کمرہ نمبر تین سو تیرہ سے تین سو سولہ تک چار کمرے تمہارے لئے ریزرو ہوں گے اور اپنی تمام سرگرمیاں بند کر دو۔ میں اب نئے سرے سے پلان بناؤں گا۔ اوور۔''۔۔۔۔۔بلیک ڈیول نے کہا۔

''اوکے باس۔ آپ کے حکم کی تعمیل ہوگی۔ اوور۔''۔۔۔۔۔ریڈ ڈیول نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوور اینڈ آل۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے کہا گیا اور ریڈ ڈیول نے پھرتی سے ٹرانسمیٹر آف کر دیا اور پھر اس نے میز کے کنارے پر لگا ہوا بٹن دبایا اور دوسرے لمحے ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔

''سنو۔ میں یہاں سے فوری طور پر ہوٹل کارلش منتقل ہو رہا ہوں۔ نمبر ون اور نمبر ٹو جب بھی واپس آئیں انہیں ساتھ لے کر تم ہوٹل کارلش میں آ جانا۔ تمہارے لئے وہاں کمرہ نمبر تین سو چودہ سے تین سو سولہ تک ریزرو ہوں گے۔ تمہارے اصلی ناموں سے۔ کمرہ نمبر تین سو تیرہ میرا ہوگا۔ وہاں فی الحال ہم سب اجنبیوں کی طرح رہیں گے۔ بعد میں حالات کے مطابق تمہیں ہدایات دی جائیں گی۔'' ریڈ ڈیول نے آنے والے کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

''بہتر جناب۔''۔۔۔۔۔نوجوان نے جواب دیا اور پھر مڑ کر کمرے سے باہر چلا گیا۔ ریڈ ڈیول نے تیزی سے اپنا ضروری سامان سمیٹنا شروع کر دیا۔

عمران نے بلیو ڈیول کو لا کر دانش منزل کے مخصوص کمرے میں بند کیا اور پھر خود آپریشن روم میں آ گیا۔

"طاہر۔ صفدر اور نعمانی کو میں نے فارم ہاؤس بھیجا تھا۔ وہاں سے رپورٹ آ گئی۔" ——— عمران نے پوچھا۔

"نہیں جناب۔" ——— بلیک زیرو نے جواب دیا۔

اور پھر اس سے پہلے کہ عمران کچھ کہتا میز پر پڑے ہوئے نیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے رسیور اٹھالیا۔

"یس۔" ——— عمران نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں کہا۔

"بلیک پرنس بول رہا ہوں مسٹر ایکسٹو۔" ——— دوسری طرف سے بلیک پرنس کی آواز سنائی دی اور عمران چونک پڑا۔ اس نے بلیک زیرو کو تیزی سے مخصوص اشارہ کیا اور پھر بلیک زیرو نے پھرتی سے ٹیلی فون کے ساتھ لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور پھر جب عمران دوبارہ گفتگو میں

مصروف ہوا تو اس نے میز پر موجود ایک کافی بڑے آلے پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور پھر اس کے ساتھ لٹکا ہوا ہیڈ فون اٹھا کر کانوں سے لگا لیا۔ اب وہ عمران اور بلیک پرنس کی گفتگو سن رہا تھا۔ مگر اس کی نظریں آلے پر بنے ہوئے ایک تفصیلی نقشہ پر جمی ہوئی تھیں۔ نقشے پر ایک سوئی تیزی سے حرکت کر رہی تھی اور پھر وہ ایک مخصوص جگہ پر آ کر رک گئی۔ بلیک زیرو نے پھرتی سے آلے کا ایک اور بٹن دبا دیا اور ایک اور چھوٹی سوئی حرکت میں آ گئی اور تھوڑی دیر بعد وہ ایک مخصوص جگہ آ کر رک گئی۔ بلیک زیرو نے جھک کر غور سے اس جگہ کو دیکھا اور پھر اس نے آلے کے قریب موجود ایک چھوٹی سی مشین کا بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے اس مشین کی سکرین پر ایک نمبر ابھر آیا اور وہ تھا ایک سو بارہ۔

بلیک زیرو سمجھ گیا کہ کال ہوٹل شومرہ کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ سے ہی کی جا رہی ہے۔ اس نے آلے کے وہ بٹن بند کیے اور پھر تیزی سے قریب پڑے فون کا رسیور اٹھا کر نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ چند لمحوں بعد ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھا لیا گیا۔

"لیس تنویر سپیکنگ۔" ——— دوسری طرف سے تنویر کی آواز سنائی دی۔

"تنویر تم چوہان کو ساتھ لے کر فوری طور پر ہوٹل شومرا پہنچو۔ یہ ہوٹل تم دونوں کی رہائش گاہ کے قریب ہے۔ وہاں کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں ایک مجرم ٹیلی فون کرنے میں مصروف ہے اسے قابو کرنے کے بعد

مجھے فون کرو مگر انتہائی احتیاط سے ۔ وہ بے حد خطرناک مجرم ہے۔''
بلیک زیرو نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔عمران
ابھی تک بلیک پرنس سے گفتگو میں مصروف تھا۔

عمران نے سر اٹھا کر بلیک زیرو کی طرف دیکھا اور بلیک زیرو نے
سر ہلا دیا۔ عمران کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں ابھر آئیں پھر
تھوڑی دیر بعد دوسری طرف سے رسیور رکھ دیا گیا اور عمران نے بھی
ایک طویل سانس لیتے ہوئے رسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

''کال ہوٹل شومرا کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ سے کی جا رہی تھی۔ میں
نے تنویر اور چوہان کو وہاں بھیج دیا ہے۔ وہ چند لمحوں میں وہاں پہنچ
جائیں گے۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے عمران کو بتاتے ہوئے کہا۔

''ظاہر۔ بلیک پرنس یقیناً آواز بدل کر بول رہا ہے مگر اس کے
باوجود مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے اس کی آواز سنی ہوئی ہو''
عمران نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اور اس سے پہلے کہ بلیک زیرو کچھ کہتا
ٹیلی فون کی گھنٹی ایک بار پھر بج اٹھی اور عمران نے رسیور اٹھا لیا۔

''یس۔''۔۔۔۔ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''صفدر بول رہا ہوں جناب۔ ہم نے وہ فارم ہاؤس ڈھونڈ لیا
ہے۔یہاں ایک آدمی کی لاش پڑی ہوئی ہے۔ فارم ہاؤس کی تلاشی
کے دوران اور تو کچھ نہیں ملا صرف ایک عجیب ساخت کا ٹرانسمیٹر ملا
ہے۔'' صفدر نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔تم وہ ٹرانسمیٹر لے کر دانش منزل آ جاؤ۔''۔۔۔۔ عمران

نے جواب دیا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

''تم صفدر سے ٹرانسمیٹر وصول کرو۔ میں ذرا اس نوجوان سے پوچھ
گچھ کر لوں۔ اب تک وہ یقیناً ہوش میں آ گیا ہو گا۔''۔۔۔۔ عمران
نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے اس کمرے کی طرف بڑھتا چلا
گیا جہاں اس نے بلیو ڈیول کو بند کیا تھا۔دروازے کا مخصوص تالا کھول
کر وہ جیسے ہی اندر داخل ہوا۔ یہ دیکھ کر اس کے چہرے پر مسکراہٹ
ابھر گئی کہ وہ نوجوان نہ صرف ہوش میں آ چکا تھا بلکہ بڑے اطمینان سے
ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں عمران پر جمی ہوئی تھیں۔

''ہیلو۔ بھئی کیا حال ہیں۔ تمہاری کار کا پنکچر لگ گیا ہے۔ صرف
بیس روپے عنایت کر دو''۔۔۔۔ عمران نے دروازہ لاک کرتے
ہوئے کہا۔

''تم کون ہو اور کیا چاہتے ہو''۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے سخت لہجے
میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا نام علی عمران ہے۔ اور چاہتا یہ ہوں کہ بیس روپے پنکچر کے
دے دو۔ باقی رہی میری مزدوری۔ تو وہ تمہاری مرضی جتنی چاہو دے
دینا۔ میں بڑا ہی صابر شاکر قسم کا مزدور ہوں۔''۔۔۔۔ عمران نے اس
کے قریب جا کر بڑے ہی معصوم سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔ تو تم بچ گئے۔ مگر مجھے حیرت ہے کہ جب تم فلیٹ میں
گئے تو کیسے بچ گئے تھے۔''۔۔۔۔ بلیو ڈیول نے حیرت بھرے لہجے
میں کہا۔

"ایک سفید بلی راستہ کاٹ گئی تھی۔کالی ہوتی تو شاید نہ بچتے۔"
عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھو علی عمران۔یہ ٹھیک ہے کہ میں نے تمہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا تھا مگر تم نے مجھ پر قابو پا لیا اور مجھے لے آئے۔مگر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ تم مجھ سے کوئی معلومات حاصل نہیں کر سکتے۔آج تک بڑے سے بڑے تشدد پسند بھی مجھ سے میری مرضی کے خلاف ایک لفظ بھی نہیں اگلوا سکے اور نہ ہی دنیا کی کوئی مشین مجھ سے کچھ حاصل کر سکی ہے۔یہ میرا دعویٰ ہے۔"______بلیو ڈیول نے بڑے اطمینان اور مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

"اوہ۔بڑی خوش فہمی ہے تمہیں اپنے متعلق۔مگر میں نے کب کہا ہے کہ میں تم سے کوئی معلومات حاصل کرنا چاہتا ہوں۔بس بیس روپے پنکچر کے دے دو اور باقی میری مزدوری۔اور ہمارا تمہارا سلسلہ ختم۔"
عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

بلیو ڈیول چند لمحے گہری نظروں سے عمران کو دیکھتا رہا اور پھر ایک جھٹکے سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

"اب میں جا رہا ہوں۔اگر تم مجھے روک سکتے ہو تو روک لینا۔" بلیو ڈیول نے کہا اور پھر تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا جبکہ عمران اطمینان سے کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔بلیو ڈیول دروازے کے قریب پہنچا اور اس نے بڑی پھرتی سے تالا کھول کر باہر نکلنے کی کوشش کی مگر تالا شاید اس کی سمجھ سے باہر تھا۔اس نے بڑی کوشش کی مگر دروازہ اس

سے نہ کھل سکا۔

"پنکچر کے پیسے اور مزدوری دیئے بغیر تم باہر نہیں جا سکتے دوست۔"
عمران نے پیچھے سے ہانک لگائی اور بلیو ڈیول ایک جھٹکے سے مڑا۔دوسرے لمحے اس نے اپنے دونوں بازو جوڈو کے انداز میں آگے پھیلا دیئے۔اس کی آنکھوں میں وحشت کی جھلکیاں اُبھر آئی تھیں۔وہ شاید اب مرنے مارنے پر اتر آیا تھا۔

"ارے۔ارے۔تم تو خواہ مخواہ مجھ سے لڑنے لگے ہو۔میں تو بس اپنی مزدوری مانگ رہا ہوں۔"______عمران نے اسی طرح اطمینان سے کہا مگر دوسرے لمحے وہ پھرتی سے اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا کیونکہ بلیو ڈیول نے اس پر حملہ کر دیا تھا۔بلیو ڈیول نے حملہ خطا جاتے دیکھ کر اپنے جسم کو تیزی سے موڑنے کی کوشش کی مگر دوسرے لمحے اس کی پشت پر عمران کی لات پوری قوت سے پڑی اور وہ اچھل کر سامنے والی دیوار سے ایک دھماکے سے ٹکرایا اور گر پڑا۔

بلیو ڈیول کے وہاں گرتے ہی عمران نے تیزی سے دیوار پر لگا ہوا ایک بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے کمرے کے درمیان میں شیشے کی ایک دیوار سرر کی آواز نکالتی ہوئی حائل ہو گئی۔اب بلیو ڈیول دیوار کے دوسری طرف تھا جب کہ عمران اس طرف کھڑا تھا۔

"میری آواز تمہیں پہنچ رہی ہے دوست۔اس لئے کان کھول کر سن لو کہ اب تمہاری خوش فہمی دور ہونے والی ہے۔"______عمران نے اس بار سنجیدہ لہجے میں کہا اور پھر اس نے دیوار کے ساتھ لگا ہوا ایک بٹن دبا

دیا۔دوسرے لمحے دیوار سے محدود اس حصے میں جہاں بلیو ڈیول بند تھا چھت کے قریب ایک تختہ کھل گیا اور اب وہاں ایک چھوٹا سا پنکھا نظر آنے لگا تھا جو بہت تیزی سے گھوم رہا تھا۔

''تم مجھ سے کچھ معلوم نہ کر سکو گے۔'' ـــــ بلیو ڈیول نے مضبوط لہجے میں کہا۔

''اچھا اچھا ٹھیک ہے۔تم کچھ مت بتانا۔'' ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ایک اور بٹن دبا دیا۔ دوسرے لمحے پنکھے کے پیچھے سے نسواری رنگ کے ذرات نمودار ہوئے اور پھر تیزی سے محدود جگہ پر پھیلتے چلے گئے اور پھر بلیو ڈیول کو پہلی چھینک آئی اور پھر تو جیسے چھینکوں کا تانتا بندھتا چلا گیا۔ بلیو ڈیول مسلسل چھینک رہا تھا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا اور وہ یوں اچھل رہا تھا جیسے کسی افریقی قبیلے کا وچ ڈاکٹر رقص کرنے میں مصروف ہو۔عمران بڑے اطمینان سے کھڑا اس کا تماشہ دیکھ رہا تھا۔

اور پھر چند لمحوں بعد بلیو ڈیول چھینکتے چھینکتے بے حال ہو گیا۔ وہ فرش پر لوٹ پوٹ ہو رہا تھا۔ مگر چھینکیں تھیں کہ بند ہونے میں ہی نہ آ رہی تھیں۔ پھر فرش پر تڑپتے ہوئے بلیو ڈیول نے اپنا ایک ہاتھ اونچا کیا اور پھر اسے ہلانے لگا۔

''اوہ۔ صلح کا جھنڈا لہرا رہے ہو۔ چلو ٹھیک ہے صلح ہی سہی۔'' عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ایک اور بٹن دبا دیا اور وہی پنکھا ایگزاسٹ کی صورت اختیار کر گیا۔ اور کمرہ میں تیرنے والے نسواری

رنگ کے ذرات تیزی سے کم ہونے لگے۔

چند لمحوں بعد کمرے کی فضا صاف ہو چکی تھی جبکہ بلیو ڈیول اب بھی چھینک رہا تھا اور پھر آہستہ آہستہ چھینکوں میں کمی آتی چلی گئی۔ اور چند لمحوں بعد جب چھینکیں ختم ہو گئیں تو بلیو ڈیول فرش پر بے حال سا پڑا تھا۔ اس کا سانس تیز تیز چل رہا تھا۔ آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں اور ان پر سوجن سی آ گئی تھی۔

''کیا خیال ہے دوست پنکچر کے پیسے اور مزدوری دیتے ہو۔ یا دوبارہ یہی سلسلہ شروع کیا جائے۔'' ـــــ عمران نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''خدا کے لیے ایسا نہ کرنا۔ نہ جانے یہ کیا چیز تھی۔ آدمی مر بھی تو نہیں سکتا۔'' ـــــ بلیو ڈیول نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

''اس سے دماغ پر جمی ہوئی گرد صاف ہو جاتی ہے۔کہو تو اس سے بڑا نسخہ بھی ہے۔'' ـــــ عمران نے جواب دیا۔

''مجھے پانی پلاؤ۔تم جو پوچھو گے میں بتاؤں گا۔'' ـــــ بلیو ڈیول نے کہا۔

''نہیں۔ اگر پانی تم نے پی لیا تو چھینکیں پھر شروع ہو جائیں گی اس لئے جلدی سے شروع ہو جاؤ۔'' ـــــ عمران نے بڑے سادہ سے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا نام راشین ہے۔ یہاں مجھے بلیو ڈیول کہتے ہیں۔ ہمارا تعلق بلیک ڈیول گروپ سے ہے۔'' ـــــ بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

''تمہارے علاوہ اور کتنے ڈیول یہاں کام کر رہے ہیں۔'' عمران

نے پوچھا۔

''میرے ساتھ تین اور ہیں۔ گرین ڈیول۔ ریڈ ڈیول۔ اور گولڈن ڈیول۔''——— بلیو ڈیول نے جواب دیا۔ اب شاید اس کی ساری خوش فہمی دور ہو چکی تھی۔

''تو پھر سن لو کہ گرین ڈیول اور گولڈن ڈیول ہلاک ہو چکے ہیں۔'' عمران نے کہا اور بلیو ڈیول بری طرح چونک پڑا۔

''ہلاک ہو چکے ہیں۔ نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ وہ سب انتہائی خطرناک لوگ ہیں۔ انہیں ہلاک کرنا آسان نہیں ہے۔''——— بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

''یہ ہمارا نہیں کسی بلیک پرنس کا کارنامہ ہے۔ اچھا تم یہ بتاؤ کہ تم سب کا یہاں مشن کیا ہے۔''——— عمران نے پوچھا۔

''جہاں تک میں سمجھتا ہوں باس کو بلیو کراس فائل چاہیے۔ اس نے میرے ذمہ تمہاری ہلاکت کا کام لگایا تھا جبکہ ریڈ ڈیول کے ذمہ دارالحکومت میں بے دریغ قتل و غارت کرنا تھا اور گرین ڈیول نے سیکرٹ سروس کی تفصیلات معلوم کرنا تھیں۔''——— بلیو ڈیول نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''ریڈ ڈیول کی رہائش گاہ کہاں ہے۔''——— عمران نے پوچھا۔

''مجھے نہیں معلوم۔''——— بلیو ڈیول نے جواب دیا اور عمران نے ہاتھ بٹن کی طرف اٹھایا ہی تھا کہ بلیو ڈیول بے اختیار چیخ پڑا۔

''ٹھہرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں۔ صرف گولڈن

ڈیول کے متعلق جانتا ہوں کہ وہ ہوٹل شومرا کے کمرہ نمبر ایک سو بارہ میں رہتا ہے۔''——— بلیو ڈیول نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''ہوں۔ اب اپنے باس کے متعلق تفصیلات بتاؤ۔''——— عمران نے پوچھا۔

''ہم نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ صرف ٹرانسمیٹر پر ہم سے بات کرتا ہے۔''——— بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

''اگر تم نے اسے کال کرنا ہو تو کون سی فریکوئنسی پر کرتے ہو۔'' عمران نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

''ہمارے ٹرانسمیٹر مخصوص قسم کے ہیں۔ ویسے اس کے ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی الیون تھرٹی سکس ہے۔''——— بلیو ڈیول نے جواب دیا۔

''اوکے بلیو ڈیول۔ اب تم آرام کرو۔ تم نے چونکہ سب کچھ سچ سچ بتا دیا ہے اس لئے لیکچر اور مزدوری معاف۔''——— عمران نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر اس نے شیشے کی دیوار والا بٹن آف کیا اور خود تیزی سے مڑ کر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔ اب وہ ایک منصوبہ بنا چکا تھا۔ جب عمران آپریشن روم میں پہنچا تو ایک جدید ساخت کا ٹرانسمیٹر اس کی میز پر پڑا تھا۔

''کچھ معلوم ہوا۔''——— بلیک زیرو نے پوچھا۔

''ہاں۔ مزدوری مل گئی ہے۔''——— عمران نے جواب دیا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اس کا کنکشن اسی آلے سے کر دیا جس سے بلیک زیرو نے بلیک پرنس کی کال ٹریس کی تھی اور پھر جب اس نے

ٹرانسمیٹر اور اس آلے کا بٹن دبایا تو ڈائل پر سوئی نے حرکت کرنی شروع کر دی۔ عمران غور سے ڈائل کو دیکھ رہا تھا۔

''ہوں۔ معاملہ اسی شہر تک ہی محدود ہے۔''------ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے ٹرانسمیٹر کا کنکشن آلے سے علیحدہ کیا اور اسے اٹھا کر کمرے کے ایک کونے میں موجود بڑی سی مشین کے پاس لے گیا۔ اس نے مشین کے درمیان میں سے ایک خانہ کھولا اور اس میں ٹرانسمیٹر رکھ دیا۔ اس مشین کے اوپر ایک بڑی سی سکرین موجود تھی۔ عمران نے مشین کا بٹن دبایا تو مشین پر لگے ہوئے مختلف بلب تیزی سے جلنے بجھنے لگے۔ عمران چند لمحے کھڑا دیکھتا رہا پھر اس نے ایک سرخ رنگ کا بٹن دبایا اور ڈائل کو گھمانے لگا۔ وہ الیون تھرٹی سکس فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ چند لمحوں بعد ہی مشین پر لگا ہوا ایک بڑا سا بلب روشن ہو گیا اور اس کے ساتھ ہی سکرین بھی روشن ہو گئی۔ عمران نے ایک اور بٹن دبایا تو سکرین پر لہریں سی دوڑنے لگیں۔

''ہیلو ہیلو۔ بلیو ڈیول سپیکنگ اوور۔''------ عمران نے بلیو ڈیول کی آواز میں کہا۔

''یس۔ بلیک ڈیول سپیکنگ۔ تم کہاں گم ہو گئے تھے۔ اوور۔'' دوسری طرف سے ایک کرخت آواز گونجی اور اسی لمحے سکرین پر ایک کمرے کی تصویر ابھر آئی۔ کمرے کے درمیان میں میز کے پیچھے ایک قوی ہیکل آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے چہرے پر کالے رنگ کا نقاب تھا۔ کمرے میں اس میز کے علاوہ اور کوئی چیز نہ تھی اور میز کے اوپر اسی

ساخت کا ٹرانسمیٹر رکھا ہوا تھا جیسے عمران نے اس مشین میں رکھا تھا۔

''باس۔ عمران نے بڑی ہوشیاری سے بم ناکارہ کر دیا تھا۔ چنانچہ میں اس کے فلیٹ پر گیا مگر وہاں اس نے مجھے قابو کر لیا۔ وہ مجھ پر تشدد کر کے معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا مگر آپ جانتے ہیں کہ بلیو ڈیول سے اس کی مرضی کے خلاف کبھی کوئی لفظ نہیں اگلوایا جا سکا۔ چنانچہ بے پناہ تشدد کے باوجود وہ مجھ سے کچھ حاصل نہ کر سکا تو وہ مجھے باندھ کر فلیٹ سے چلا گیا۔ اور پھر بڑی مشکل سے میں نے آزادی حاصل کی اور اب آپ کو کال کر رہا ہوں۔ اوور۔''------ عمران نے ایک کہانی گھڑ کر اسے بتاتے ہوئے کہا۔

''ویری گڈ۔ مجھے تم پر فخر ہے بلیو ڈیول۔ اب تم ایسا کرو کہ ہوٹل کارلش میں منتقل ہو جاؤ۔ وہاں اپنے اصلی نام سے کمرہ حاصل کر لینا۔ میں اب مشن کے لئے نیا پلان بنانا چاہتا ہوں۔ میں تم سے وہیں رابطہ کر کے تمہیں مزید ہدایات دوں گا۔ اوور اینڈ آل۔''------ بلیک ڈیول نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا اور مشین پر موجود سکرین تاریک ہو گئی۔ مگر عمران کسی گہری سوچ میں غرق تھا۔ پھر اس نے مشین کا بٹن بند کر دیا۔

چند لمحے خاموش بیٹھنے کے بعد عمران نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور پھر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

''جناب۔ میں عمران بول رہا ہوں۔''------ رابطہ قائم ہوتے ہی عمران نے کہا۔

''مجرموں کا کچھ پتہ چلا عمران۔ میں بے حد پریشان ہوں۔'' سر سلطان نے جواب دیا۔

''ابھی نہیں جناب۔ بہرحال آپ یہ بتائیں کہ بلیو کراس فائل کی کیا پوزیشن ہے۔ کیا اس کی حفاظت کا بندوبست ٹھیک ہے۔''___ عمران نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

''ہاں۔ وہ بالکل محفوظ ہے۔''___ سر سلطان نے جواب دیا۔

''آپ ایسا کریں کہ جب تک یہ کیس ختم نہیں ہو جاتا بلیو کراس فائل خفیہ ریکارڈ روم سے نکال کر خود آ کر طاہر کو دے دیں۔ وہ آپ کے ریکارڈ روم سے یہاں زیادہ حفاظت میں رہے گی۔''___ عمران نے کہا۔

''مگر عمران بیٹے۔''___ سر سلطان نے کچھ کہنا چاہا۔

''اگر مگر کا وقت نہیں ہے۔ آپ میری ہدایت پر عمل کریں ورنہ ہو سکتا ہے کہ ہم فائل سے ہی ہاتھ دھو بیٹھیں۔ آپ کل صبح وہ فائل ریکارڈ روم سے حاصل کریں اور دانش منزل پہنچا دیں۔ بائی بائی۔''___ عمران نے کہا اور پھر رسیور ایک جھٹکے سے رکھ دیا۔

''طاہر۔ سر سلطان فائل لے کر آئیں تو اسے ریکارڈ روم کے نچلے تہہ خانے میں رکھ دینا۔ میں جا رہا ہوں۔''___ عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا اور بلیک زیرو سر ہلاتا رہ گیا۔ وہ عمران کے اس فیصلے سے مطمئن تھا کہ جب تک مجرموں کا خاتمہ نہیں ہو جاتا۔ فائل کو دانش منزل میں ہی رہنا چاہیے۔

جوزف نے جب صبح اخبار میں دارالحکومت میں ہونے والی قتل و غارت کے متعلق تفصیلات پڑھیں تو اس کا دماغ گھوم گیا۔ اس قدر ہولناک قتل عام کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اس کے ذہن میں غصے کی شدت سے لاوا سا ابل پڑا تھا۔ وہ سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ مجرم اس قدر سنگدل اور بے رحم ہو سکتے ہیں اور پھر اس کی سوچ کا دھارا اس رخ پر مڑ گیا کہ اتنے خطرناک مجرموں کی موجودگی میں وہ خواہ مخواہ اپنا بکھیڑا ڈالے پھر رہا ہے۔ اس طرح تو عمران اور بلیک زیرو الجھ کر رہ جائیں گے۔ اس لئے اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ خود جا کر بلیک زیرو سے معافی مانگ لے گا اور انہیں بلیک پرنس کے متعلق سب کچھ بتا دے گا۔ اسے یقین تھا کہ جب عمران کو معلوم ہوگا کہ جوزف نے گرین ڈیول اور گولڈن ڈیول کا خاتمہ کیا ہے تو وہ یقیناً اس کی صلاحیتوں کی داد دینے پر مجبور ہو جائے گا۔

چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی وہ اٹھا اور پھر تیزی سے اس کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جس میں بیٹھ کر وہ ایک بار گرین ڈیول سے ٹکرا چکا تھا۔ اس نے کار رانا ہاؤس سے باہر نکالی اور چند لمحوں بعد اس کی کار کا رخ دانش منزل جانے والی سڑک کی طرف تھا۔

ابھی وہ دانش منزل سے کافی دور تھا کہ اسے دور سڑک پر ایک آدمی بے حس و حرکت الٹا پڑا ہوا نظر آیا۔قریب پہنچ کر وہ کار سے اترا اور جب اس نے سڑک پر الٹے پڑے ہوئے آدمی کو سیدھا کیا تو وہ بری طرح اچھل پڑا۔ وہ سر سلطان تھے۔ ان کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ بے ہوش تھے۔

جوزف نے پھرتی سے سر سلطان کو اٹھایا اور انہیں لے کر اپنی کار کی طرف بڑھا اور اس نے کار کا پچھلا دروازہ کھولا اور سر سلطان کو پچھلی سیٹ پر لٹا دیا۔ وہ سر سلطان کو جلد از جلد ہسپتال پہنچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند ہی لمحوں بعد اس کی کار تیز رفتاری کے تمام ریکارڈ توڑتی ہوئی جنرل ہسپتال کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔ابھی وہ ہسپتال سے کافی دور تھا کہ اسے پچھلی سیٹ سے سر سلطان کے کراہنے کی آواز سنائی دی۔ وہ شاید ہوش میں آ چکے تھے۔

''پپ۔ پانی۔'' ــــــ سر سلطان کی ڈوبتی ہوئی آواز سنائی دی اور جوزف نے پھرتی سے کار کو بریک لگائے۔اور کار میں موجود منرل واٹر کی بوتل اٹھا کر کار سے نکلا اور پچھلا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ سر سلطان دوبارہ بے ہوش ہو چکے تھے البتہ ان کا ایک ہاتھ اپنی پتلون

کے پائنچے کے اندر گھسا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے ہوش میں آنے پر وہ پائنچے کے اندر ہاتھ ڈال کر کسی چیز کی موجودگی کا احساس کرنا چاہتے تھے کہ تکلیف کی شدت سے دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔

جوزف نے پانی کی بوتل ایک طرف رکھی اور پھر تیزی سے اس جگہ کو تھپتھپایا جہاں سر سلطان کا ہاتھ تھا۔ اسے پتلون کے اندر کی طرف کاغذوں کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اس نے پھرتی سے پتلون کا پائنچہ الٹ دیا۔ سر سلطان کی پنڈلی پر چمڑے کی پتلی مگر مضبوط بیلٹ سے ایک فائل بندھی ہوئی تھی۔

جوزف نے پھرتی سے وہ فائل نکال لی اور پھر جب اس کی نظریں فائل پر پڑیں تو وہ بری طرح چونک پڑا۔ وہ بلیو کراس فائل تھی۔ جس کا مطالبہ اس نے کیا تھا۔ اس نے فائل کو تہہ کر کے اپنی اندرونی جیب میں ڈالا اور پھر دوبارہ سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ اب اس کی کار ایک بار پھر خاصی تیز رفتاری سے ہسپتال کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

ہسپتال پہنچ کر انتظامیہ کو جب معلوم ہوا کہ سیکرٹری وزارت خارجہ زخمی ہو کر آئے ہیں تو پورے ہسپتال میں بھگدڑ سی مچ گئی اور اسی بھگدڑ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جوزف وہاں سے آنکھ بچا کر نکل آنے میں کامیاب ہو گیا۔ واپس اپنی کار میں بیٹھ کر اب وہ گومگو کے عالم میں تھا کہ اس فائل کو لے کر دانش منزل جائے یا پھر فائل اپنے پاس رکھ کر عمران اور سیکرٹ سروس کا تماشہ دیکھے۔ اور پھر وہ اس خیال پر جم گیا کہ چلو اب فائل تو محفوظ ہاتھوں میں آ ہی گئی ہے۔ ذرا عمران اور اس کے

ساتھیوں کا تماشا بھی دیکھ لیا جائے۔ چنانچہ یہ فیصلہ کرتے ہی اس نے کار واپس رانا ہاؤس کی طرف موڑی اور پھر رانا ہاؤس پہنچ کر اس نے فائل رانا ہاؤس میں موجود ایک مخصوص تجوری میں رکھ دی۔

فائل رکھ کر جوزف سیدھا اس کمرے میں آیا جہاں ٹیلی فون موجود تھا۔ اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔ پھر جیسے ہی دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا۔ جوزف نے جیب میں ہاتھ ڈال کر سیٹی نکالی اور اسے منہ میں رکھنے کے بعد بولا۔

''بلیک پرنس سپیکنگ۔ مسٹر ایکسٹو آپ لوگوں کا بہت بہت شکریہ۔ بلیو کراس فائل مجھے مل گئی ہے۔ اوکے بائی۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔

''ارے ارے سنو تو۔''۔۔۔۔۔ فوراً ہی دوسری طرف سے طاہر کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''کیا سنوں۔ بہرحال مجھے خوشی ہے کہ تم نے ملک کو ایک بہت بڑی تباہی سے بچا لیا ہے۔ ایک بار پھر شکریہ۔ بائی۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔ اس کے چہرے پر دلفریب سی مسکراہٹ طاری تھی۔

جوزف دوبارہ برآمدے میں آ کر بیٹھ گیا جہاں کرسیاں رکھی ہوئی تھیں اور میز پر تازہ اخبارات موجود تھے۔ اس نے ایک اخبار اٹھایا اور قتل و غارت کی خبروں کے علاوہ دوسری خبریں پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔ پھر اچانک اس کی نظریں اخبار کے کونے میں موجود ایک چھوٹے سے اشتہار پر پڑی اور وہ چونک پڑا۔ کیونکہ اشتہار بہت ہی عجیب و

غریب تھا۔ اشتہار کسی ڈاکٹر کی طرف سے تھا اور اس میں درج تھا کہ کسی بھی آدمی کے ہاتھ کی چھوٹی انگلی کی ضرورت ہے۔ معاوضے میں اسے خطیر رقم پیش کی جائے گی۔ نیچے ڈاکٹر کا ٹیلی فون نمبر دیا گیا تھا۔

جوزف سوچنے لگا کہ چھوٹی انگلی کی ضرورت آخر کس طرح پوری ہو گی اور کون شخص ہے جو اپنے ہاتھ کی انگلی کٹوانے پر تیار ہو گا۔ جب اس کی سمجھ میں یہ عجیب وغریب اشتہار نہ آیا تو اس نے ڈاکٹر کو ٹیلی فون کرنے کی ٹھانی۔ وہ اٹھا اور اس نے ٹیلی فون اٹھا کر باہر برآمدے میں میز پر رکھا اور نمبر دیکھ کر ڈاکٹر سے رابطہ ملانے لگا۔ چند لمحوں بعد دوسری طرف سے رسیور اٹھالیا گیا۔

''ہیلو۔ کیا ڈاکٹر زید بول رہے ہیں۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے سلسلہ قائم ہوتے ہی پوچھا۔

''ہاں۔ میں ڈاکٹر زید بول رہا ہوں۔ فرمایئے۔''۔۔۔۔۔ دوسری طرف سے ڈاکٹر کی آواز سنائی دی۔

''آج اخبار میں آپ کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا ہے۔ کیا آپ اس کی وضاحت کر سکتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے پوچھا۔

''وضاحت کیسی۔ ایک دولت مند آدمی کو انسانی ہاتھ کی چھوٹی انگلی چاہیے۔ اس کے لئے وہ مناسب معاوضہ دینے کے لئے تیار ہے۔''۔ ڈاکٹر زید نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''مگر کیا یہ انگلی کسی مردے کے ہاتھ سے نہیں کاٹی جا سکتی۔'' جوزف نے پوچھا۔

''نہیں۔ ہمیں زندہ ہاتھ کی انگلی چاہیے۔ اگر آپ یہ انگلی دینا چاہتے ہیں تو پتہ نوٹ کر لیں۔''۔۔۔۔۔ ڈاکٹر زید نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

''فرمایئے۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اور ڈاکٹر زید نے اپنے کلینک کا مکمل پتہ بتا دیا۔ جوزف نے شکریہ ادا کر کے رسیور رکھ دیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ معاملہ کچھ گڑ بڑ ہے چنانچہ اس نے کافی دیر تک سوچنے کے بعد اس کا کھوج لگانے کا فیصلہ کیا۔

ڈاکٹر زید کا کلینک شہر کے ایک کونے میں تھا۔ جب جوزف ڈاکٹر زید کے کلینک میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ ڈاکٹر زید اس وقت اپنے کلینک کے آپریشن تھیٹر میں ہیں ۔ جوزف ایک طرف پڑی ہوئی کرسی پر بیٹھ گیا۔ چند لمحوں بعد ڈاکٹر زید آپریشن تھیٹر سے باہر آیا تو اس کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ اس کے پیچھے ایک منحنی سا زرد چہرے والا نوجوان تھا جس کے ہاتھ پر نئی پٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ڈاکٹر نے میز کی دراز سے نوٹوں کی ایک بڑی سی گڈی نکال کر نوجوان کے حوالے کی اور نوجوان سر جھکائے کمرے سے باہر نکلتا چلا گیا۔

''فرمایئے۔''۔۔۔۔۔ ڈاکٹر زید نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''میں اشتہار کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے جواب دیا۔

''اوہ۔ آپ دیر سے پہنچے۔ ہمارا کام ہو گیا ہے۔ شکریہ۔'' ڈاکٹر نے روکھے سے لہجے میں جواب دیا اور پھر دوبارہ آپریشن تھیٹر میں جانے لگا۔

''کیا وہ آدمی اس وقت آپریشن تھیٹر میں ہے جسے انگلی چاہیے تھی۔ میں اسے ایک نظر دیکھنا چاہتا ہوں۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے کہا۔

''نہیں مسٹر۔ آپ اس سے نہیں مل سکتے۔ آپ جائیں مجھے کام کرنے دیں۔''۔۔۔۔۔ ڈاکٹر زید نے سپاٹ لہجے میں کہا اور آپریشن تھیٹر کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

جوزف چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اٹھ کر ہسپتال سے باہر آ گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ جب یہ امیر آدمی ہسپتال سے باہر آئے گا تو وہ اسے دیکھے گا ضرور کیونکہ اس نے عجیب وغریب حرکت کی تھی۔ کسی انسان کی جیتی جاگتی انگلی خریدنا اس دور میں ایک ایسی بات تھی کہ جوزف کا ذہن کسی طور پر مطمئن ہی نہ ہو رہا تھا۔

بہرحال جوزف کار میں بیٹھا انتظار کرتا رہا۔ تقریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اس وقت چونکا جب اس نے ایک غیر ملکی کو ہاتھ پر پٹی باندھے باہر آتے دیکھا۔ ڈاکٹر زید بھی اس کے ہمراہ تھا اور وہ اس کے سامنے بچھا جا رہا تھا۔

''ڈاکٹر زید۔ میں نے تمہیں معقول معاوضہ دے دیا ہے اس لئے اس واقعہ کو تم نے بالکل بھول جانا ہے۔''۔۔۔۔۔ اس غیر ملکی نے سخت لہجے میں کہا۔ اور ڈاکٹر نے اثبات میں سر ہلا دیا اور غیر ملکی تیزی سے ایک بڑی سی سرخ رنگ کی کار میں بیٹھ گیا۔ کار میں موجود ڈرائیور نے کار سٹارٹ کی اور پھر کار مڑ کر کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔

ڈاکٹر زید تیزی سے واپس اندر چلا گیا تو جوزف نے بھی کار

سٹارٹ کی اور اب وہ سرخ رنگ کی کار کا تعاقب کر رہا تھا۔ تھوڑی بعد جب جوزف نے کار کو ایک غیر ملکی سفارت خانے میں داخل ہوتے دیکھا تو اس نے سر ہلا دیا اور پھر اس نے کار آگے لے جا کر روکی پیدل ہی واپس سفارت خانے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ گیٹ پر مسلّح دربان موجود تھا۔

''مجھے سفیر صاحب سے ملنا ہے۔''ـــــــ جوزف نے دربان سے کہا۔

''کیا انہوں نے آپ کو وقت دیا ہوا ہے۔''ـــــــ دربان نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

''نہیں۔''ـــــــ جوزف نے جواب دیا۔

''تو پھر ان سے آپ کا ملنا ناممکن ہے۔ وہ بے حد مصروف ہیں۔'' دربان نے اس بار روکھے لہجے میں جواب دیا۔

''اچھا ایسا کریں کہ ان صاحب سے ملوا دیں جو ابھی اندر گئے ہیں۔ جن کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ وہ بھی مجھے کوئی بڑے افسر معلوم ہوتے ہیں۔''ـــــــ جوزف نے بڑے معصوم لہجے میں کہا۔

''اوہ۔ آپ مسٹر رونالڈ کی بات کر رہے ہیں۔ وہ یہاں فوجی اتاشی ہیں مگر آپ دیکھ رہے ہیں وہ بیمار ہیں۔ آپ ان سے کیسے مل سکتے ہیں۔''ـــــــ دربان نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''مسٹر رونالڈ کی رہائش گاہ کیا سفارت خانے کے اندر ہے۔'' جوزف نے پوچھا۔

''نہیں۔ وہ سولہ کمپاؤنڈ روڈ پر رہتے ہیں۔ کیوں۔''ـــــــ دربان نے چونک کر جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

''کچھ نہیں۔ ویسے ہی پوچھ رہا تھا۔''ـــــــ جوزف نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑا اور اپنی کار کی طرف چل پڑا۔ جوزف نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ مسٹر رونالڈ سے ضرور ملے گا اور اس سے انگلی خریدنے کے متعلق تفصیل سے پوچھے گا۔ اس کے ذہن میں انگلی خریدنے والی بات جیسے چپک کر رہ گئی تھی۔

عمران بلیو ڈیول کے میک اپ میں ہوٹل کارلش میں کمرہ ریزرو کروا چکا تھا اور اب وہ اپنے کمرے میں تھا۔ اس نے ٹرانسمیٹر بھی اپنے ساتھ ہی رکھا تھا اور اب وہ بلیک ڈیول کی طرف سے مزید ہدایات کے انتظار میں تھا۔ اسی ادھیڑ بن میں تمام رات گزر گئی مگر بلیک ڈیول کی طرف سے کوئی کال نہ آئی۔ پھر اگلے روز دوپہر کے کھانے کے بعد عمران نے دانش منزل کے نمبر گھمائے۔ وہ تسلی کر لینا چاہتا تھا کہ سر سلطان نے اس کے کہنے کے مطابق بلیو کراس فائل دانش منزل میں پہنچا دی ہے یا نہیں۔

''ایکسٹو سپیکنگ۔''۔۔۔۔ رابطہ قائم ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

''عمران بول رہا ہوں۔''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''عمران صاحب۔ غضب ہو گیا ہے۔ بلیو کراس فائل بلیک پرنس

کے پاس پہنچ گئی ہے۔ سر سلطان شدید زخمی ہو کر ہسپتال پڑے ہوئے ہیں۔''۔۔۔۔ دوسری طرف سے بلیک زیرو جیسے پھٹ پڑا۔

''کیا کہہ رہے ہو۔''۔۔۔۔ عمران کا دماغ یہ سنتے ہی جیسے بھک سے اڑ گیا۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے مجھے بلیک پرنس کا فون ملا کہ بلیو کراس فائل اس تک پہنچ گئی ہے۔ اس سے پہلے ہسپتال سے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ کا فون آیا تھا کہ سر سلطان زخمی حالت میں وہاں داخل ہوئے ہیں اور فوری طور پر عمران سے ملنا چاہتے ہیں۔ میں جب وہاں پہنچا تو سر سلطان نے بتایا کہ آپ کے کہنے کے مطابق انہوں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ خفیہ ریکارڈ روم سے فائل نکلوائی اور وہ اسے لے کر دانش منزل کی طرف اپنی کار میں آ رہے تھے کہ اچانک ایک موٹر سائیکل سوار ان کی کار سے ٹکرا گیا۔ سر سلطان نے جب اس کو برا بھلا کہا تو اس نے سر سلطان کو کار سے باہر کھینچ کر شدید زدوکوب کیا اور پھر سر سلطان کے سر پر اس نے کسی چیز سے وار کیا جس سے سر سلطان بے ہوش ہو گئے۔ انہیں جب ہوش آیا تو وہ ہسپتال میں تھے اور فائل غائب تھی۔ ہسپتال والوں کا کہنا ہے کہ ایک لمبا تڑنگا سا حبشی سر سلطان کو ہسپتال لے آیا تھا اور پھر نام و پتہ بتائے بغیر غائب ہو گیا۔''۔۔۔۔ بلیک زیرو نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

''سر سلطان نے الجھنے والے کا حلیہ بتایا ہے۔''۔۔۔۔ عمران نے پوچھا۔

"ہاں۔ ان کے کہنے کے مطابق وہ کوئی بچی سا نوجوان تھا۔ عام سی قدوقامت کا۔"۔۔۔۔بلیک زیرو نے جواب دیا۔

"اوہ۔ یہ بہت برا ہوا۔ ہم نے فائل خود مجرم کے ہاتھ میں پہنچا دی۔ اچھا ٹھہرو۔ میں خود آ رہا ہوں۔"۔۔۔۔عمران نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اس کے دماغ میں آندھیاں سی چل رہی تھیں۔

پھر اس سے پہلے کہ وہ اٹھتا ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی آواز نکلنے لگی۔ عمران نے چونک کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کر دیا۔

"ہیلو۔ بلیک ڈیول سپیکنگ۔ اوور۔"۔۔۔۔دوسری طرف سے بلیک ڈیول کی آواز سنائی دی۔

"یس۔ بلیو ڈیول سپیکنگ فرام دس اینڈ اوور۔"۔۔۔۔عمران نے بلیو ڈیول کے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

"بلیو ڈیول۔ میں نے آج رات وزارتِ خارجہ کے خفیہ ریکارڈ روم پر حملہ کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ تم ایسا کرو کہ وزارتِ خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان کو اغوا کر لو۔ ہم اس پر تشدد کر کے تمام تفصیلات معلوم کر لیں گے۔ اوور۔"۔۔۔۔بلیک ڈیول کی آواز سنائی دی۔

"مگر باس۔ سر سلطان تو ہسپتال میں شدید زخمی ہو کر پہنچے ہوئے ہیں اور مجھے خفیہ ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کوئی فائل گم ہے۔ اوور۔" عمران نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ تمہیں یہ معلومات کہاں سے ملیں۔ اوور۔"۔۔۔۔بلیک ڈیول کی چیختی ہوئی آواز سنائی دی۔

"باس۔ میں نے سوچا کہ فارغ نہ رہوں۔ لہٰذا میں نے سر سلطان کی کوٹھی کے دربان سے دوستی کر لی۔ آج صبح جب میں اس سے ملنے گیا تو مجھے یہ رپورٹ ملی ہے۔ اوور۔"۔۔۔۔عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ کہیں وہ بلیو کراس فائل تو نہیں تھی۔ اوور۔"۔۔۔۔بلیک ڈیول نے چونکتے ہوئے کہا۔

"مجھے نام تو معلوم نہیں ہو سکا۔ صرف اتنا معلوم ہوا ہے کہ کوئی اہم فائل غائب ہے۔ اوور۔"۔۔۔۔عمران نے جواب دیا۔

"اوہ۔ میرے خیال میں یہ سب ڈرامہ ہے۔ ہمیں فائل سے روکنے کے لئے یہ پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔ کیا تم نے تسلی کر لی ہے کہ واقعی سر سلطان ہسپتال میں ہیں اور زخمی بھی ہیں۔ اوور۔"۔۔۔۔بلیک ڈیول نے پوچھا۔

"نہیں باس۔ میں ابھی کمرے میں پہنچا تھا کہ آپ کی کال آ گئی۔ اوور۔"۔۔۔۔عمران نے جواب دیا۔

"اچھا ایسا کرو کہ کمرہ نمبر تین سو تیرہ میں ریڈ ڈیول موجود ہے اور کمرہ نمبر تین سو چودہ، پندرہ اور سولہ میں اس کے تین ساتھی۔ تم ریڈ ڈیول سے رابطہ قائم کرو۔ کوڈ بلیک ڈیول ہو گا۔ انہیں یہ معلومات پہنچا دو اور میری کال کا انتظار کرو۔ میں اس دوران تحقیقات کراتا ہوں کہ اصل چکر کیا ہے۔ اوور اینڈ آل۔"۔۔۔۔بلیک ڈیول نے کہا اور اس کے ساتھ ہی ٹرانسمیٹر خاموش ہو گیا۔

عمران نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر ایک طرف رکھا اور پھر دوبارہ اس نے

ٹیلی فون اٹھا کر ایکسٹو کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

''ہیلو ۔ عمران بول رہا ہوں۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے رسیور اٹھتے ہی عمران نے کہا۔

''طاہر بول رہا ہوں۔''۔۔۔۔۔دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

''طاہر ۔ اپنے ممبروں سے کہو کہ ہوٹل کارلش کے کمرہ نمبر تین سو تیرہ، چودہ، پندرہ اور سولہ میں مقیم افراد کو اغوا کر کے دانش منزل پہنچا دیں۔ میں سر سلطان کا پتہ کرنے ہسپتال جا رہا ہوں۔''۔۔۔۔۔عمران نے کہا اور پھر اس نے ایک جھٹکے سے رسیور رکھ دیا۔

اب چونکہ اسے بلیو ڈیول کے میک اپ کی ضرورت نہ رہی تھی اس لئے اس نے بیگ میں سے میک اپ بکس نکالا اور بلیو ڈیول کا میک اپ اتارنے میں مصروف ہو گیا۔ فی الحال اسے پوری توجہ بلیک پرنس پر دینی تھی۔ وہ اس سے جلد از جلد فائل واپس لینا چاہتا تھا۔

جوزف سفارت خانے سے سیدھا اپنی کار کی طرف آیا اور پھر کار میں بیٹھ کر وہ چند لمحے سوچتا رہا کہ کیا وہ رات کو مسٹر رونالڈ کو چیک کرے یا فی الحال وہ رانا ہاؤس چلا جائے مگر پھر اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ مسٹر رونالڈ کو ابھی چیک کرے گا۔ اسے یقین تھا مسٹر رونالڈ زیادہ دیر تک سفارت خانے میں نہ رکیں گے اور لازمی اپنی رہائش گاہ پر جائیں گے۔ اس لئے اس نے مسٹر رونالڈ کے باہر نکلنے تک انتظار کار میں بیٹھ کر ہی کرنے کا فیصلہ کیا۔

تقریباً آدھے گھنٹے بعد جوزف نے اسی سرخ کار کو سفارت خانے سے باہر آتے دیکھا ۔ اس کا رخ ادھر ہی تھا جدھر جوزف کی کار موجود تھی۔ جب سرخ رنگ کی کار اس کے قریب سے گزری تو اس نے دیکھا کہ پچھلی سیٹ پر مسٹر رونالڈ ہاتھ پر پٹی باندھے بیٹھا ہوا تھا۔

کار جب کافی دور نکل گئی تو جوزف نے اپنی کار سٹارٹ کی اور پھر

وہ اس کا تعاقب کرنے لگا۔ حسب توقع سرخ رنگ کی کار کمپاؤنڈ روڈ کی طرف ہی جا رہی تھی۔ جوزف بڑے اطمینان سے تعاقب کر رہا تھا کیونکہ سڑک پر موجود بے شمار کاروں کی وجہ سے اسے اطمینان تھا کہ سرخ رنگ کی کار والے اس کے تعاقب کا اندازہ نہ کر سکیں گے اور پھر مسٹر رونالڈ اس کی نظروں میں کوئی مجرم تو تھا ہی نہیں۔ وہ تو بس اپنی ذہنی خلش مٹانے کے لئے اس سے ملنا چاہتا تھا۔ اس لئے اسے مزید اطمینان تھا کہ سرخ کار والوں کو کسی تعاقب کا خیال تک نہ ہو گا۔

تھوڑی دیر بعد جب سرخ رنگ کی کار سولہ نمبر کوٹھی کے پھاٹک میں داخل ہوگئی۔ یہ ایک جدید قسم کی کوٹھی تھی جس کی کمپاؤنڈ وال صرف چند فٹ اونچی تھی۔

جوزف نے کافی آگے جا کر کار روکی اور پھر پیدل چلتا ہوا وہ سولہ نمبر کوٹھی کے گیٹ پر پہنچا۔ گیٹ پر ایک مسلح دربان موجود تھا۔

''مجھے مسٹر رونالڈ سے ملنا ہے۔''——— جوزف نے دربان سے مخاطب ہو کر کہا۔

''وہ بیمار ہیں۔ کسی سے نہیں مل سکتے۔''——— دربان نے روکھے لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''میرا تعلق شوگران کے سفارت خانے سے ہے اور مجھے انہیں ایک اہم پیغام پہنچانا ہے۔''——— جوزف نے بہانہ بناتے ہوئے کہا۔

''اوہ اچھا۔ ٹھہرو میں معلوم کرتا ہوں۔''——— دربان شوگران سفارت خانے کا نام سن کر نرم پڑ گیا اور جوزف کو وہیں کھڑا چھوڑ کر

وہ پھاٹک کے ساتھ بنے ہوئے کیبن میں گھستا چلا گیا۔ وہ شائد ٹیلی فون پر بات کرنا چاہتا تھا۔ جوزف بڑے اطمینان سے وہاں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد دربان باہر آیا۔

''سیدھے چلے جائیں۔ پورچ میں آپ کو ان کا سیکرٹری مل جائے گا اس سے بات کر لیں۔''——— دربان نے مؤدبانہ لہجے میں جوزف سے کہا۔

اور جوزف سر ہلاتا ہوا پھاٹک کے اندر داخل ہو گیا۔ پورچ میں وہی سرخ رنگ کی کار موجود تھی اور وہاں ایک نوجوان بھی کھڑا اسے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''آپ نے مسٹر رونالڈ کو کیا پیغام دینا ہے اور آپ شوگران سفارت خانے میں کیا کام کرتے ہیں۔''——— نوجوان نے جوزف سے مخاطب ہو کر کہا۔

''آپ زیادہ تفصیلات میں نہ پڑیں اور مجھے مسٹر رونالڈ سے فوری طور پر ملوا دیں۔ ورنہ ہوسکتا ہے کہ دیر ہونے سے آپ کے سفارت خانے کو ناقابل تلافی نقصان سے دو چار ہونا پڑ جائے۔''——— جوزف نے بڑے باوقار لہجے میں کہا۔

نوجوان چند لمحے کچھ سوچتا رہا۔ پھر اس نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

''اچھا آیئے۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں مسٹر رونالڈ کو اطلاع کرتا ہوں۔''——— نوجوان نے کہا اور پھر جوزف کو ایک سجے سجائے

ڈرائنگ روم میں بٹھا کر خود باہر چلا گیا۔جوزف بڑے اطمینان سے ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

تھوڑی دیر بعد پردہ ہلا اور مسٹر رونالڈ اندر داخل ہوئے ۔ ان کے ہاتھ پر ابھی تک پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ تیز نظروں سے جوزف کا جائزہ لے رہے تھے۔

''کون ہوتم اور مجھ سے کیوں ملنا چاہتے تھے۔''_____رونالڈ نے تیز لہجے میں پوچھا۔

''دراصل میں یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ آپ نے زندہ انسانی انگلی کیوں خریدی ہے۔کیا آپ مردہ ہاتھ کی انگلی اپنے ہاتھ پر نہیں لگوا سکتے تھے۔''_____جوزف نے بڑے اطمینان سے کہا۔ اور مسٹر رونالڈ اس کے اس فقرے پر بری طرح چونک پڑے۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ میں نے کوئی انسانی انگلی خریدی ہے۔'' رونالڈ کا لہجہ اس بار خاصا سخت تھا۔

اور جواب میں جوزف نے اشتہار سے لے کر یہاں تک آنے کی تمام تفصیلات بتا دیں۔

''تو اس کا مطلب ہے کہ تم نے جھوٹ بولا تھا کہ تمہارا تعلق شوگران سفارت خانے سے ہے۔''_____رونالڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

''یہ تو صرف آپ سے ملنے کا بہانہ تھا۔''_____جوزف نے جواب میں مسکرا کر کہا۔

''مگر تم یہ سب کچھ کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو۔''_____رونالڈ نے پوچھا۔

''بس اپنی ذہنی خلش مٹانے کے لئے مسٹر رونالڈ ۔ اس کے سوا میرا اور مقصد کچھ نہیں ہے۔''_____جوزف نے جواب دیا۔

''آیئے میرے ساتھ۔ ہم اندر جا کر باتیں کریں گے۔''اچانک رونالڈ نے کہا اور پھر وہ تیزی سے مڑ گیا۔ جوزف بھی اٹھ کر اس کے پیچھے چل دیا۔

مختلف کمروں سے گزرنے کے بعد وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں آ گئے۔ مسٹر رونالڈ نے دیوار میں لگا ہوا ایک بٹن دبایا تو دیوار درمیان سے کھلتی چلی گئی۔ اب وہاں سیڑھیاں نیچے جاتی دکھائی دے رہی تھیں۔

''چلئے مسٹر۔ تہہ خانے میں بیٹھ کر اطمینان سے باتیں کریں گے۔ یہ ایک بہت بڑا راز ہے۔''_____مسٹر رونالڈ نے مسکراتے ہوئے کہا اور جوزف نے قدم آگے بڑھا دیئے۔پھر جیسے ہی جوزف نے پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ رونالڈ نے پھرتی سے ایک اور بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔

''ہوں ذہنی خلش ۔ اب میں تمہیں بتاؤں گا کہ ذہنی خلش کیا ہوتی ہے۔''_____رونالڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔

عمران ہوٹل کارلٹن سے نکل کر سیدھا جنرل ہسپتال پہنچا۔ وہ سر سلطان سے خود بات کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ چند لمحوں بعد وہ سر سلطان کے پاس بیٹھا تھا۔

''عمران بیٹے کچھ کرو۔ وہ فائل بے حد اہم ہے۔ اگر وہ فائل ہمارے دشمنوں کے ہاتھ لگ گئی تو غضب ہو جائے گا۔ ہمارے تمام اہم دفاعی راز اس فائل میں موجود ہیں۔'' ـــــ سر سلطان نے انتہائی پریشان لہجے میں کہا۔

''آپ نے فائل کی گمشدگی کے متعلق کسی کو بتایا ہے۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''نہیں ابھی نہیں۔ اگر میں نے بتادیا ہوتا تو اب تک پورے ملک میں ایک تہلکہ مچ چکا ہوتا۔ چونکہ میں نے وہ فائل ذاتی طور پر حاصل کی تھی اس لئے ظاہر ہے تمام بوجھ مجھ پر آپڑے گا۔'' ـــــ سر

سلطان نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ آپ فی الحال کسی سے ذکر نہ کریں۔ مجھے یقین ہے کہ میں جلد ہی وہ فائل واپس حاصل کرلوں گا۔'' ـــــ عمران نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ وہاں سے اٹھ آیا۔

یوں تو عمران نے سر سلطان کو تسلی دے دی تھی مگر وہ خود اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ اہم ترین فائل مجرموں کے پاس پہنچ چکی تھی جبکہ وہ خود ابھی تک مکمل اندھیرے میں تھا۔ یہ پہلا کیس تھا جس میں وہ یوں اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا۔ ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ آخر وہ بلیک پرنس کو کہاں ڈھونڈے۔ کوئی کلیو ہی نہ تھا۔ اس کی ریڈی میڈ کھوپڑی بھی ان حالات میں جواب دے گئی تھی۔ یہی سوچتا ہوا وہ ہسپتال کے استقبالیئے پر پہنچ گیا۔ کاؤنٹر پر ایک نوجوان موجود تھا۔

''کیا آپ صبح سے یہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں۔'' ـــــ عمران نے جیب سے ایک کارڈ نکال کر نوجوان کو دکھاتے ہوئے کہا۔ انٹیلی جنس چیف کا کارڈ دیکھ کر نوجوان ایک دم مؤدب ہو گیا۔

''جی ہاں۔ میں صبح سے ڈیوٹی پر ہوں۔'' ـــــ نوجوان نے مؤدبانہ لہجے میں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''یہ بتاؤ کہ جب وی آئی پی روم نمبر پندرہ کے مریض کو یہاں لایا گیا تھا تو ان کے ساتھ کون تھا۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''اوہ۔ سیکرٹری وزارتِ خارجہ سر سلطان کی بات کر رہے ہیں

آپ۔'' ____ نوجوان نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں وہی۔'' ____ عمران نے کہا۔

''جناب انہیں ایک قوی ہیکل حبشی لے کر آیا تھا۔ اس نے خاکی رنگ کی وردی پہن رکھی تھی۔'' ____ نوجوان نے جواب دیا۔

''اس نے کیا کہا تھا۔'' ____ عمران نے پوچھا۔

''جناب۔ اس نے کہا تھا کہ یہ وزارت خارجہ کے سیکرٹری سر سلطان ہیں اور ایک سڑک پر بے ہوش پڑے تھے کہ وہ انہیں اٹھا لایا تھا۔'' ____ نوجوان نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''پھر کیا ہوا۔'' ____ عمران نے پوچھا۔

''بس جناب۔ سیکرٹری وزارتِ خارجہ کا نام سن کر میں بوکھلا گیا اور دوڑتا ہوا ایمرجنسی ڈاکٹر کے پاس گیا اور جب میں نے انہیں سیکرٹری وزارتِ خارجہ کے متعلق بتایا تو وہ بھی بوکھلا گئے اور سب کے سب دوڑ پڑے۔ سر سلطان کو فوراً ایمرجنسی وارڈ میں لے جایا گیا۔ اس دوران وہ حبشی نجانے کہاں غائب ہوگیا تھا۔'' ____ نوجوان نے تفصیل سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس حبشی کا حلیہ کیا تھا۔'' ____ عمران نے پوچھا۔

''بس جناب وہ حبشی تھا جیسے حبشی ہوتے ہیں۔ مگر تھا بہت قوی ہیکل۔ پورا دیو معلوم ہوتا تھا۔'' ____ نوجوان نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

''کیا وہ سر سلطان کو خود اٹھا کر یہاں تک لایا تھا۔'' ____ عمران نے

کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں جناب۔ اس نے سر سلطان کو یوں ہاتھوں پر اٹھایا ہوا تھا جیسے بچے کوئی کھلونا اٹھاتے ہیں۔'' ____ نوجوان نے جواب دیا۔

''شکریہ۔'' ____ عمران نے کہا اور پھر تیزی سے ہسپتال سے باہر آ گیا۔ اب اس کا رخ پارکنگ کے چوکیدار کی طرف تھا۔ اور پھر چوکیدار نے بھی بتا دیا کہ وہ حبشی ایک مٹیالے رنگ کی کار میں آیا تھا۔

''تم نے کار کی نمبر پلیٹ دیکھی تھی۔'' ____ عمران نے پوچھا۔

''نہیں جناب۔ اس وقت تو خیال نہیں آیا تھا۔ مگر اب مجھے خیال آ رہا ہے کہ کار پر نمبر پلیٹ تو موجود ہی نہ تھی۔'' ____ چوکیدار نے جواب دیا اور عمران سر ہلاتا ہوا اپنی کار کی طرف بڑھ گیا۔ اس کا ذہن ایک مخصوص انداز میں سوچ رہا تھا۔

چند لمحوں بعد اس کی کار کا رخ رانا ہاؤس کی طرف جانے والی سڑک پر مڑ گیا۔ وہ کافی عرصے سے رانا ہاؤس نہ گیا تھا اور آج حبشی کا حلیہ سن کر اسے بے اختیار جوزف یاد آ گیا تھا۔

چند لمحوں بعد جب عمران رانا ہاؤس پہنچا اور پھر کال بیل کے جواب میں کسی نے پھاٹک نہ کھولا تو اس نے پھاٹک کے تالے میں ایک تار ڈال کر اسے مخصوص انداز میں گھمایا اور تالا کھل گیا۔ پھاٹک کھول کر عمران کار اندر لیتا چلا گیا۔ پھر پوری کوٹھی کی تلاشی لینے پر اسے معلوم ہوا کہ جوزف غائب ہے اور اس کے ساتھ ہی ہنگامی حالات میں استعمال ہونے والی مٹیالے رنگ کی کار بھی غائب تھی۔

عمران نے سر ہلا دیا۔ اب اس کے چہرے پر اطمینان کی جھلکیاں نمایاں تھیں۔ اس نے ٹیلی فون اپنی طرف کھسکایا اور دانش منزل کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیئے۔

"ایکسٹو سپیکنگ۔" ——— رابطہ ہوتے ہی دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"عمران بول رہا ہوں۔ کیا رپورٹ ہے۔" ——— عمران نے بڑے مطمئن لہجے میں کہا۔

"آپ کے حکم کے مطابق ہوٹل کارلش سے مجرموں کو اغوا کر کے دانش منزل لے آیا جا چکا ہے اور اس وقت وہ لاک اپ میں بند ہیں۔" ——— بلیک زیرو نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"ایسا کرو کہ سب ممبروں کی ڈیوٹی لگا دو کہ وہ شہر میں پھیل کر مٹیالے رنگ کی نئے ماڈل کی مزدا کار تلاش کریں۔ اس پر نمبر پلیٹ موجود نہیں ہے۔ جتنی جلدی یہ کام ہو سکے کر لیں۔ اور سنو۔ انہیں یہ ہدایت بھی دے دو کہ اگر کہیں انہیں جوزف نظر آ جائے تو اس کی رپورٹ بھی کریں۔" ——— عمران نے کہا۔

"کیا مطلب۔ جوزف تو رانا ہاؤس میں ہو گا۔" ——— بلیک زیرو نے الجھے ہوئے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔ میں اس وقت رانا ہاؤس سے ہی بول رہا ہوں۔ جوزف اس کار سمیت غائب ہے اور مجھے یقین ہے کہ جوزف کے ہاتھ آنے پر سارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔" ——— عمران نے جواب دیا۔

"تو کیا بلیک پرنس جوزف ہی ہے۔" ——— بلیک زیرو نے چونک کر پوچھا۔

"ہو سکتا ہے۔ بہرحال جوزف کو تلاش کرو۔ جلدی۔" ——— عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی اس نے رسیور رکھ دیا۔

جوزف نے جیسے ہی سیڑھی پر قدم رکھا۔ اس کی پشت پر سرر کی سی آواز آئی اور دوسرے لمحے دیوار برابر ہو گئی۔ جوزف چونک کر مڑا اور پھر اس نے دروازہ کھولنے کی بے حد کوشش کی مگر بے سود۔ وہاں کوئی ایسی چیز نظر نہ آئی جس کے ذریعے وہ راستہ دوبارہ کھول سکتا۔ وہ بے خیالی میں مار کھا گیا تھا۔ اگر اسے علم ہوتا کہ رونالڈ ایسا کرے گا تو وہ چوکنا رہتا۔ مگر اس کے یہ تصور میں بھی نہ تھا کہ رونالڈ ایسا کر سکتا ہے۔ وہ تو صرف اپنا تجسس دور کرنے آیا تھا۔

جوزف نے جب محسوس کیا کہ اب اس سے دروازہ نہیں کھل سکتا تو وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا گیا۔ نیچے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو ہر قسم کے سازو سامان سے خالی تھا۔ جوزف سوچ رہا تھا کہ آخر یہ چکر کیا ہے اسے کیوں اس تہہ خانے میں بند کیا گیا ہے اس نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور کی موجودگی کا اطمینان کیا اور ریوالور کو موجود پا کر اسے

جسد ہو گیا کہ اب وہ آسانی سے مار نہ کھا سکے گا۔ مگر دوسرے لمحے جوزف بری طرح اچھل پڑا۔ اس کی ناک نے ہلکی سی بو سونگھ لی تھی۔ اس نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا اور پھر اسے تہہ خانے کی چھت کے قریب ایک سوراخ میں سے ہلکا ہلکا دھواں سا اندر آتا محسوس ہوا۔ دھوئیں کی مقدار آہستہ آہستہ بڑھتی چلی گئی اور چند لمحوں بعد جوزف کا سر چکرانے لگا۔ اس نے سانس روکنے کی کوشش کی مگر کب تک۔ مجبور ہو کر اس نے جیسے ہی سانس لی۔ اس کے ذہن پر تاریکی کے بادل چھاتے چلے گئے اور وہ کٹے ہوئے شہتیر کی طرح فرش پر دھڑام سے گر گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

دھواں چند لمحے تہہ خانے میں چکراتا رہا اور پھر آہستہ آہستہ غائب ہوتا چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور رونالڈ سیڑھیاں اتر کر نیچے آ گیا۔ اس کے پیچھے دو مشین گن بردار نوجوان تھے۔ رونالڈ کے کہنے پر ایک مشین گن بردار نوجوان نے جھک کر جوزف کی بے ہوشی کا اطمینان کیا۔

''اسے اٹھا کر روم نمبر بارہ میں لے آؤ۔''______رونالڈ نے کرخت لہجے میں اپنے ساتھیوں سے کہا اور خود تیزی سے واپس مڑ گیا۔

رونالڈ کے ساتھیوں نے مشین گنیں کاندھوں پر لٹکائیں اور پھر ان دونوں نے جوزف کو بڑی مشکل سے اٹھایا اور تقریباً گھسیٹتے ہوئے سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گئے۔ مختلف راہداریوں اور کمروں سے گزر کر وہ

جوزف کو لے کر ایک بڑے سے کمرے میں پہنچ گئے۔ اس کمرے کے درمیان میں ایک بڑی سی میز موجود تھی جس کے ساتھ چمڑے کی مضبوط بیلٹیں منسلک تھیں اور رونالڈ بھی اس کمرے میں کھڑا تھا۔

''اسے میز پر لٹا کر اچھی طرح باندھ دو''۔۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور جوزف کو لے آنے والوں نے اس کے حکم کی فوری تعمیل کی۔

تھوڑی دیر بعد جوزف کو میز پر چمڑے کی مضبوط بیلٹوں سے باندھ دیا گیا۔ اب اس کے لئے حرکت کرنا بھی ناممکن ہو گیا تھا۔

''دروازہ بند کردو اور تم میں سے ایک باہر جا کر پہرہ دے''۔ رونالڈ نے کہا اور ان میں سے ایک نے مؤدبانہ انداز میں سر جھکایا اور پھر تیزی سے مڑ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ جبکہ دوسرے نے آگے بڑھ کر دروازے کو بند کر دیا۔

رونالڈ خود ایک طرف رکھی ہوئی کرسی پر اطمینان سے بیٹھ گیا۔

''اسے ہوش میں لے آؤ''۔۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور اس کے ساتھی نے الماری میں سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور پھر شیشی کا ڈھکن کھول کر اسے میز پر بے ہوش پڑے جوزف کی ناک سے لگا دیا۔

چند ہی لمحوں بعد جوزف نے آنکھیں کھول دیں اور مشین گن بردار نے شیشی ہٹا کر اس پر ڈھکن بند کر دیا اور پھر شیشی واپس الماری میں رکھ دی۔

''ترکیب نمبر سولہ استعمال کرو''۔۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کرسی پر بیٹھے بیٹھے حکم دیا اور اس کا ساتھی کمرے کے ایک کونے میں پڑی ہوئی ایک

چھوٹی سی مشین کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے مشین اٹھائی اور اس میں سے نکلی ہوئی تار کو اس نے بجلی کے پلگ میں جوڑ دیا۔ پھر مشین لے کر وہ جوزف کے سر کے قریب کھڑا ہو گیا۔

''پہلا جھٹکا دو''۔۔۔۔۔۔ رونالڈ نے سرد لہجے میں کہا اور مشین گن بردار نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین کا ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن دبتے ہی مشین میں سے ایک راڈ باہر نکل آیا اور پھر مشین گن بردار نے راڈ کو جوزف کے گال کے ساتھ ٹچ کیا۔ دوسرے لمحے کمرہ جوزف کی بھیانک چیخ سے گونج اٹھا۔

جوزف کے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار ابھر آئے۔ راڈ گال کے ساتھ ٹچ ہوتے ہی اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کے جسم کی تمام رگیں ایک جھٹکے سے ٹوٹ رہی ہوں۔ اس نے بری طرح ادھر ادھر سر مارنا شروع کر دیا۔

''سنو مسٹر۔ یہ بالکل معمولی سا جھٹکا تھا۔ بہتر یہ ہے کہ تم سب کچھ سچ سچ بتا دو۔ ورنہ دوسرا جھٹکا تمہیں قیامت تک یاد رہے گا''۔ رونالڈ نے کرسی سے کھڑے ہو کر جوزف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سفاک لہجے میں کہا۔

''تم مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہو۔ میں تو صرف اپنا تجسس مٹانے کے لئے یہاں آ گیا تھا''۔۔۔۔۔۔ جوزف نے تکلیف کی شدت سے کراہتے ہوئے کہا۔ اس کے پیٹ میں شدید اینٹھن ہو رہی تھی۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم کا تمام نظام گڑ بڑ ہو گیا ہو۔

"اسے ذرا طاقتور سا جھٹکا دو تاکہ اس کا تجسس دور ہو سکے۔" رونالڈ نے سرد لہجے میں اپنے ساتھی سے کہا اور اس نے ہاتھ میں پکڑی ہوئی مشین کا راڈ ایک بار پھر جوزف کی گال سے لگا دیا۔ اس بار اس نے چند لمحے راڈ جوزف کے گال سے لگائے رکھا اور جوزف کے حلق سے پے در پے چیخیں نکل گئیں۔ اس کا پورا جسم بری طرح تڑپنے لگا۔ آنکھیں ابل کر باہر آگئیں اور چہرے کی کھال جیسے سمٹ کر رہ گئی۔ پورا جسم پسینے سے تر ہو گیا تھا۔

جوزف کے ذہن میں چنگاریاں سی چھوٹنے لگیں اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے کوئی شخص اس کے دل کو اپنے ہاتھ میں دبا کر بری طرح مسل رہا ہے۔

"اب مجھے یقین ہے کہ تمہارا تجسس دور ہو گیا ہو گا۔ اس لئے اپنے متعلق سب کچھ بتا دو ورنہ۔" ـــــ رونالڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"مم۔ میرا نام جوزف ہے۔ یقین کرو میں صرف انگلی کا اشتہار پڑھ کر یہاں تک آیا تھا۔" ـــــ جوزف نے بری طرح کراہتے ہوئے کہا۔ اس کا دماغ ماؤف سا ہو گیا تھا۔

"تم کیا کام کرتے ہو۔" ـــــ رونالڈ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"مم۔ میں عمران کا ساتھی ہوں۔ اور اس کے ساتھ رہتا ہوں۔" جوزف نے جیسے بے اختیار ہو کر جواب دیا۔

"عمران۔" ـــــ نام سنتے ہی رونالڈ بری طرح اچھل پڑا۔

"ہاں۔ عمران میرا باس ہے۔" ـــــ جوزف نے جواب دیا۔

"وہی عمران جو کنگ روڈ کے فلیٹ نمبر دو سو میں رہتا ہے۔" رونالڈ نے اشتیاق آمیز لہجے میں پوچھا۔

"ہاں وہی۔" ـــــ جوزف نے جواب دیا۔

"تم میرے پیچھے کیسے لگے۔ کیا عمران نے تمہیں اس کا حکم دیا تھا۔" ـــــ رونالڈ نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے تو باس سے ملے عرصہ ہو گیا ہے۔" ـــــ جوزف نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

"اسے ایک اور لمبا جھٹکا دو۔ اس کا دماغ ابھی تک درست نہیں ہوا۔" ـــــ رونالڈ نے ایک بار پھر مشین بردار سے کہا۔ اور اس کے ساتھی نے مشین اونچی کر لی۔

"ٹھہرو۔ فارگاڈ سیک ٹھہرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ مجھے باس سے ملے عرصہ ہو گیا ہے۔" ـــــ جوزف نے گھگھیاتے ہوئے کہا۔

"پھر تم میرے پیچھے کیسے لگے۔ دیکھو اس بار تجسس کا نام نہ لینا ورنہ۔" ـــــ رونالڈ نے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

جوزف کا جی چاہا کہ وہ اپنا سر پیٹ لے۔ اب ظاہر ہے کہ وہ کیا کہہ سکتا تھا۔ وہ واقعی تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر یہاں آیا تھا۔

"مم۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ تم یقین کرو میں سچ کہہ رہا ہوں۔" جوزف نے گھگھیائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"سنو۔ آخری بار کہہ رہا ہوں سچ بول دو ورنہ مجھے ایسے طریقے

آتے ہیں کہ پتھر بھی بول پڑتے ہیں۔ بلیک ڈیول کو لوگ یوں ہی بلیک ڈیول نہیں کہتے۔'' ——— رونالڈ نے چیختے ہوئے کہا۔

''کیا کہا بلیک ڈیول ۔ تو تم بلیک ڈیول ہو۔'' ——— جوزف کی آنکھیں حیرت اور خوف کے مارے بری طرح ابل پڑیں۔

''ہاں۔ میں بلیک ڈیول ہوں۔ اب چونکہ تم زندہ یہاں سے واپس نہیں جا سکتے۔ اس لئے تمہیں بتا دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔'' رونالڈ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اوہ۔ اب مجھے کیا معلوم تھا کہ تم بلیک ڈیول ہو۔ اگر مجھے معلوم ہوتا تو کیا میں اسی طرح آرام سے چلا آتا۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہو جاتا۔'' ——— جوزف نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

''تم مجھے کیسے جانتے ہو۔ سچ سچ پوری تفصیل بتا دو۔'' ——— بلیک ڈیول نے سرد لہجے میں کہا۔

''تمہیں کون نہیں جانتا۔ شاپنگ سنٹر کی بے دریغ قتل وغارت کیا کسی کو بھول گئی ہے۔ تم ظالم اور سفاک درندے ہو۔ ہاں ہاں۔ تم درندے ہو۔ انسان نہیں ہو۔'' ——— جوزف کی دماغی رو یکدم پلٹ گئی۔

''اوہ۔ تو تم بہت کچھ جانتے ہو۔ مجھے پہلے ہی یقین تھا کہ تم خواہ مخواہ یہاں تک نہیں آ گئے۔'' ——— بلیک ڈیول نے کہا۔

''ہاں۔ میں بہت کچھ جانتا ہوں۔ میں تمہارے گرین ڈیول کو بھی جانتا ہوں۔ وہ میرے ہی ہاتھوں ہلاک ہوا تھا۔ میں تمہارے گولڈن

ڈیول کو بھی جانتا ہوں اس کا خاتمہ بھی میرے ہی ہاتھوں ہوا تھا۔ کاش مجھے پہلے معلوم ہوتا کہ تم بلیک ڈیول ہو تو میں وہیں ڈاکٹر زید کے پاس ہی تمہاری گردن مروڑ دیتا۔'' ——— جوزف جب بولنے پر آیا تو بولتا ہی چلا گیا۔

''اوہ۔ تو وہ تم ہو۔ بہت خوب۔ کالے دیواب میں اپنے ساتھیوں کا انتقام تمہاری لاش سے بھی لوں گا۔'' ——— بلیک ڈیول نے چیختے ہوئے کہا۔

''تم چیختے رہو۔ میرے ساتھ جو مرضی آئے کر لو۔ میرے ٹکڑے اڑا دو۔ اپنے تمام ہتھیار آزما لو۔ مگر تم بلیو کراس فائل مجھ سے حاصل نہیں کر سکتے۔'' ——— جوزف کا دماغ واقعی ماؤف ہو چکا تھا اور وہ خود ہی سب کچھ بتاتا چلا جا رہا تھا۔

''بلیو کراس فائل۔ کہاں ہے بلیو کراس فائل۔ جلدی بتاؤ۔ ورنہ یاد رکھنا۔ میں تمہاری زبان کاٹ ڈالوں گا۔ آنکھیں پھوڑ دوں گا۔ ناک توڑ ڈالوں گا۔ تمہارا ایک ایک ریشہ علیحدہ کر دوں گا۔'' ——— رونالڈ بلیو کراس فائل کا نام سنتے ہی بری طرح چیخ پڑا۔ مگر جواب میں جوزف خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا اور پھر رونالڈ نے آگے بڑھ کر اپنے ساتھی کے ہاتھ سے مشین جھپٹی اور اس کے راڈ کو پوری قوت سے جوزف کے گال میں گھسیڑ دیا۔

جوزف کے حلق سے بھیانک چیخوں کا جیسے سیلاب سا امڈ آیا۔ اس کا پورا جسم اس طرح پھڑک رہا تھا جیسے اس کی نس نس سے روح نکل

رہی ہو۔ اور پھر رونالڈ نے ایک جھٹکے سے راڈ واپس کھینچ لیا۔ مگر تکلیف کی انتہا کی وجہ سے جوزف بے ہوش ہو چکا تھا۔

رونالڈ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور یوں لگ رہا تھا جیسے بیہ کراس فائل کا سن کر اس پر کوئی دورہ سا پڑ گیا ہو۔ اس نے ایک جھٹکے سے مشین ایک طرف پھینک دی۔

''اسے ہوش میں لاؤ۔ جلدی کرو۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ حلق کے بل چیخا اور اس کا ساتھی بوکھلا کر واپس مڑا اور پھر اس نے کمرے کے ایک کونے میں پڑی ہوئی میز پر سے پانی کا بھرا ہوا جگ اٹھایا اور لا کر پورے کا پورا جوزف کے چہرے پر انڈیل دیا۔ جوزف نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھیں خون کبوتر کی طرح سرخ ہو رہی تھیں۔

''بتاؤ فائل کہاں ہے۔ بتاؤ ورنہ ورنہ۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے چیخ کر کہا اور وہ اپنا فقرہ مکمل نہ کر سکا اور ہانپنے لگا۔

''میں مر جاؤں گا۔ لیکن فائل کے متعلق کچھ نہیں بتاؤں گا۔ میں نے اس ملک کا نمک کھایا ہے۔ میں اس ملک سے غداری نہیں کر سکتا۔''۔۔۔۔۔ جوزف نے جواب میں چیختے ہوئے کہا۔

''آری لے آؤ۔ فوراً آری لے آؤ۔ میں دیکھتا ہوں یہ کیسے نہیں بتاتا۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے چیخ کر کہا اور اس کا ساتھی بھاگ کر الماری کی طرف بڑھ گیا۔ چند لمحوں بعد وہ ایک چھوٹی سی آری اٹھا لایا یہ الیکٹرک آری تھی۔

''اس کا کنکشن لگاؤ اور آری سے اس کی ناک کاٹ ڈالو۔'' رونالڈ نے چیختے ہوئے کہا اور اس کے ساتھی نے فوراً پہلی مشین کا کنکشن ہٹا کر بجلی سے چلنے والی آری کا کنکشن جوڑ دیا۔

''اس کی ناک کاٹ ڈالو۔ میں دیکھتا ہوں یہ کیسے نہیں بتاتا۔'' رونالڈ نے چیخ کر کہا۔ وہ خود بھی شائد پاگل ہو چکا تھا۔ اس کا ساتھی تیزی سے آری لئے جوزف کی طرف بڑھا اور پھر اس نے پھرتی سے موٹر کا بٹن دبایا اور آری سرر کی تیز آواز سے چل پڑی۔ دوسرے لمحے اس نے آری جیسے ہی جوزف کی ناک سے لگائی جوزف اس بری طرح تڑپا کہ چمڑے کی مضبوط بیلٹس بھی کڑاکے سے ٹوٹتی چلی گئیں اور جوزف میز سے اچھل کر ان پر جا گرا۔ اس کی ناک کی ہڈی آدھی سے زیادہ کٹ چکی تھی اور اس میں سے خون فوارے کی طرح نکل رہا تھا۔

جوزف نے بیلٹوں سے آزاد ہوتے ہی انتہائی پھرتی سے رونالڈ کے ساتھی کو پکڑا اور دوسرے لمحے اس نے پوری قوت سے اسے اٹھا کر دیوار سے دے مارا۔ کمرہ ایک بھیانک چیخ سے گونج اٹھا اور رونالڈ کے ساتھی کا سر دیوار سے ٹکرا کر کئی ٹکڑوں میں بٹ گیا۔ اس کے کاندھے سے لٹکی ہوئی مشین گن اچھل کر دور جا گری تھی اور پھر جوزف نے اس مشین گن کی طرف چھلانگ لگا دی مگر رونالڈ نے اس سے بھی زیادہ پھرتی دکھائی اور وہ جیسے اڑتا ہوا سیدھا دروازے پر جا گرا۔ پھر اس سے پہلے کہ جوزف مشین گن اٹھا کر مڑتا وہ دروازے سے باہر نکل چکا تھا۔ اور اس نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔

جوزف نے رونالڈ کو باہر جاتے دیکھا تو مشین گن کا ٹریگر دبا دیا اور مشین گن سے گولیوں کی بوچھاڑ نکل کر دروازے پر پڑی اور اس میں بے شمار سوراخ ہوتے چلے گئے۔ جوزف نے اس وقت تک ٹریگر سے ہاتھ نہ ہٹایا جب تک مشین گن کا تمام میگزین خالی نہ ہو گیا اور پھر اس نے جھٹکے سے مشین گن ایک طرف پھینک دی۔ پھر وہ زمین پر مردہ پڑے بلیک ڈیول کے ساتھی کی طرف بڑھا اور اس نے ایک جھٹکے سے اس کی قمیض پھاڑی اور پھر اپنی ناک پر باندھ لی۔ غصے اور تکلیف کی شدت سے اس کا تمام چہرہ بگڑ گیا تھا۔ اور پورا جسم یوں پھڑک رہا تھا جیسے اس کے جسم میں مسلسل بجلی کی رو دوڑ رہی ہو۔ اگر اس وقت رونالڈ اس کے ہتھے چڑھ جاتا تو نجانے اس کا کیا حشر ہوتا۔

ناک پر پٹی باندھنے کے بعد جوزف تیزی سے دروازے کی طرف بڑھا مگر فولاد کا بنا ہوا مضبوط دروازہ بے شمار سوراخ ہونے کے باوجود مضبوطی سے بند تھا۔ پھر جوزف نے غصے کی شدت سے اس پر ٹکریں مارنا شروع کر دیں۔ مگر اچانک کمرے میں ایک بار پھر گہرے سفید رنگ کا دھواں چکرانے لگا تھا اور پھر تھوڑی دیر بعد جوزف بے ہوش ہو کر وہیں دروازے کے قریب ہی گر گیا۔

صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں ایکسٹو کے حکم پر پورے شہر میں جوزف اور اس کی کار کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے۔ انہوں نے تمام ہوٹل چھان مارے۔ سڑکیں کھنگال ڈالیں مگر انہیں کہیں اس قسم کی کار نظر نہ آئی اگر ان ماڈل اور کلر کی کاریں نظر آئیں تو ان سب پر نمبر پلیٹیں موجود تھیں۔

''میرا خیال ہے کہ شہر کے مضافات بھی دیکھ لئے جائیں تو بہتر ہے۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے کہا۔

''ہاں۔ میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔'' ـــــ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے کار کا رخ مضافات کی طرف موڑ دیا۔ وہ دونوں ایک ہی کار میں سوار تھے اور صفدر ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

گلفشار کالونی جانے کے لئے وہ جیسے ہی کمپاؤنڈ روڈ پر مڑے۔ انہیں دور سے ہی جوزف کی کار سڑک کے کنارے کھڑی نظر آ گئی۔

''میرا خیال ہے یہی وہ کار ہے جس کی ہمیں تلاش ہے۔'' کیپٹن

شکیل نے اس پر نظر پڑتے ہی کہا اور صفدر نے بھی سر ہلا دیا۔ اور پ انہوں نے کار سے ذرا دور جا کر اپنی کار روک دی اور وہ دونوں اتر اس کار کی طرف بڑھنے لگے۔ کار خالی تھی انہوں نے اچھی طرح کار چیک کیا اور جب انہیں یقین ہو گیا کہ یہ وہی کار ہے جس کی انہیں تلاش تھی تو انہوں نے ادھر ادھر دیکھا۔ یہاں بڑی بڑی کوٹھیوں کی قطاریں تھیں۔ اور کار جس کوٹھی کے سامنے کھڑی تھی وہ کوٹھی کسی پروفیسر کی تھی۔

''میرا خیال ہے ایکسٹو کو اطلاع دے دی جائے۔ پھر وہ جیسے تم دیں۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہاں۔ تم یہیں ٹھہرو۔ میں ٹیلی فون بوتھ ڈھونڈتا ہوں۔'' ـــــ صفد نے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے اپنی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد اس کی کار سٹارٹ ہوئی اور پھر تیزی سے مڑتی ہوئی شہر طرف دوڑنے لگی۔

کیپٹن شکیل بڑے اطمینان سے جوزف کی کار کے قریب کھڑا اِد اُدھر دیکھ رہا تھا کہ اچانک اس سے تھوڑی دور واقع کوٹھی کا پھاٹک کھ اور اس میں سے سرخ رنگ کی کار خاصی تیز رفتاری سے باہر نکلی اور تی مڑ کر ادھر آنے لگی جدھر کیپٹن شکیل جوزف کی کار کے قریب کھ تھا۔ کیپٹن شکیل کی نظریں اتفاقاً ہی کار پر جم سی گئیں۔ ڈرائیونگ سیٹ ایک غیر ملکی نوجوان بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک اور غیر ملکی تھا ج

کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس نے وہ ہاتھ کھڑکی سے نکال رکھا تھا۔

اور پھر جیسے ہی کار اس کے قریب سے گزری ۔ اس کی نظریں بے اختیار پچھلی نشست پر پڑیں اور دوسرے لمحے وہ چونک سا پڑا ۔ ے پچھلی نشست پر خاکی کپڑوں کی ایک جھلک سی محسوس ہوئی تھی۔ کوئی خاکی کپڑوں میں ملبوس شخص پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا۔

جس جگہ کیپٹن شکیل کھڑا تھا۔ وہاں سڑک پر ایک ہلکا سا گڑھا تھا۔ کار چونکہ خاصی تیز رفتاری سے وہاں سے گزری تھی اس لئے اسے اچھا خاصا جمپ لگا اور اس جمپ کی وجہ سے اس کی نظروں میں پچھلی نشست پر موجود کسی شخص کے خاکی کپڑوں کی جھلک نظر آ گئی تھی۔

''کہیں یہ جوزف نہ ہو۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور دوسرے لمحے وہ تیزی سے جوزف کی کار کی طرف بڑھ گیا۔

جوزف کی کار کا وہاں موجود ہونا اور خاکی کپڑوں کی جھلک اس کے ذہن میں کھٹک سی گئی اور اس نے فیصلہ کر لیا کہ اسے چیک کر لینا چاہیے ۔ اگر اس کا شبہ غلط ہوگا تو وہ راستے میں سے ہی واپس آ جائے گا۔

کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈالا اور پھر ماسٹر کی نکال کر اس نے کار کا دروازہ کھولا اور اچھل کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ پھر ماسٹر کی ہی انجن چلانے میں کام آ گئی اور دوسرے لمحے جوزف کی کار اچھل کر سڑک پر آ گئی۔ سرخ رنگ کی کار اس دوران

خاصی دور جا چکی تھی مگر چونکہ سڑک آگے کافی دور تک سیدھی چلی گئی تھی اس لئے کیپٹن شکیل مطمئن تھا۔ اس نے ایکسیلیٹر دبا دیا اور پھر کار انتہائی تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی سرخ رنگ کی کار کے قریب ہوتی چلی گئی۔

چونکہ کیپٹن شکیل صرف اپنا شبہ مٹانا چاہتا تھا اس لئے وہ جلد از جلد سرخ رنگ کی کار کے قریب پہنچنا چاہتا تھا۔ پھر دونوں کاروں کا فاصلہ لمحہ بہ لمحہ کم ہوتا چلا گیا۔ کیپٹن شکیل کو یوں آندھی اور طوفان کی طرح اپنے پیچھے آتا دیکھ کر سرخ رنگ کی کار کی رفتار اور بھی زیادہ تیز ہو گئی۔ اور کیپٹن شکیل کا شبہ یقین میں بدلنے لگا۔ اس نے دانت پیستے ہوئے ایکسیلیٹر پوری قوت سے دبا دیا اور کار جیسے ہوا میں اڑنے لگی۔ درمیانی فاصلہ اور بھی زیادہ تیزی سے کم ہوتا چلا گیا۔ پھر جلد ہی کیپٹن شکیل کی کار سرخ رنگ کی کار کے برابر پہنچ گئی۔ اور دوسرے لمحے کیپٹن شکیل نے ایک طویل سانس لی۔ پچھلی سیٹ پر واقعی جوزف پڑا ہوا تھا۔ وہ شاید بے ہوش تھا۔

اسی لمحے کیپٹن شکیل کی کار پر پہلا فائر ہوا اور گولی کیپٹن شکیل کے کان کے قریب سے گزرتی ہوئی دوسری کھڑکی سے پار نکلتی چلی گئی۔

کیپٹن شکیل نے جلدی سے ایکسیلیٹر پر دباؤ کم کیا اور دوسری گولی کار کے سامنے سے گزرتی چلی گئی۔ کیپٹن شکیل نے پھرتی سے جیب میں ہاتھ ڈال کر ریوالور نکالنا چاہا مگر دوسرے لمحے کار نے جھٹکے کھانے شروع کر دیئے اور کیپٹن شکیل نے چونک کر ڈیش بورڈ کی طرف دیکھا۔

پٹرول کی مقدار دکھانے والی سوئی صفر پر لرز رہی تھی۔ کار کی ٹینکی خالی ہو چکی تھی اور جب تک کیپٹن شکیل سر اٹھاتا۔ سرخ رنگ کی کار اس سے خاصی دور جا چکی تھی پھر کار کی رفتار تیزی سے آہستہ ہوتی چلی گئی اور اسی لمحے کیپٹن شکیل کی نظریں ایک پٹرول پمپ کی طرف اٹھ گئیں۔ اس نے تیزی سے کار کا رخ پٹرول پمپ کی طرف موڑ دیا اور کار آہستہ آہستہ جھٹکے کھاتی ہوئی پٹرول پمپ پر جا کر رک گئی۔

''جلدی سے پٹرول ڈالو۔ ٹینکی بھر دو''۔۔۔۔ کیپٹن شکیل نے دروازہ کھول کر نیچے اترتے ہوئے کہا۔ اس کا چہرہ اپنی ناکامی پر سرخ ہو رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اگر تھوڑا سا پٹرول اور ہوتا تو وہ کسی حالت میں بھی سرخ کار کو نہ نکلنے دیتا۔ مگر اب مجبوری تھی۔ بہرحال سرخ کار کے نمبر اس کے ذہن میں موجود تھے اور اسے یقین تھا کہ وہ جلد ہی اسے ڈھونڈ لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔

پمپ بوائے نے کار میں پٹرول بھرنا شروع کر دیا جب ٹینکی فل ہو گئی تو اس نے پمپ نکال کر ڈھکن لگا دیا۔ کیپٹن شکیل نے اسے پٹرول کی رقم دی اور پھر کار میں بیٹھ کر اس نے کار کا رخ واپس اس طرف موڑ دیا جدھر سے وہ آیا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ وہاں صفدر پریشان کھڑا ہوگا۔ اور پھر دور سے ہی اسے صفدر کی کار سڑک پر اپنی طرف آتی دکھائی دی۔ اس نے قریب جا کر کار روک دی اور صفدر کی کار بھی رک گئی۔

''تم کہاں چلے گئے تھے۔''۔۔۔۔ صفدر نے پوچھا اور جواب میں

کیپٹن شکیل نے جوزف اور سرخ رنگ کی کار کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔

''اوہ۔ بڑا غضب ہوا۔ مجھے پتہ ہوتا تو میں اپنی کار یہاں چھوڑ کر جوزف کی کار لے جاتا۔'' ـــــــ صفدر نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''تم نے رپورٹ کر دی۔'' ـــــــ کیپٹن شکیل نے کار سڑک کے کنارے لگاتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ ایکسٹو نے عمران کو یہاں بھیجا ہے۔ اب وہ ہمیں لیڈ کریں گے۔ ویسے تم نے کار کون سی کوٹھی سے نکلتے دیکھی تھی۔'' ـــــــ صفدر نے بھی کار ایک طرف روک کر نیچے اترتے ہوئے پوچھا اور کیپٹن شکیل نے دور مٹیالے رنگ کی کوٹھی کی طرف اشارہ کر دیا۔

''تم یہیں رکو۔ میں ذرا جا کر دیکھتا ہوں کہ یہ کوٹھی کس کی ہے۔'' صفدر نے کہا اور پھر پیدل ہی اس کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

جوزف کو جب ہوش آیا تو اس نے اپنے آپ کو ایک عجیب سے کمرے میں پڑا پایا۔ وہ ایک لمبی سی آرام کرسی پر لیٹا ہوا تھا اور اس کے سر پر ایک بڑی سی مشین موجود تھی۔ اس کا جسم نائیلون کی مضبوط رسیوں سے بندھا ہوا تھا۔ اس نے سر موڑ کر دیکھا تو قریب ہی رونالڈ کھڑا تھا۔ اس کی سرد نظریں جوزف پر جمی ہوئی تھیں۔

قریب ہی سفید رنگ کا کوٹ پہنے ایک شخص ہاتھ میں سرنج لئے اس میں سبز رنگ کا کوئی سیال مادہ بھر رہا تھا۔

''مم۔ میں کہاں ہوں۔'' ـــــــ جوزف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''اب تم صحیح جگہ پہنچ گئے ہو۔ ابھی تم سب کچھ بتا دو گے۔'' رونالڈ نے سرد لہجے میں کہا اور اسی لمحے سفید کوٹ پہنے شخص نے آگے بڑھ کر جوزف کے بازو میں سرنج کی سوئی گھونپ دی اور سبز رنگ کا سیال مادہ تیزی سے جوزف کے جسم میں انجکٹ ہوتا چلا گیا۔

''تم مجھ سے کچھ معلوم نہ کر سکو گے۔ میرا نام جوزف ہے۔ جوزف دی گریٹ۔ مجھے شکست دینا ناممکن ہے۔''ــــــ جوزف نے بڑبڑاتے ہوئے کہا اور رونالڈ کے چہرے پر ایک طنزیہ مسکراہٹ تیرتی چلی گئی۔

سفید کوٹ والے نے ایک جھٹکے سے سوئی باہر نکالی اور پھر ہاتھ بڑھا کر جوزف کے سر پر لگی ہوئی مشین نیچے کر دی۔ اس مشین نے جوزف کے جسم کو پوری طرح سے ڈھانپ لیا۔ مشین کا وہ حصہ شفاف شیشے کا بنا ہوا تھا۔ اور جوزف کو مشین میں سے سب کچھ نظر آ رہا تھا۔

''اب آپ اس سے جو چاہیں پوچھ سکتے ہیں۔''ــــــ سفید کوٹ والے نے مسکراتے ہوئے رونالڈ سے مخاطب ہو کر کہا۔

اور رونالڈ نے مسکراتے ہوئے مشین کے ساتھ لگا ہوا مائیک پکڑ لیا اور پھر اس نے سفید کوٹ والے کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے چلتا ہوا سامنے موجود دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ دروازہ کھول کر وہ باہر نکل گیا اور دروازہ ایک بار پھر بند ہو گیا۔

''تمہارا نام کیا ہے۔''ــــــ رونالڈ نے مائیک میں بولتے ہوئے پوچھا۔ اور جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے ذہن میں کنکھجورے سے رینگنے لگے ہوں۔ اس نے خاموش رہنا چاہا مگر چند لمحوں بعد اسے یوں محسوس ہوا جیسے اگر اس نے بلیک ڈیول کی بات کا جواب نہ دیا تو اس کا دماغ کسی بم کی طرح ایک دھماکے سے پھٹ جائے گا۔

''جوزف۔''ــــــ جوزف کے منہ سے بے اختیار نکل گیا اور اسے یوں محسوس ہوا جیسے جوابدینے کے بعد اس کے ذہن پر پڑنے والا

دباؤ یکلخت ہٹ گیا ہو۔

''بلیو کراس فائل کہاں ہے۔''ــــــ رونالڈ نے دوسرا سوال کیا اور جوزف کے ذہن پر ایک بار پھر شدید دباؤ پڑنے لگا۔

''رانا ہاؤس میں۔''ــــــ جوزف کے منہ سے ایک بار پھر بے اختیار نکل گیا اور اس کے ساتھ ہی دباؤ ہٹتا چلا گیا۔ اس مشین کی وجہ سے اس کی قوت ارادی شائد بالکل ہی ختم ہو گئی تھی۔

''یہ رانا ہاؤس کہاں ہے۔''ــــــ رونالڈ نے پوچھا۔

''شاہراہ رومی پر۔''ــــــ جوزف نے جواب دیا۔

''کیا نمبر ہے۔''ــــــ رونالڈ نے سوال کیا۔

''پانچ سو ایک۔''ــــــ جوزف نے کہا۔

''فائل تمہیں کہاں سے ملی۔''ــــــ رونالڈ نے پوچھا۔ اس کے چہرے پر اب اطمینان کا تاثر نمایاں تھا۔

''سر سلطان کی پنڈلی سے بندھی ہوئی تھی۔''ــــــ جوزف نے جواب دیا۔

''رانا ہاؤس میں کون رہتا ہے۔''ــــــ رونالڈ نے پوچھا۔

''وہ باس کی کوٹھی ہے۔ مگر باس وہاں نہیں رہتا۔ میں اکیلا ہی رہتا ہوں۔''ــــــ جوزف نے جواب دیا۔

''فائل اس وقت کہاں موجود ہے۔''ــــــ رونالڈ نے سوال کیا۔

''رانا ہاؤس کے تہہ خانے کی الماری کے ایک خفیہ خانے میں۔'' جوزف نے جواب دیا۔

''تمہارے علاوہ اس فائل کے متعلق اور کسے علم ہے۔'' ـــــ رونالڈ نے سوال کرتے ہوئے کہا۔

''اور کسی کو علم نہیں۔'' ـــــ جوزف نے جواب دیا اور رونالڈ نے مائیک دوبارہ مشین کے ساتھ لٹکا دیا۔ اور پھر وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گیا۔ رونالڈ کے باہر جاتے ہی وہی سفید کوٹ والا اندر داخل ہوا۔ اس کے پیچھے دو آدمی اور تھے جنہوں نے کاندھوں سے مشین گنیں لٹکائی ہوئی تھیں۔ سفید کوٹ والے نے مشین ایک طرف ہٹائی اور پھر جوزف کے جسم پر بندھی ہوئی رسیاں کھولنے لگا۔

''یہ گڑ بڑ نہ شروع کر دے۔'' ـــــ ایک مشین گن بردار نے سفید کوٹ والے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''نہیں۔ کم سے کم ایک گھنٹے تک یہ حرکت بھی نہ کر سکے گا۔ اطمینان رکھو۔'' ـــــ سفید کوٹ والے نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

جب تمام رسیاں کھل گئیں تو جوزف نے محسوس کیا کہ واقعی اس کا تمام جسم مفلوج ہو چکا ہے۔ وہ اپنی انگلی بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔

''اسے یہاں سے لے جاؤ۔'' ـــــ سفید کوٹ والے نے کہا اور ان دونوں نے آگے بڑھ کر جوزف کو نیچے گھسیٹ لیا اور پھر وہ اسے اٹھائے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔

''**جوزف** پچھلی سیٹ پر بے ہوش پڑا تھا۔'' ـــــ عمران نے چونک کر پوچھا۔

''ہاں۔ میں نے خود چیک کیا ہے۔ کاش کار کا پٹرول ختم نہ ہو جاتا تو۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے جواب دیا۔ اس وقت وہ کمپاؤنڈ روڈ پر کھڑے تھے۔ اور عمران ابھی ابھی وہاں پہنچا تھا۔

''سرخ رنگ کی کار مسٹر رونالڈ کی کوٹھی سے نکلی تھی۔ مسٹر رونالڈ کا تعلق روسیاہی سفارت خانے سے ہے۔'' ـــــ صفدر نے کہا۔

''ہاں۔ کار کے جو نمبر کیپٹن شکیل نے بتائے ہیں وہ روسیاہی سفارت خانے کے ہی ہیں۔'' ـــــ عمران نے سر ہلاتے ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی طاری تھی اور پیشانی پر موجود سلوٹیں بتا رہی تھیں کہ اس کا ذہن کسی گہری سوچ میں غرق ہے۔

''صفدر تم رانا ہاؤس کی نگرانی کرو۔ دانش منزل سے بی فائیو

ٹرانسمیٹر لے لو۔ اگر کوئی مشکوک آدمی اس میں داخل ہو تو مجھے فوراً اطلاع کرو۔ اور کیپٹن شکیل تم بھی دانش منزل سے بی فائیو ٹرانسمیٹر حاصل کرو اور اس سرخ رنگ کی کار کو پورے شہر میں تلاش کرو۔ جہاں بھی نظر آئے مجھے فوراً اطلاع کرو۔ اور سنو ایکسٹو کو میری طرف سے کہہ دو کہ وہ باقی ممبروں کو بھی صفدر کے ساتھ رانا ہاؤس کی نگرانی کے لئے بھیج دے۔''۔۔۔۔ عمران نے کہا۔

''رانا ہاؤس کی نگرانی۔''۔۔۔۔ صفدر اور کیپٹن شکیل دونوں چونک پڑے۔

''ہاں۔ مجھے یقین ہے کہ اگر فائل جوزف کے پاس ہے تو اس نے اسے رانا ہاؤس میں ہی چھپایا ہوگا۔''۔۔۔۔ عمران نے جواب دیا اور وہ دونوں تیزی سے سر ہلاتے ہوئے کاروں کی طرف بڑھ گئے۔

پھر جیسے ہی ان کی کاریں سڑک پر پہنچیں۔ عمران تیزی سے رونالڈ کی کوٹھی کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ رونالڈ کی کوٹھی میں جا کر پتہ چلائے گا کہ وہ لوگ جوزف کو لے کر کہاں گئے ہیں۔

شام ہونے والی تھی لیکن چونکہ اس علاقے میں شہر جیسی چہل پہل نہ تھی۔ اس لئے عمران تیزی سے قریبی گلی سے ہوتا ہوا کوٹھی کی عقبی سمت میں پہنچ گیا۔ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کسی کو نہ پا کر اس نے پوری قوت سے چھلانگ لگائی اور دوسرے لمحے اس کے ہاتھ عقبی دیوار کے سرے پر جم گئے اور پھر وہ ہاتھوں کے زور پر اوپر اٹھتا چلا گیا۔

دیوار پر لیٹ کر اس نے کوٹھی کے اندر نظر ڈالی تو اس طرف اسے کوئی آدمی نظر نہ آیا اور پھر اس نے دیوار کے سرے کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور نیچے کود گیا۔ ایک ہلکا سا دھماکا ہوا اور عمران وہاں موجود باڑ کے پیچھے دبک گیا۔ وہ چند لمحے انتظار کرتا رہا مگر جب کوئی ردعمل نہ ہوا تو وہ باڑ کے پیچھے سے نکلا اور پھر تیزی سے عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

عمارت کے عقب سے ہو کر جب عمران اس کے سامنے کے رخ پر پہنچا تو ٹھٹھک کر رک گیا۔ اس نے برآمدے میں ہی کسی کی موجودگی محسوس کر لی تھی۔ پھر وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھا اور اس نے برآمدے کے ستون کے ساتھ ایک آدمی کو ہاتھ میں مشین گن پکڑے کھڑے دیکھا۔ عمران نے نیچے جھک کر ایک پتھر اٹھایا اور پھر اسے سامنے کے رخ پھاٹک کی طرف اچھال دیا۔ پتھر لوہے کے پھاٹک سے جا لگا۔ اور ٹن کی سی آواز گونج اٹھی۔

برآمدے میں کھڑا مشین گن بردار آواز سن کر چونک پڑا اور پھر وہ تیزی سے پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ جیسے ہی وہ آگے بڑھا۔ عمران تیزی سے بغیر آواز نکالے برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے زیادہ خطرہ اس بات کا تھا کہ برآمدے میں کوئی اور شخص موجود نہ ہو۔ مگر برآمدہ خالی تھا۔ عمران نے برآمدے میں پہنچ کر ایک دروازے کو دھکیلا تو دروازہ کھلتا چلا گیا اور عمران دروازے کے پیچھے دبک گیا۔

مسلح شخص پھاٹک کے قریب جا کر چند لمحے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر

واپس مڑ آیا۔ عمران اس کی تاک میں تھا۔ جیسے ہی وہ برآمدے میں پہنچا عمران نے اچانک اس پر چھلانگ لگائی اور اس کا ایک ہاتھ پوری قوت سے مشین گن بردار کے منہ پر جم گیا۔ جبکہ دوسرے ہاتھ سے اس نے نوجوان کی کمر کو مضبوطی سے جکڑ لیا۔ نوجوان نے سنبھل کر اپنے آپ کو چھڑانے کی کوشش کی مگر عمران نے اچانک کمر سے ہاتھ نکال کر اس کی گدی پر رسید کر دیا اور نوجوان کا جسم ڈھیلا پڑتا چلا گیا۔ مگر وہ بے ہوش نہیں ہوا تھا۔ مشین گن پہلے ہی اس کے ہاتھ سے نکل چکی تھی۔ عمران اسے گھسیٹتا ہوا کمرے کے اندر لے آیا اور پھر اس نے اسے ایک جھٹکے سے فرش پر پھینک دیا۔

''کوٹھی میں اور کون کون ہے۔''۔۔۔۔۔ عمران نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ فرش پر پڑے ہوئے نوجوان کی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کے لہجے میں زخمی درندوں جیسی غراہٹ تھی۔

''مم۔ میں اکیلا ہوں۔''۔۔۔۔۔ نوجوان نے ہکلاتے ہوئے جواب دیا۔ وہ شاید اس اچانک پڑنے والی افتاد سے پوری طرح سنبھل نہ سکا تھا۔

''ہوں۔ اس حبشی کو کہاں لے جایا گیا ہے۔''۔۔۔۔۔ عمران نے غراتے ہوئے کہا۔

''مجھے نہیں معلوم۔''۔۔۔۔۔ نوجوان نے جواب دیا۔ اب اس کے لہجے میں اطمینان تھا مگر دوسرے لمحے عمران کے ریوالور سے شعلہ سا نکلا اور نوجوان چیخ مار کر دوبارہ فرش پر گر گیا۔ اس کا دایاں کان غائب ہو

چکا تھا۔

''جلدی بتاؤ۔ ورنہ اس بار گولی تمہارے دل میں اتر جائے گی۔'' عمران نے غراتے ہوئے کہا۔ اس کا لہجہ اس قدر سفاک تھا کہ نوجوان کا جسم بے اختیار کانپ اٹھا۔

''وہ اسے ڈاکٹر شوالا کے پاس لے گئے ہیں۔''۔۔۔۔۔ نوجوان نے کانپتے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ اور عمران نے یوں سر ہلا دیا جیسے وہ ڈاکٹر شوالا کا نام سنتے ہی سب کچھ سمجھ گیا ہو۔ دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا اور نوجوان کے حلق سے کربناک چیخ نکلی اور وہ بری طرح تڑپنے لگا۔ مگر عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر ہی تیزی سے مڑا اور بھاگتا ہوا برآمدے میں آ گیا۔

گولی نوجوان کے دل میں لگی تھی اور عمران کو اپنے نشانے پر مکمل اعتماد تھا۔ اس لئے اس نے وقت ضائع کرنا مناسب نہ سمجھا اور وہ بھاگتا ہوا کوٹھی کے گیٹ کے طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے بڑی پھرتی سے گیٹ کھولا اور اب اس کا رخ اپنی کار کی طرف تھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کی کار ڈاکٹر شوالا کے ہسپتال کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

رونالڈ تیزی سے کمرے سے باہر نکلا۔ وہ جلد از جلد رانا ہاؤس پہنچ کر فائل حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اس نے باہر کھڑے ہوئے دو مسلح نوجوانوں کو قریب بلایا۔

''اس حبشی کو یہاں سے اٹھا کر واپس کوٹھی لے جاؤ۔ میں وہیں آ رہا ہوں۔''——— رونالڈ نے نوجوانوں سے کہا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا وہ پورچ میں کھڑی اپنی کار کی طرف بڑھا۔ مگر کار کے قریب پہنچ کر وہ ٹھٹھک گیا۔ اسے وہ نیالے رنگ کی کار یاد آ گئی تھی جس نے اس کا آتے وقت تعاقب کیا تھا۔

''راکو۔ جلدی سے ڈاکٹر سے چابی لے کر آؤ۔ ہم اس کی کار میں جائیں گے۔ ہری اپ۔''——— رونالڈ نے سرخ کار میں بیٹھے ہوئے ڈرائیور سے کہا اور ڈرائیور نیچے اتر کر تیزی سے ہسپتال کے اندر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے ہاتھ میں ڈاکٹر کی کار کی چابی موجود تھی۔ اس نے کار کا دروازہ کھولا اور پھر اندر بیٹھ کر اس نے دوسری طرف والا دروازہ کھول دیا اور رونالڈ پھرتی سے سیٹ پر بیٹھ گیا۔

''شاہراہ رومی پر چلو۔ جلدی جس قدر تیز چلا سکتے ہو چلاؤ۔'' رونالڈ نے ڈرائیور کو تحکمانہ لہجے میں کہا اور ڈرائیور نے ایک جھٹکے سے گاڑی آگے بڑھا دی۔

چند لمحوں بعد وہ مین روڈ پر پہنچ گئے۔ اب ان کی کار تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑتی ہوئی شاہراہ رومی کی طرف اڑی چلی جا رہی تھی۔

شہر میں ٹریفک کا بے پناہ رش ہونے کی وجہ سے راکو کو مجبوراً کار کی رفتار آہستہ کرنی پڑی۔ اور پھر انہیں شاہراہ رومی پر پہنچتے پہنچتے کچھ دیر لگ ہی گئی۔

''کوٹھی نمبر پانچ سو ایک ڈھونڈو۔''——— رونالڈ نے اِدھر اُدھر تیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر پوری سڑک گزر جانے کے باوجود انہیں کوٹھی نمبر پانچ سو ایک کہیں بھی نظر نہ آئی۔

''یہاں تو اس نمبر کی کوئی کوٹھی نہیں ہے جناب۔''——— راکو نے کہا۔

''ہو سکتا ہے کہ اس پر نمبر نہ ہو۔ تم ایسا کرو کہ دائیں طرف چلتے ہوئے کار کی رفتار آہستہ کر دو۔''——— رونالڈ نے کہا اور راکو نے کار موڑی اور پھر اسے آہستہ آہستہ آگے بڑھانے لگا۔

''روکو۔ روکو۔''——— اچانک رونالڈ نے چیخ کر کہا اور راکو نے

بریک لگا دیئے۔

رونالڈ کی نظریں ایک پھاٹک پر جمی ہوئی تھیں جس کی سائیڈ میں ایک چھوٹی سی تختی پر رانا ہاؤس لکھا ہوا تھا۔ رونالڈ ایک لمحے کے لئے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا پھر اس نے راکو سے مخاطب ہو کر کہا۔

''گاڑی آگے بڑھاؤ۔ ہمیں اس عمارت کی عقبی سمت میں جانا ہے۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور راکو نے گاڑی آگے بڑھا دی۔ اور رونالڈ نے عمارت کا محل وقوع نظر میں رکھتے ہوئے راکو کو ہدایات دینی شروع کر دیں۔ پھر رونالڈ کے کہنے پر اس نے ایک بائی روڈ پر کار موڑ دی۔ یہ عمارتوں کی عقبی سڑک تھی اور راکو گاڑی آگے بڑھائے چلا گیا۔

''یہیں روک دو۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور راکو نے گاڑی ایک سائیڈ پر روک دی۔ عقبی گلی میں کئی کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔

''میرے ساتھ آؤ''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کار سے نیچے اترتے ہوئے کہا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ راکو بھی کار کا دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے چل دیا۔ مختلف عمارتوں کے آگے سے گزرنے کے بعد رونالڈ ایک دروازے کے سامنے جا کر رک گیا۔ یہ گیراج نما جگہ تھی اور باہر شٹر گیٹ لگا ہوا تھا۔

''یہی ہو سکتا ہے۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے اِدھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ شٹر گیٹ کے قریب جا کر رک گیا۔ اس کی تیز نظریں شٹر گیٹ کا جائزہ لے رہی تھیں۔

چند لمحوں بعد رونالڈ کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی۔ اسے گیٹ کے

قریب ہی دیوار کی جڑ میں ایک چھوٹا سا بٹن نظر آ گیا تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر جیسے ہی بٹن دبایا شٹر گیٹ تیزی سے اوپر اٹھتا چلا گیا۔ اندر گیراج خالی تھا جب کہ اس کی سائیڈ میں موجود اندر جانے والا دروازہ کھلا تھا۔

''آؤ''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور پھر وہ تیزی سے اندر داخل ہو گیا۔ راکو بھی اس کے پیچھے اندر آ گیا۔

رونالڈ نے اندر دیوار کے ساتھ لگے ہوئے سرخ رنگ کے بٹن کو دبا دیا اور شٹر گیٹ خود بخود نیچے ہوتا چلا گیا۔ اور پھر وہ دونوں بغلی دروازے سے ہوتے ہوئے رانا ہاؤس کے اندر داخل ہو گئے۔

جوزف کو اٹھا کر دونوں مسلح افراد نے سرخ کار کی عقبی نشست پر ڈالا اور پھر وہ دونوں سامنے والی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کار کی چابی اگنیشن میں ہی موجود تھی۔ اس لئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ہوئے نوجوان نے کار سٹارٹ کی اور پھر چند لمحوں بعد کار تیزی سے مڑ کر ہسپتال سے باہر آ گئی۔

کار کی عقبی کھڑکیاں کھلی ہوئی تھیں اس لئے جیسے ہی کار نے رفتار پکڑی ٹھنڈی ہوا جوزف کے جسم کو لگنے لگی اور دوسرے لمحے جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے ٹھنڈی ہوا لگنے سے اس کے جسم میں آہستہ آہستہ طاقت آتی چلی جا رہی ہو اور ابھی کار نے کچھ فاصلہ ہی طے کیا تھا کہ جوزف کا جسم پوری طرح حرکت میں آ گیا۔

جوزف نے بڑی آہستگی سے جیب میں ہاتھ ڈالا۔ اس کا ریوالور ابھی تک جیب میں موجود تھا۔ شائد جلدی میں اس کی تلاشی لینے کا کسی

کو خیال تک نہ آیا تھا۔

کار میں اگلی نشست پر بیٹھے ہوئے دونوں نوجوان بڑے اطمینان سے بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کے تصور میں بھی شاید نہ تھا کہ جوزف کی قوت اتنی جلدی بحال ہو سکتی ہے۔ اور پھر جوزف نے ریوالور کو نال سے پکڑا اور دوسرے لمحے اس کا ہاتھ بلند ہوا اور ریوالور کا دستہ پوری قوت سے ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے ہوئے نوجوان کی کھوپڑی پر پڑا اور وہ ہلکی سی چیخ مار کر وہیں سیٹ پر ہی ڈھیر ہو گیا۔

''ارے۔''۔۔۔۔ ڈرائیور نے چونک کر اپنے ساتھی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا وہ شاید سمجھ بھی نہ سکا تھا کہ ہوا کیا ہے۔

''خبردار۔ اگر ذرا سی بھی غلط حرکت کی تو کھوپڑی توڑ دوں گا۔'' جوزف نے پھرتی سے ریوالور کی نال ڈرائیور کی گدی سے لگاتے ہوئے کہا تو ڈرائیور کا رنگ خوف سے زرد پڑ گیا۔

''گاڑی سائیڈ میں کر کے روک دو۔ جلدی کرو۔''۔۔۔۔ جوزف نے غراتے ہوئے کہا اور ڈرائیور نے اس کے حکم کی حرف بحرف تعمیل کی۔ جیسے ہی گاڑی رکی۔ جوزف نے ایک بار پھر پہلے والی حرکت کی اور ڈرائیور بھی سٹیرنگ پر ہی ڈھیر ہو گیا۔ جوزف نے پھرتی سے کار کا دروازہ کھولا اور باہر نکل آیا اور پھر اس نے جیسے ہی کار کا اگلا دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھ گئی۔

ڈرائیور شاید ضرورت سے زیادہ ہی سخت جان ثابت ہوا تھا یا پھر

جلدی میں ضرب ہلکی لگی تھی کیونکہ اتنے سے وقفے میں کہ جوزف نیچے اترا اور اس نے کار ایک جھٹکے سے آگے بڑھا دی۔

اور پھر جوزف اس کے پیچھے دوڑتا رہ گیا مگر کار کی رفتار اس کی رفتار سے کہیں زیادہ تیز تھی۔ اس لئے جلد ہی وہ جوزف کو پیچھے چھوڑ کر بہت دور نکل گئی۔ جوزف اس اچانک واقعہ سے کچھ ایسا بوکھلایا کہ ریوالور ہاتھ میں ہونے کے باوجود اسے گولی چلانے کا خیال تک نہ آیا۔

دوڑتے دوڑتے جوزف رک گیا اور پھر اس نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے ریوالور جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس کا آئندہ کیا اقدام ہونا چاہیے۔ اسے یہ تو معلوم تھا کہ بلیک ڈیول سیدھا رانا ہاؤس گیا ہوگا اور چونکہ اسے کافی دیر ہوگئی ہے اس لئے ہوسکتا ہے کہ جب وہ رانا ہاؤس پہنچے تو وہ فائل وہاں سے لے کر جا چکا ہو۔ چنانچہ اس نے بلیک ڈیول کی کوٹھی میں جانے کا فیصلہ کیا۔ کیونکہ اسے یقین تھا کہ بلیک ڈیول فائل لے کر سیدھا وہیں آئے گا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ وہ ایکسٹو کو فون کر کے تمام صورت حال سے آگاہ کر دے مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال جھٹک دیا کیونکہ فائل اس کی تحویل سے بلیک ڈیول نے حاصل کی ہے یا کر رہا ہوگا۔ اس لئے اس کی ذمہ داری ہے کہ وہ فائل اس سے حاصل کرے۔

یہ سوچ کر جوزف نے اِدھر اُدھر ٹیکسی کے لئے نظریں گھمائیں مگر سنسان سڑک پر دور دُور تک کوئی گاڑی نظر نہ آرہی تھی۔ اسے خیال آیا

کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک چوک ہے جہاں سے شاید اسے کوئی خالی ٹیکسی مل جائے۔ چنانچہ اس نے پیدل ہی چوک کا رخ کیا اور پھر تقریباً آدھ گھنٹے تک مسلسل چلنے کے بعد وہ چوک پر پہنچ گیا۔ اب یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اسے فوراً ہی ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

''کمپاؤنڈ روڈ پر لے چلو''۔۔۔۔۔ جوزف نے ٹیکسی کی پچھلی نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے سر ہلاتے ہوئے گاڑی آگے بڑھا دی۔ تھوڑی دیر بعد ٹیکسی کمپاؤنڈ روڈ پر پہنچ گئی۔ جوزف نے ٹیکسی ایک طرف رکوائی اور پھر کرایہ ادا کر کے وہ اس وقت تک وہاں کھڑا رہا جب تک ٹیکسی آگے بڑھ کر اس کی نظروں سے اوجھل نہ ہو گئی۔

کوٹھی نمبر سولہ اس جگہ سے کافی دور تھی اس لئے جوزف تیز تیز قدم اٹھاتا اس کی طرف بڑھنے لگا۔ اب رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اس لئے اسے اپنے دیکھ لئے جانے کا کچھ زیادہ خطرہ نہ تھا اور پھر جب جوزف اپنے اندازے کے مطابق اس جگہ پہنچا جہاں اس کی کار کھڑی تھی تو وہ حیرت کے مارے ٹھٹھک گیا کیونکہ جہاں اس کے اندازے کے مطابق اس کی کار موجود ہونی چاہیے تھی وہاں جگہ بالکل خالی تھی۔ اور کار غائب تھی۔ جوزف نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ کہیں عمران کو اس کی کار کے رانا ہاؤس سے نکلنے کا پتہ تو نہیں لگ گیا۔ اور وہ یہاں سے اپنی کار لے گیا ہو۔ مگر دوسرے لمحے اس نے یہ خیال ذہن سے جھٹک دیا کیونکہ اس کے خیال

کے مطابق ایسا ہونا ناممکن تھا۔ اب دوسری صورت یہی ہو سکتی تھی کہ شاید پولیس اس کی کار لے گئی ہو۔

بہرحال یہ دوسرا خیال اس کے ذہن میں جم گیا اور پھر اس نے کاندھے جھٹکے اور تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ کوٹھی نمبر سولہ کے ساتھ والی گلی میں سے ہوتا ہوا وہ اس کی عقبی سمت میں آ گیا اور پھر اس نے پہلے کوٹھی کی دیوار سے کان لگا کر اندر سے کسی کی آواز سننے کی کوشش کی مگر اندر موت کی سی خاموشی طاری تھی۔ چنانچہ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اونچے کئے دیوار کا سرا اس کے ہاتھوں کی بلندی سے تھوڑا ہی اونچا تھا۔

جوزف نے ایک بار پھر اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اچانک اس نے اچھل کر دیوار کے سرے پر اپنے ہاتھ جما دیئے پھر اسے ہاتھوں کے بل اپنے بھاری بھرکم جسم کو اوپر تک لے جانے میں دانتوں پسینہ آ گیا مگر کسی نہ کسی طرح وہ اس مشکل مرحلے سے کامیابی سے نکل گیا اور پھر دیوار پر پہنچتے ہی اس نے اپنے دونوں ہاتھ ایک بار پھر دیوار کے سرے سے لگائے اور پھر آہستہ سے پنجوں کے بل نیچے کود گیا۔ اندر دیوار کے ساتھ قد آدم باڑھی جوزف اس باڑ کے پیچھے دبک گیا۔

چند لمحوں بعد جوزف اٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ اسے عمارت کی طرف سے کسی کی آہٹ سنائی دی۔ دوسرے لمحے عمارت کے عقب میں تیز روشنی پھیل گئی اور جوزف پھرتی سے کچھ اور دبک گیا۔

باڑ میں سے جھانکتے ہوئے جوزف کو عمارت کی طرف سے آتے

ہوئے دو مشین گن بردار صاف نظر آ گئے۔ ان میں سے ایک کے سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی اور یہ دونوں وہی تھے جو اسے کار میں لے کر آ رہے تھے۔ وہ دونوں عمارت کے قریب کھڑے بڑی چوکنی نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھتے رہے۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں پورے کمپاؤنڈ کا راؤنڈ لگانا چاہیے۔'' ایک نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ارے نہیں۔ تمہارا وہم ہو گا۔ یہاں کون آ سکتا ہے۔'' دوسرے نے کہا جس نے سر پر پٹی باندھ رکھی تھی۔

''تو پھر نمبر الیون کو یہاں کس نے قتل کر دیا ہے۔ کیا اس نے خود ہی اپنے دل میں گولی مار لی تھی۔'' ——— پہلے نے جھنجھلاتے ہوئے جواب دیا اور پھر وہ تیزی سے آگے بڑھ آیا۔ پٹی والا بھی سر ہلاتا ہوا اس کے پیچھے ڈھیلے قدموں سے چلتا رہا۔ وہ دونوں جوزف کے بالکل قریب سے ہو کر گزرتے چلے گئے۔ ان کے نزدیک آنے پر جوزف نے سانس تک روک لیا تھا اور پھر ان کے جانے کے بعد کچھ دیر بعد تک جوزف وہیں دبکا رہا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں چکر لگا کر واپس عمارت کی طرف چلے گئے۔ وہ شائد مطمئن ہو گئے تھے۔

اور پھر جب جوزف کو اطمینان ہو گیا کہ اب وہ دوبارہ وہاں نہیں آئیں گے تو وہ باڑ کے پیچھے سے نکلا اور پھر دبے قدموں چلتا ہوا عمارت کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے عمارت کے سامنے کی طرف جانے کی بجائے چھت کے ذریعے اندر داخل ہونے کا فیصلہ کیا اور پھر

وہ عمارت کی عقبی دیوار کے ساتھ لگے ہوئے پائپ پر کسی بندر کی طرح چڑھتا چلا گیا۔ چند لمحوں بعد وہ چھت پر پہنچ چکا تھا۔ اس کی توقع کے عین مطابق سیڑھیوں والا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ اس نے جیب سے ریوالور نکال لیا اور پھر وہ آہستہ آہستہ سیڑھیوں پر قدم رکھتا ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔ سیڑھیاں چکر کھا کر درمیانی منزل پر پہنچ گئیں۔ یہاں ایک چھوٹی سی گیلری موجود تھی۔ جس میں کمروں کے بڑے بڑے روشن دان نصب تھے۔

جوزف کو ایک کمرے میں روشنی نظر آئی اور وہ نیچے جانے کی بجائے اس کمرے کے روشندان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے روشندان کے قریب لیٹ کر شیشے میں سے نیچے جھانکا تو یہ ایک کافی بڑا کمرہ تھا جس کے درمیان میں کرسیوں پر وہ دونوں ہاتھوں میں مشین گنیں پکڑے بیٹھے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک چھوٹی سی میز تھی جس پر ٹیلی فون رکھا ہوا تھا۔

جوزف نے روشندان کو دھیرے سے دبایا تو ایک پتلی سی درز پیدا ہو گئی۔ اب ان دونوں کی آوازیں اس کے کانوں میں صاف آنے لگ گئیں۔

"میرا خیال ہے باس کہیں پھنس نہ گیا ہو۔ ورنہ اسے اب تک یا تو یہاں خود پہنچ جانا چاہیے تھا یا پھر کم سے کم اس کی کال تو آنی ہی چاہیے تھی۔" ـــــ ایک نے دوسرے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ مگر باس آج تک ہر مشکل مسئلے سے

نکلتا چلا آیا ہے۔ اس لئے مجھے یقین ہے کہ وہ کوئی نہ کوئی راستہ ڈھونڈ ہی لے گا۔" ـــــ دوسرے نے جواب دیا۔

"مگر سالوک۔ باس کو آخر یہ نئی انگلی لگوانے کی سوجھی کیا۔" پہلے نے کہا۔

"دراصل باس کا خیال تھا کہ وہ ڈائریکٹ ایکشن کرے اور چونکہ اس ملک میں شدید گرمی ہے اس لئے دستانے پہن کر کام نہیں ہو سکتا۔ باس نے سوچا کہ اگر اس نے دستانے پہنے بغیر ڈائریکٹ ایکشن کیا تو ہو سکتا ہے کسی کی نظر اس کی کٹی انگلی پر پڑ جائے اور صرف اسی نشانی کی بنا پر وہ پکڑا جائے۔ چنانچہ باس نے ڈاکٹر زید سے بات کی۔ اس نے نئی انگلی اس طرح لگانے کی حامی بھر لی کہ بعد میں محسوس بھی نہ ہو سکے کہ انگلی کسی اور ہاتھ کی لگائی گئی ہے۔ مگر اس کے لئے شرط یہی تھی کہ انگلی کسی زندہ ہاتھ کی ہو۔ تاکہ اس کی رگوں میں خون موجود ہو۔ پھر ڈاکٹر زید نے ہی بتایا کہ چونکہ اس ملک میں بے پناہ غربت ہے اس لئے اگر مناسب معاوضہ دیا جائے تو انگلی خریدی جا سکتی ہے۔" دوسرے نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ واقعی یہاں بے حد غربت ہے۔ ورنہ کم از کم میں تو اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ لاکھوں ڈالر کے بدلے بھی اپنے ہاتھ کی انگلی بیچ دوں۔" ـــــ پہلے نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔

پھر اس سے پہلے کہ کوئی اور بات ہوتی میز پر موجود ٹیلی فون کی گھنٹی زور سے بج اٹھی۔ ایک نے لپک کر رسیور اٹھا لیا۔

"یس۔ سالوک بول رہا ہوں۔" ــــــ اس نے جوش بھرے لہجے میں کہا۔ پھر وہ چند لمحوں تک دوسری طرف سے کچھ سنتا رہا اور پھر بولا۔

"باس۔ وہ ہمیں زخمی کر کے نکل گیا ہے۔ اس نے کار چھیننے کی بھی کوشش کی تھی مگر میں کار نکال لایا اور یہاں جب ہم پہنچے تو ہمیں ڈرائنگ روم میں نمبر الیون کی لاش ملی۔ اس کے سینے میں گولی ماری گئی تھی۔" ــــــ سالوک نے جواب دیتے ہوئے کہا اور پھر وہ دوسری طرف سے کچھ سنتا رہا اور پھر بولا۔

"بہتر باس۔ ہم ابھی پہنچ رہے ہیں۔ ٹھیک ہے ہم ٹیکسی میں آجائیں گے۔" ــــــ سالوک نے کہا اور پھر اس نے رسیور رکھ دیا۔

"جلدی چلو۔ باس نے بلایا ہے۔ ہمیں فوراً یہ کوٹھی چھوڑ دینی ہے اور باس کا اہم سامان لے کر جانا ہے۔" ــــــ سالوک نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"مگر کہاں۔" ــــــ دوسرے نے حیرت زدہ لہجے میں پوچھا۔ وہ بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"ذکریا ٹاؤن کی کوٹھی نمبر پندرہ میں۔ باس وہاں موجود ہے اور وہ جلد از جلد اس ملک سے نکل جانا چاہتا ہے۔ ہم نے اس کے میک اپ کا سامان لے کر جانا ہے۔ جلدی کرو۔" ــــــ سالوک نے تیز لہجے میں کہا۔

اور پھر دونوں نے دروازے کی طرف قدم بڑھائے ہی تھے کہ جوزف نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے ریوالور کی نال اس درز میں ڈالی

اور دوسرے لمحے اس نے ٹریگر دبا دیا۔ پہلی گولی سالوک کی پشت میں لگی اور وہ چیخ مار کر نیچے گرا۔ اور پھر اس سے پہلے کہ دوسرا سنبھلتا جوزف کے ریوالور سے دوسری گولی نکلی اور دوسرے آدمی کے پہلو میں گھستی چلی گئی۔

جوزف نے تیزی سے اپنا ہاتھ واپس کھینچا اور پھر وہ گیلری میں بھاگتا ہوا واپس سیڑھیوں میں آیا اور پھر دو دو تین تین سیڑھیاں پھلانگتا ہوا نیچے اترتا چلا گیا۔ نیچے اتر کر پہلے وہ اس کمرے میں آیا جہاں وہ دونوں موجود تھے اور جب اس نے ایک ہی نظر میں ان دونوں کو بے حس و حرکت پڑے دیکھا تو اس نے ریوالور جیب میں رکھا اور سیدھا پورچ میں کھڑی سرخ رنگ کی کار کی طرف بڑھتا چلا گیا۔

جوزف نے کار کا دروازہ کھولا اور پھرتی سے سٹیرنگ پر بیٹھ گیا۔ چابی اگنیشن میں موجود تھی۔ اس نے کار سٹارٹ کی اور پھر تیزی سے کار موڑ کر پھاٹک کی طرف دوڑا دی۔ پھاٹک کے قریب پہنچ کر اس نے کار روکی اور پھر تیزی سے باہر آ کر اس نے پھاٹک کھولا اور پھر کار میں دوبارہ بیٹھ کر تیز رفتاری سے چلاتا ہوا مین روڈ پر آ گیا۔ اب اس کا رخ ذکریا ٹاؤن کی طرف تھا۔

عمران آندھی اور طوفان کی طرح کار اڑاتا ہوا شہر کے ایک کونے میں واقع ڈاکٹر شوالا کے ہسپتال پہنچ گیا۔ اس نے کار ایک جھٹکے سے ہسپتال کے کمپاؤنڈ میں روکی اور پھر اچھل کر وہ برآمدے میں پہنچ گیا۔

''ڈاکٹر شوالا کہاں ہے۔'' ـــــ اس نے استقبالیہ پر بیٹھی ہوئی لڑکی سے تیز لہجے میں پوچھا۔

''وہ ابھی ابھی اپنی رہائش گاہ پر گئے ہیں۔ کیوں کیا بات ہے۔'' لڑکی نے کچھ کہنا چاہا مگر لڑکی کے فقرہ مکمل ہونے سے پہلے ہی عمران مڑا اور پھر تقریباً بھاگتا ہوا ہسپتال کے اس حصے کی طرف بڑھتا چلا گیا جدھر ہسپتال کے عملے کی رہائش گاہیں بنی ہوئی تھیں اور پھر جلد ہی اس نے ڈاکٹر شوالا کی رہائش گاہ ڈھونڈ لی۔

عمران نے کال بیل کا بٹن دبایا اور اس وقت تک دباتا چلا گیا جب تک دروازہ ایک جھٹکے سے کھل نہ گیا۔ دروازے پر کوئی ملازم تھا اور

اس کا چہرہ غصے کی وجہ سے بگڑا ہوا تھا۔ عمران نے جیب سے ریوالور نکالا اور اسے دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

''کک۔ کون ہو تم۔'' ـــــ ملازم ریوالور دیکھ کر خوف سے بے ہوش ہونے کے قریب پہنچ گیا تھا۔

''ڈاکٹر شوالا کہاں ہے۔ جلدی بتاؤ ورنہ گولی مار دوں گا۔'' عمران نے پھنکارتے ہوئے کہا اور ملازم نے بے اختیار ایک کمرے کی طرف ہاتھ اٹھا دیا۔ عمران جھپٹ کر اس دروازے کی طرف بڑھا اور پھر وہ دروازے کو دھکیلتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔ ڈاکٹر شوالا ایک کرسی پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔ اس نے چونک کر عمران کی طرف دیکھا اور پھر اس کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر اس کا رنگ زرد پڑ گیا۔

''ڈاکٹر۔ جلدی بتاؤ کہ رونالڈ نے اس حبشی سے ہپناٹزم مشین کے ذریعے کیا پوچھا تھا۔'' ـــــ عمران نے ریوالور کا رخ ڈاکٹر کی طرف کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔

''رونالڈ۔ حبشی۔'' ـــــ ڈاکٹر نے چونکتے ہوئے کہا۔

''جلدی بتاؤ۔ ورنہ گولی مار دوں گا۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ایک بے ہوش حبشی کو یہاں لایا گیا تھا۔'' ـــــ عمران نے ٹریگر پر انگلی کو حرکت دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ مجھے معلوم نہیں۔ میں باہر چلا گیا تھا۔'' ـــــ ڈاکٹر نے بے اختیار جواب دیا اور عمران کو اس کی آنکھوں میں جھلکنے والی سچائی نظر آ گئی۔

''وہ اس حبشی کو کہاں لے گئے ہیں۔'' ـــــ عمران نے پہلے سے زیادہ سخت لہجے میں کہا۔

''مسٹر رونالڈ کے ساتھی اس حبشی کو سرخ رنگ کی کار میں ڈال کر لے گئے تھے۔'' ـــــ ڈاکٹر شوالا نے جواب دیا۔

''اور رونالڈ۔ وہ خود کہاں گیا۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''وہ میری کار لے گئے ہیں۔ نجانے کہاں گئے ہیں۔'' ـــــ ڈاکٹر نے جواب دیا۔

''تمہاری کار کا نمبر۔ ماڈل۔ جلدی بتاؤ۔ وقت بہت کم ہے۔'' عمران نے چیخ کر پوچھا۔

''نمبر ایم وائی تیرہ سو تین۔ نئے مال کی شیور لیٹ ہے۔'' ڈاکٹر نے بوکھلاتے ہوئے جواب دیا۔ اور عمران تیزی سے واپس مڑا اور پھر بھاگتا ہوا ڈاکٹر شوالا کی رہائش گاہ سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ اپنی کار کی طرف تھا۔ کار میں بیٹھ کر اس نے کار موڑی اور پھر چند لمحوں بعد وہ مین روڈ پر تھا۔ اس نے مین روڈ پر کار ایک طرف کھڑی کی اور پھر جیب میں ہاتھ ڈال کر اس نے پی فائیو ٹرانسمیٹر نکال لیا۔ ٹرانسمیٹر کا بٹن دباتے ہی اس پر موجود سرخ رنگ کا بلب جل اٹھا اور پھر چند لمحوں بعد اس کا رنگ سبز ہو گیا۔

''عمران سپیکنگ۔ اوور۔'' ـــــ عمران نے تیز لہجے میں کہا۔

''یس صفدر سپیکنگ اوور۔'' ـــــ دوسری طرف سے صفدر کی آواز سنائی دی۔

''کیا پوزیشن ہے اوور۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''ہم نے رانا ہاؤس کو گھیرے میں لے رکھا ہے۔ مگر ابھی تک کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

''پوزیشن بتاؤ۔ اوور۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''میں اور نعمانی عقبی گلی میں موجود ہیں جبکہ تنویر، چوہان اور جولیا سامنے سڑک کی طرف سے نگرانی کر رہے ہیں۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

''اچھا دیکھو۔ تمہاری طرف نئے ماڈل کی شیور لیٹ کار جس کا نمبر ایم وائی تیرہ سو تین ہے۔ موجود ہے اوور۔'' ـــــ عمران نے پوچھا۔

''ہاں۔ اس نمبر کی کار یہاں موجود ہے۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے فوراً ہی جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اوہ۔ پھر مجرم رانا ہاؤس میں داخل ہو چکے ہیں۔ تم ایسا کرو کہ جولیا اور اس کے ساتھیوں کو الرٹ کر دو۔ میں وہاں آ رہا ہوں۔ اوور۔'' عمران نے جواب دیا۔

''بہتر۔ میں انہیں الرٹ کر دیتا ہوں۔ اوور۔'' ـــــ صفدر نے جواب دیا۔

''اوور اینڈ آل۔'' ـــــ عمران نے کہا اور بٹن آف کر کے اس نے ٹرانسمیٹر واپس جیب میں ڈالا اور کار کو آگے بڑھا دیا۔

اب وہ ایک بار پھر انتہائی تیز رفتاری سے کار دوڑاتا ہوا رانا ہاؤس کی طرف اڑا چلا جا رہا تھا۔

رونالڈ اور راکو پورے رانا ہاؤس میں گھوم چکے تھے مگر انہیں نہ ہی یہاں کوئی تہہ خانہ نظر آیا اور نہ ہی وہ فائل ملی۔

''اوہ۔ مجھ سے سخت غلطی ہوئی۔ میں نے جلدی میں اس حبشی سے تہہ خانے اور تجوری کی پوری تفصیل نہیں پوچھی۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے پریشان لہجے میں کہا۔

''مگر باس۔ تہہ خانہ موجود ضرور ہوگا۔ہمیں اس انداز میں سوچنا چاہیے کہ اس بلڈنگ میں تہہ خانہ کہاں ہو سکتا ہے۔''۔۔۔۔۔راکو نے جواب دیا۔

''ٹھیک ہے۔ آؤ ایک بار پھر کوشش کرتے ہیں۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے کہا اور پھر وہ دونوں رانا ہاؤس کے کمروں میں گھستے چلے گئے۔

مختلف کمروں میں گھومنے کے بعد اچانک رونالڈ ایک کمرے میں ٹھٹھک کر رک گیا۔

''تہہ خانہ اس کمرے کے نیچے ہے۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

''وہ کیسے باس۔''۔۔۔۔۔راکو نے چونک کر پوچھا۔

''اس کمرے کا مخصوص طرز تعمیر بتا رہا ہے۔ دیکھو اس کی تین دیواریں بڑی ہیں جبکہ ایک چھوٹی ہے۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے ایک دیوار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور راکو نے سر ہلا دیا۔

رونالڈ کی تیز نظریں ادھر ادھر تہہ خانے کے راستے کا جائزہ لے رہی تھیں اور ادھر راکو سوئچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے غور سے سوئچ بورڈ کی طرف دیکھا اور پھر اس نے بورڈ کو پکڑ کر اِدھر اُدھر گھمانے کی کوشش کی اور دوسرے لمحے وہ چونک پڑا۔ جب واقعی سوئچ بورڈ دائیں طرف گھومتا چلا گیا۔ بورڈ کے نیچے ایک اور بٹن موجود تھا۔ راکو نے پھرتی سے وہ بٹن دبا دیا اور دوسرے لمحے سامنے والی دیوار تیزی سے درمیان سے کھلتی چلی گئی اور نیچے جاتی سیڑھیاں صاف دکھائی دینے لگیں۔

''ارے یہ کیسے کھل گئی۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے چونک کر کہا اور اس نے مڑ کر دیکھا تو وہ فوراً سمجھ گیا۔

''اوہ۔ تو یہ بات ہے۔تم بے حد ذہین ہو راکو۔''۔۔۔۔۔رونالڈ نے کہا اور پھر وہ تیزی سے دیوار کی دوسری طرف جاتی ہوئی سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔ راکو بھی اس کے پیچھے تھا۔سیڑھیاں اتر کر وہ نیچے آئے تو یہاں ایک بڑا سا کمرہ تھا جس میں مختلف قسم کا سامان موجود تھا۔ رونالڈ

کی تیز نظریں تہہ خانے کا جائزہ لے رہی تھیں اور پھر اسے تہہ خانے کے شمالی کونے میں موجود سبز رنگ کی دیوار ایک جگہ سے ابھری ہوئی محسوس ہوئی۔ رونالڈ تیزی سے آگے بڑھا اور پھر اس نے اس ابھری جگہ کو دبایا۔ دوسرے لمحے دیوار کا ایک حصہ ڈھکن کی طرح اٹھتا چلا گیا۔ اب وہاں ایک تجوری کا دروازہ نظر آ رہا تھا۔ تجوری جدید قسم کی تھی مگر رونالڈ نے اس کا ڈائل ہاتھ میں پکڑا اور پھر اس نے ڈائل کے ساتھ کان لگا کر ڈائل گھمانا شروع کر دیا اور پانچ منٹ تک ایسا کرتا رہا۔ وہ ڈائل سے کان لگا کر اسے دائیں بائیں گھماتا رہا۔

پانچ منٹ بعد ایک ہلکی سی کلک کی آواز سنائی دی اور رونالڈ کے چہرے پر فاتحانہ مسکراہٹ تیر گئی۔ اس نے ہینڈل کو کھینچا تو تجوری کا دروازہ کھلتا چلا گیا اور پھر رونالڈ نے جھپٹ کر اس میں موجود فائل اٹھا لی۔ اس نے ایک نظر فائل کو دیکھا اور اس کا چہرہ کھل اٹھا۔ یہ بلیو کراس فائل تھی۔

''آؤ اب نکل چلیں۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے فائل کو تہہ کر کے اندرونی جیب میں حفاظت سے ڈالتے ہوئے کہا اور وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے تہہ خانے کی سیڑھیاں چڑھتے اوپر آ گئے۔ ان دونوں کا رخ عقبی گیراج کی طرف تھا۔ گیراج میں پہنچ کر رونالڈ نے شٹر کھولنے کے لئے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اچانک وہ ٹھٹھک کر رک گیا۔ اسے باہر سے باتوں کی آواز سنائی دی۔ رونالڈ نے آگے بڑھ کر شٹر سے کان لگا دیا۔

''عمران صاحب خود آ رہے ہیں۔ ہمیں اس وقت تک ایکشن سے باز رہنا چاہیے۔''۔۔۔۔۔ ایک آدمی کی آواز سنائی دی۔

''مگر ایسا نہ ہو صفدر کہ عمران کے آنے تک مجرم نکل جائیں۔'' دوسری آواز سنائی دی۔

''نہیں۔ وہ نہیں نکل سکتے۔ یہاں سے نکلنے کے صرف دو ہی راستے ہیں اور دونوں طرف ممبرز موجود ہیں۔''۔۔۔۔۔ دوسرے آدمی نے جواب دیا۔

''آؤ''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے تیزی سے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا اور پھر وہ بھاگتا ہوا واپس رانا ہاؤس کے اندر آ گئے۔

''ہمیں گھیر لیا گیا ہے راکو۔ اور اب ہم نے یہاں سے نکلنا ہے۔'' رونالڈ نے تیز نظروں سے ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے کہا۔

''میرا خیال ہے کہ ہمیں چھت پر جانا چاہیے۔ وہاں سے ملحقہ عمارت سے ہوتے ہوئے ہم آسانی سے نکل سکتے ہیں۔'' راکو نے جواب دیا۔

''ہاں ٹھیک ہے آؤ۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور پھر وہ دونوں تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھتے چلے گئے۔

سیڑھیاں چڑھ کر جب وہ دونوں چھت پر پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ چھت کے چاروں طرف اتنی اونچی اونچی دیواریں تھیں کہ ان پر چڑھنا اور پھر دوسری طرف اترنا تقریباً ناممکن تھا۔

''اوہ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا

اور پھر اسی لمحے اس کی نظریں ایک دیوار میں موجود روزن پر پڑیں۔ یہ ایک چھوٹی سی کھڑکی تھی جس میں لوہے کی مضبوط سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ رونالڈ نے ایک سلاخ کو زور سے کھینچا مگر لوہے کی سلاخ خاصی مضبوطی سے فٹ تھی۔

''ہمیں سامنے پھاٹک کے ساتھ گیراج کی چھت پر جانا چاہیے۔ وہاں سے ہم نکل سکتے ہیں۔''۔۔۔۔۔ راکو نے کہا اور پھر رونالڈ نے بھی ادھر دیکھتے ہوئے سر ہلا دیا اور وہ دونوں تیزی سے سیڑھیاں اترتے ہوئے نیچے آ گئے۔

اب ان دونوں کا رخ گیراج کی طرف تھا۔ گیراج کے ساتھ ہی ایک لکڑی کی سیڑھی موجود تھی۔ راکو نے پھرتی سے وہ سیڑھی اٹھا کر دیوار کے ساتھ لگائی اور پھر وہ دونوں تیزی سے گیراج کی چھت پر چڑھتے چلے گئے۔ اس چھت کی دوسری طرف ایک پتلی سی گلی تھی اور اس کے بعد دوسری کوٹھی کی اونچی دیوار تھی۔

''اس گلی میں کود جاؤ۔ جلدی کرو۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے راکو سے مخاطب ہو کر کہا اور راکو نے ایک دم نیچے چھلانگ لگا دی۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا اور اس کے بعد دوسرا دھماکہ ہوا اور رونالڈ بھی پنجوں کے بل نیچے آ گرا۔ اس گلی میں اندھیرا تھا اور یہ سڑک کی طرف سے بند تھی۔ البتہ اس کا عقبی گلی میں جانے والا راستہ کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں دیوار کے ساتھ ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے عقبی گلی کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ عقبی گلی کے سرے پر پہنچتے ہی وہ دونوں رک گئے۔

''راکو ریوالور نکال لو۔ ہم دونوں فائرنگ کرتے ہوئے اپنی کار تک جائیں گے۔''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے کہا اور راکو نے سر ہلا دیا۔ پھر اچانک عقبی گلی فائرنگ سے گونج اٹھی اور وہ دونوں انتہائی پھرتی سے اچھل کر گلی میں آ گئے۔ وہ دونوں کسی خرگوش کی طرح عقبی گلی میں کھڑی ہوئی کاروں کی آڑ لیتے ہوئے تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ پھر ان پر فائرنگ شروع ہو گئی مگر یہ فائرنگ سامنے والے برآمدے کے ستونوں کے پیچھے سے ہو رہی تھی مگر کاروں کی وجہ سے وہ اس فائرنگ سے محفوظ تھے۔ پھر فائرنگ کرتے اور بچتے بچاتے وہ دونوں شیورلیٹ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔

راکو نے کار کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔ اسے ڈرائیونگ سیٹ پر پہنچنے میں ایک لمحہ لگا اور اب دوسری سیٹ پر رونالڈ پہنچ چکا تھا۔

''نکل چلو۔ جس قدر جلدی ہو سکے نکل چلو''۔۔۔۔۔ رونالڈ نے تیز لہجے میں کہا۔

''باس۔ اب آپ بے فکر رہیں۔ اب ان کے فرشتے بھی ہمیں نہیں پکڑ سکتے۔''۔۔۔۔۔ راکو نے جواب دیا اور دوسرے لمحے اس نے انجن سٹارٹ کر کے گاڑی پیچھے موڑ دی۔ اب گاڑی پر براہ راست فائرنگ ہو رہی تھی۔ مگر راکو نے پوری قوت سے گیئر بدل کر ایکسیلیٹر دبا دیا اور طاقتور انجن والی گاڑی جیسے ہوا میں اڑتی ہوئی سیدھی ہوئی اور پھر آندھی اور طوفان کی طرح آگے بڑھنے لگی۔ ابھی وہ گلی کے سرے پر بھی نہ پہنچے تھے کہ گلی میں ایک کار مڑتی ہوئی نظر آئی۔ راکو نے دانت

بھینچتے ہوئے ایکسلیٹر اور زیادہ قوت سے دبا دیا اور دیو ہیکل گاڑی پوری قوت سے سامنے سے آنے والی کار کی طرف لپکی۔ روناللہ کو ایک لمحے کے لئے محسوس ہوا کہ وہ دوسری گاڑی سمت سڑک پر جا پہنچیں گے مگر دوسری گاڑی کا ڈرائیور انتہائی مضبوط اعصاب کا مالک نکلا۔ اس نے اتنی پھرتی سے سٹیئرنگ کاٹا کہ گاڑی دیوار کے ساتھ جا لگی اور دیو ہیکل شیور لیٹ کمان سے نکلے ہوئے تیر کی طرح گلی سے نکل کر سڑک پر پہنچ گئی۔ دوسرے لمحے انہیں اپنے پیچھے موٹر سائیکلوں کی تیز آوازیں سنائی دینے لگیں۔

''نکل چلو جلدی۔''______ روناللہ نے چیخ کر کہا اور راکو نے سڑک پر موجود گاڑیوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے کار طوفان کی طرح دوڑا دی۔ وہ سٹیرنگ کو اتنی تیزی سے گھما رہا تھا کہ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے خالی سٹیرنگ اس کے ہاتھوں میں گھوم رہا ہے اور اس کی کار سڑک پر دوڑتی ہوئی کاروں سے ٹکراتی اچھلتی تیزی سے آگے بڑھتی چلی گئی۔ پھر پولیس گاڑیوں کے سائرن گونج اٹھے اور سڑک پر موجود ٹریفک کائی کی طرح چھٹتی چلی گئی۔

راکو طوفان کی طرح مختلف سڑکوں کے چکر کاٹتا ہوا کار دوڑائے جا رہا تھا۔ کئی جگہوں پر پولیس کاروں نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی مگر راکو تو شاید پاگل ہو چکا تھا اور وہ کار کو ہوا میں اچھالتا آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

''راکو۔ گاڑی کسی گلی میں موڑو۔ میں نیچے کود جاؤں گا۔ تم انہیں

ڈاج دے کر اپنی جان بچانے کی کوشش کرو۔''______ روناللہ نے کہا اور راکو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اور پھر دوسرے لمحے اس نے اتنی تیزی سے کار کو ایک گلی میں موڑا کہ کار الٹتے الٹتے بچی۔ یہ ایک تنگ سی گلی تھی اور پھر اس نے پوری قوت سے بریک لگائی اور اسی لمحے روناللہ دروازہ کھول کر نیچے کود گیا اور راکو ایک بار پھر کار کو آندھی اور طوفان کی طرح آگے اڑائے چلا گیا۔ گلی سے نکل کر وہ دوبارہ مین روڈ پر آ گیا۔ اب راکو نے کار کا رخ جھیل کی طرف جانے والی سڑک کی طرف موڑ دیا۔ اسے یقین تھا کہ اس روڈ پر وہ کہیں نہ کہیں کار روک کر اتر جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔

عمران جلد از جلد رانا ہاؤس پہنچ جانا چاہتا تھا مگر شہر میں موجود بے پناہ ٹریفک کی وجہ سے اسے بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ بہر حال حتی الوسع جلدی کرتے کرتے بھی اسے رانا ہاؤس کی عقبی گلی تک پہنچتے آدھ گھنٹے سے زیادہ وقت لگ ہی گیا۔

اس نے جیسے ہی عقبی گلی میں جانے کے لئے کار موڑی۔ دوسرے لمحے اسے انتہائی پھرتی سے سٹیرنگ کاٹنا پڑا کیونکہ ایک شیورلیٹ سامنے سے کسی دیو کی طرح سیدھی اڑتی چلی آ رہی تھی اور پھر ایک انچ کے برابر فرق سے شیورلیٹ اس کی کار کے قریب سے ہوتی ہوئی سڑک پر پہنچ گئی اور اسی لمحے گلی موٹر سائیکلوں کی آواز سے گونج اٹھی اور عمران سمجھ گیا کہ مجرم فرار ہو رہے ہیں۔ اس نے بڑی پھرتی سے کار واپس موڑی اور شیورلیٹ کے تعاقب میں چل پڑا۔ مگر شیورلیٹ کا ڈرائیور تو شائد پاگل ہو گیا تھا۔ سڑک پر جیسے چیخوں، بریکوں اور دھماکوں کا

طوفان سا آ گیا۔ شیورلیٹ گاڑیوں سے ٹکراتی اور اچھلتی آندھی اور طوفان کی طرح اڑی چلی جا رہی تھی اور عمران کو اس کا تعاقب کرتے ہوئے اس کے قریب پہنچنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ کیونکہ گاڑیوں کے آپس میں ٹکرانے سے گاڑیاں بری طرح گھوم جاتیں اور عمران کو بار بار بریکیں لگانی پڑتیں اور اب تو پولیس گاڑیاں بھی شیورلیٹ کے پیچھے لگ گئی تھیں مگر شیورلیٹ تھی کہ اڑی چلی جا رہی تھی۔ ہر لمحے عمران کو خیال آتا کہ ابھی شیورلیٹ الٹ جائے گی مگر شیورلیٹ کا ڈرائیور کچھ زیادہ ہی ماہر معلوم ہوتا تھا اور پھر اچانک شیورلیٹ ایک تنگ سی گلی میں مڑتی چلی گئی۔ شیورلیٹ نے یہ موڑ اتنے خطرناک انداز میں کاٹا تھا کہ عمران دل ہی دل میں ڈرائیور کی مہارت پر عش عش کر اٹھا۔ اس کی اپنی گاڑی اور پولیس کی گاڑیاں جھونک میں آگے بڑھتی چلی گئیں اور پھر دوسرے لمحے سڑک پر بریکوں کی خوفناک چیخیں گونج اٹھیں۔ پولیس اور عمران کی گاڑیاں پھرکی کی طرح مڑیں اور پھر عمران سب سے آگے گلی میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ اسے گلی کے دوسرے سرے پر شیورلیٹ جاتی ہوئی دکھائی دی اور عمران نے ایکسلیٹر پوری طرح دبا دیا۔ جلد ہی وہ دوبارہ سڑک پر پہنچ گیا۔ پولیس کی دو کاریں گھوم کر اس سے پہلے ہی وہاں پہنچ چکی تھیں اور ایک بار پھر شیورلیٹ کا تعاقب شروع ہو گیا اور پھر صفدر کی موٹر سائیکل زائیں کی آواز نکالتی ہوئی اس کے قریب سے گزرتی چلی گئی اور عمران کے دیکھتے ہی دیکھتے صفدر شیورلیٹ کے قریب پہنچ گیا مگر شیورلیٹ اب زگ زیگ انداز میں

دوڑ رہی تھی۔ اس لئے صفدر چاہنے کے باوجود کچھ نہ کر سکا۔ اسے اپنی موٹر سائیکل سنبھالنا مشکل ہو رہی تھی۔

کاریں اسی طرح دوڑتی ہوئی الاسکا جھیل کے قریب پہنچ گئیں۔ شیورلیٹ اب بھی سب سے آگے تھی اور پھر اسی لمحے ایک بڑا سا ٹرک اچانک ایک گلی سے نکلا اور شیورلیٹ پوری قوت سے اس ٹرک سے ٹکرا کر فضا میں اچھلی اور سڑک کے کنارے ایک بڑے سے درخت سے جا ٹکرائی اور پھر اس کے پرزے ہوا میں بکھرتے چلے گئے۔

عمران کے ساتھ ساتھ پولیس کی کاروں کی بریکوں سے فضا ایک بار پھر گونج اٹھی۔ وہ سب اتر کر اس طرف بھاگے جدھر کار کا ملبہ بکھرا پڑا تھا۔ اور پھر عمران یہ دیکھ کر ٹھٹھک گیا کہ کار کے ملبے کے قریب ہی ایک نوجوان کی لاش پڑی تھی۔ اس کی گردن ٹوٹ چکی تھی اور پورا جسم زخمی تھا۔

''اوہ۔ رونالڈ نکل گیا۔'' ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے بڑی پھرتی سے مردہ نوجوان کی تلاشی لی۔ مگر بے سود۔ فائل کا نام و نشان تک نہ تھا۔

''بھاگو صفدر۔ کمپاؤنڈ روڈ پہنچو۔ رونالڈ یقیناً وہیں پہنچے گا۔'' عمران نے کہا اور پھر اس نے اپنی کار کی طرف دوڑ لگا دی۔ صفدر بھی اچھل کر اپنی موٹر سائیکل پر بیٹھا اور پھر وہ دونوں واپس مڑ کر آندھی اور طوفان کی طرح کمپاؤنڈ روڈ کی طرف بڑھتے چلے گئے۔ انہیں کمپاؤنڈ روڈ پر پہنچنے میں دس منٹ لگ ہی گئے اور پھر کمپاؤنڈ روڈ کے سرے پر انہیں

وہ سرخ رنگ کی کار کھڑی نظر آ گئی۔ کیپٹن شکیل بھی اپنی موٹر سائیکل پر اس کے قریب کھڑا تھا۔ اس کے قریب پہنچ کر عمران نے تیزی سے بریک لگائی۔

''کار تو میں نے ڈھونڈ لی ہے۔ مگر یہ خالی ہے۔'' ـــــ کیپٹن شکیل نے عمران کو دیکھتے ہی کہا۔

''سولہ نمبر کوٹھی چلو۔ جلدی۔'' ـــــ عمران نے کہا اور پھر اس نے کار آگے بڑھا دی۔ اسی لمحے صفدر بھی اس کے پیچھے پہنچ گیا اور پھر کیپٹن شکیل بھی اچھل کر موٹر سائیکل پر بیٹھ گیا اور تھوڑی دیر بعد وہ تینوں آگے پیچھے کمپاؤنڈ روڈ کی کوٹھی نمبر سولہ کے سامنے پہنچ گئے۔ کوٹھی کا گیٹ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ عمران کار اندر لے گیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل نے بھی اس کی پیروی کی۔

پورچ میں کار روک کر عمران تیزی سے نیچے اترا اور پھر جیب سے ریوالور نکال کر وہ عمارت کے اندر داخل ہو گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد وہ تینوں واپس برآمدے میں آ گئے کمرے میں موجود دو لاشیں ان کا منہ چڑا رہی تھیں۔

''مجرم نکل گیا۔ وہ یہاں نہیں آیا۔'' ـــــ عمران نے پریشان لہجے میں کہا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل خاموش کھڑے تھے۔

''ایسا کرو کہ شہر میں نکل جاؤ اور جہاں ایسا آدمی نظر آئے جس کے ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی ہو اور غیر ملکی ہو۔ اس کی نگرانی کرو۔'' عمران نے کیپٹن شکیل اور صفدر سے کہا اور وہ دونوں سر ہلاتے ہوئے

اپنی موٹر سائیکلوں کی طرف دوڑ پڑے۔

عمران نے ان کے جانے کے بعد ہی فائیو ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس نے باری باری سب ممبروں کو کال کر کے یہی حکم دیا۔ البتہ نعمانی کی طرف سے کال کا جواب نہ ملا۔ اور جس طرح نعمانی صفدر سے پیچھے رہ گیا تھا اس سے عمران نے یہی اندازہ لگایا کہ نعمانی شاید اپنی موٹر سائیکل کسی سے ٹکرا بیٹھا ہوگا۔

عمران چند لمحے کھڑا سوچتا رہا۔ پھر وہ تیزی سے کار کی طرف بڑھا اور اس نے رونالڈ کے سفارت خانے جانے کا فیصلہ کیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید رونالڈ سفارت خانے پہنچا ہو۔ سفارت خانے پہنچ کر جب اس نے دربان کو بھاری رشوت دے کر رونالڈ کے بارے میں معلومات حاصل کیں تو دربان نے بتایا کہ رونالڈ کل سے واپس نہیں آئے تو عمران خاموشی سے اپنی کار کی طرف مڑ گیا۔

مجرم فائل سمیت غائب ہو چکا تھا اور عمران کی ریڈی میڈ کھوپڑی بالکل ہی جواب دے گئی تھی کہ وہ اتنے بڑے شہر میں مجرم کو آخر کس طرح ڈھونڈے۔ اس نے کار کا رخ دانش منزل کی طرف موڑ دیا۔ وہ اب اطمینان سے بیٹھ کر کوئی پلان بنانا چاہتا تھا۔

جوزف سرخ رنگ کی کار میں خاصی تیز رفتاری سے سڑک پر آیا۔ مگر جیسے ہی وہ کمپاؤنڈ روڈ کے شمالی سرے پر پہنچا۔ کار نے جھٹکے کھانے شروع کر دیئے۔ جوزف نے چونک کر ڈائل کی طرف دیکھا۔ ڈائل پر سرخ رنگ کی لائٹ جلتی نظر آ رہی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ کار میں کوئی نقص پڑ گیا ہے اور کار کی رفتار آہستہ آہستہ کم ہوتی چلی جا رہی تھی اور پھر کار ایک جھٹکے سے رک گئی۔ کار رکتے ہی جوزف پھرتی سے نیچے اترا اور پھر تیزی سے چوک کی طرف بڑھنے لگا۔ جلد ہی اسے ایک خالی ٹیکسی مل گئی۔

''زکریا ٹاؤن''۔۔۔۔۔ جوزف نے پچھلی سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا اور پھر ٹیکسی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔

''تیز چلو۔ ڈبل کرایہ دوں گا''۔۔۔۔۔ جوزف نے دانت بھینچتے ہوئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے رفتار بڑھا دی۔

تھوڑی دیر بعد ٹیکسی زکریا ٹاؤن میں داخل ہوگئی۔ جوزف نے ٹیکسی ایک طرف رکوائی اور پھر ڈبل سے بھی زائد کرایہ دے کر وہ تیزی سے آگے بڑھ گیا۔ اب اسے کوٹھی نمبر پندرہ کی تلاش تھی اور پھر چند ہی لمحوں میں وہ ایک نئی تعمیر شدہ چھوٹی سی کوٹھی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس پر پندرہ کا ہندسہ موجود تھا۔

جوزف نے ایک لمحے کے لئے سوچا اور پھر وہ تیزی سے قریبی گلی میں گھستا چلا گیا۔ وہ مجرم کو چوکنا ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس لئے اس نے سوچا تھا کہ وہ عقبی طرف سے کوٹھی میں داخل ہوگا۔

عقبی طرف آ کر وہ کوٹھی کی دیوار کی طرف بڑھا۔ کوٹھی کی دیوار خاصی چھوٹی تھی اور جوزف کو اس پر چڑھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی اور پھر وہ اطمینان سے اندر اتر گیا۔ چونکہ اس کے پیر زمین سے لگ گئے تھے اس لئے ہلکا سا دھماکہ تک نہ ہوا۔

کوٹھی میں تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ جوزف دبے قدموں آگے بڑھتا چلا گیا۔ اسے اندھیرے میں ایک ہیولا سا پھاٹک کے قریب نظر آیا۔ جوزف دیوار کے ساتھ لگ کر اسے دیکھتا رہا۔ اب چونکہ اس کی نظریں اندھیرے کی عادی ہو چکی تھیں اس لئے اس نے رونالڈ کو صاف پہچان لیا۔ وہ پھاٹک کے قریب بڑی بے چینی کے عالم میں ٹہل رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

جوزف نے سوچا کہ اگر اس نے پھاٹک کی طرف بڑھنے کی کوشش کی تو ہوسکتا ہے کہ مجرم پھاٹک کھول کر باہر نکل جائے۔ اس لئے اس نے

جھک کر زمین سے ایک پتھر اٹھایا اور اسے آہستہ سے برآمدے میں پھینک دیا۔ ہلکی سی کھٹک کی آواز سنائی دی اور جوزف نے رونالڈ کو چونکتے دیکھا اور پھر جوزف کی توقع کے عین مطابق وہ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھتا چلا آیا۔ جوزف پھرتی سے ایک طرف دبک گیا۔ ویسے اسے یقین تھا کہ اندھیرے میں رونالڈ اس کی موجودگی محسوس نہ کر سکے گا۔ اور پھر وہی ہوا۔ رونالڈ تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ البتہ وہ بے حد چوکنا معلوم ہو رہا تھا۔ اس کے ایک ہاتھ میں ریوالور تھا۔

پھر جیسے ہی رونالڈ برآمدے میں داخل ہوا۔ جوزف تیزی سے اس کے پیچھے لپکا اور پھر اس سے پہلے کہ رونالڈ سنبھلتا جوزف نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ رونالڈ نے پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اپنے آپ کو بچانا چاہا مگر جوزف پر اس وقت وحشت سوار تھی۔ اس کے ذہن میں وہ تصور موجود تھا جب رونالڈ نے اس پر خوفناک تشدد کیا تھا۔ چنانچہ اس نے اپنے جسم کو پھرتی سے موڑا اور پھر وہ رونالڈ کو رگیدتا ہوا برآمدے کے فرش پر جا گرا۔ رونالڈ کے ہاتھ سے ریوالور نکل کر دور جا گرا تھا۔ رونالڈ نے نیچے گرتے ہی تیزی سے کروٹ بدلی اور پھر اس کی لات پوری قوت سے جوزف کے منہ پر لگی اور چونکہ جوزف کی ناک پر پٹی بندھی ہوئی تھی اس لئے اس کا دماغ ایک بار تو جھٹکا کھا گیا اور اس کے حلق سے چیخ نکل گئی۔ مگر دوسرے لمحے اس نے اپنے آپ کو سنبھال لیا اور پھر اس کے ہاتھ میں رونالڈ کی ایک ٹانگ آ گئی اور جوزف ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔ رونالڈ نے اس کی ٹانگوں کے درمیان جوڈو کا

وار کرنا چاہا مگر جوزف نے اچھل کر اس کا یہ خوفناک وار بچایا اور پھر دوسرے ہاتھ سے اس نے رونالڈ کی گردن پکڑ لی۔ دوسرے لمحے اس کے دونوں ہاتھ رونالڈ کی گردن پر جم سے گئے۔ رونالڈ نے اچھل کر دونوں ٹانگیں اس پر چلانے کی کوشش کی مگر دیو ہیکل جوزف نے پوری قوت سے دونوں ہاتھوں کو مخالف سمتوں میں مروڑ دیا اور دوسرے لمحے کڑچ کی آواز کے ساتھ رونالڈ کی گردن کی ہڈی ٹوٹتی چلی گئی اور اس کا جسم جوزف کے ہاتھوں میں ڈھیلا پڑ گیا۔

جوزف نے ایک ہاتھ سے پکڑ کر اسے ہوا میں لٹکائے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے بڑی پھرتی سے اس کی تلاشی لینی شروع کر دی۔ جلد ہی اس نے رونالڈ کے کوٹ کی اندرونی جیب سے فائل برآمد کر لی۔ فائل باہر نکالتے ہی اس نے ایک جھٹکے سے رونالڈ کی لاش فرش پر پھینکی اور پھر وہ کوٹھی کے اندرونی کمرے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ اس نے ٹٹول کر سوئچ بورڈ ڈھونڈ کر بٹن دبایا اور دوسرے لمحے چٹک کی آواز کے ساتھ ہی کمرہ روشن ہو گیا۔ جوزف نے ایک نظر فائل پر ڈالی اور اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ یہ بلیو کراس فائل ہی تھی۔ اس نے پھرتی سے فائل اپنی اندرونی جیب میں ڈالی اور پھر برآمدے میں پڑے ہوئے مردہ بلیک ڈیول پر حقارت سے تھوکتا ہوا پھاٹک کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ پھاٹک سے نکل کر وہ سڑک پر آیا اور پھر اسے دور چوک پر ٹیلی فون بوتھ کی روشنی نظر آ گئی اور جوزف تقریباً بھاگتا ہوا ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھنے لگا۔

عمران اور بلیک زیرو دانش منزل کے آپریشن روم میں خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران کے چہرے پر گہری سنجیدگی طاری تھی اور پیشانی پر شکنوں کا جال سا پھیلا ہوا تھا۔

''عمران صاحب۔ اب مجرم کو کہاں تلاش کریں۔'' ـــــ بلیک زیرو نے دبے دبے لہجے میں کہا۔

''بس اب ایک ہی صورت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں کہ وہ مجرم کو فائل سمیت دانش منزل بھیج دے۔ اور بھلا ہم سے کیا ہو سکتا ہے۔'' ـــــ عمران نے بڑے طنزیہ لہجے میں کہا اور بلیک زیرو جھینپ کر رہ گیا۔ اب بھلا وہ کیا جواب دیتا۔

اسی لمحے ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی اور عمران نے جھپٹ کر رسیور اٹھا لیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کسی ممبر نے رونالڈ کو تلاش کر لیا ہے۔

''ایکسٹو سپیکنگ۔'' ـــــ عمران نے مخصوص لہجے میں کہا۔

''بلیک پرنس سپیکنگ۔'' ـــــ دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

''ارے او شب تار کے بچے۔ بلیک پرنس کی ناجائز اولاد۔'' عمران نے اس بار اپنی اصل آواز میں چیختے ہوئے کہا۔

''ارے ارے باس ٹھہرو۔ میں تو منہ میں سیٹی رکھنا ہی بھول گیا تھا۔'' ـــــ دوسری طرف سے جوزف کی بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔

''تمہارے سر پر زاگارا جھاڑیوں پر ڈولتی ہوئی بدروح رقص کرے۔ کہاں مر گئے تھے تم۔'' ـــــ عمران نے کہا۔

''باس باس۔ فار گاڈ سیک اتنی بھیانک بد دعا نہ دو۔'' ـــــ دوسری طرف سے جوزف کی ڈری ڈری آواز سنائی دی۔

''جوزف۔ تمہاری شراب کا کوٹہ ایک ماہ کے لئے بند۔ اور ساتھ ہی تین سو ڈنڈ روزانہ کی سزا۔'' ـــــ عمران کا غصہ واقعی عروج پر تھا۔

''باس۔ فار گاڈ سیک۔ جوزف غریب پر رحم کرو۔ بس اب میں کبھی بھی بلیک پرنس نہ بنوں گا۔'' ـــــ جوزف اور زیادہ بوکھلا گیا تھا۔

''نہیں۔ تم پر رحم نہیں کیا جا سکتا۔ تم اس ملک کے غدار ہو۔ اور جانتے ہو میں غداروں کو کیا سزا دیتا ہوں۔'' ـــــ عمران نے دانت بھینچتے ہوئے کہا۔

''باس۔ میں غدار نہیں ہوں۔ میں نے گرین ڈیول کو ہلاک کیا۔ میں نے گولڈن ڈیول کا خاتمہ کر دیا۔ اور باس میں نے بلیک ڈیول کی گردن بھی مروڑ دی۔ میں غدار نہیں ہوں۔ باس ۔ فار گاڈ سیک رحم کرو۔'' ـــــ جوزف کی بھیک مانگتی ہوئی آواز سنائی دی۔

''بلیک ڈیول کی گردن مروڑ دی۔'' ـــــ عمران نے حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں باس۔ یقین کرو میں نے بلیک ڈیول کی گردن مروڑ دی ہے اور اس سے بلیو کراس فائل حاصل کر لی ہے۔'' ـــــ جوزف نے جواب دیا۔

''کیا کہا۔ فائل حاصل کر لی ہے۔ کہاں ہے وہ فائل۔'' ـــــ عمران حیرت سے اچھل پڑا۔

''میری جیب میں ہے باس۔ اور بلیک ڈیول کی لاش زکریا ٹاؤن کی کوٹھی نمبر پندرہ میں پڑی ہے۔ میں نے اس پر تھوک دیا ہے۔ وہ بزدل دشمن تھا۔'' ـــــ جوزف نے جواب دیا۔

''کیا تم سچ کہہ رہے ہو کہ فائل تمہارے پاس ہے۔ بلیو کراس فائل۔'' ـــــ عمران واقعی حیرت زدہ تھا۔

''یس باس۔ میں بالکل سچ بول رہا ہوں۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ بلیک ڈیول کی گردن اپنے ہاتھوں سے مروڑوں گا۔ اور اس سے فائل بھی خود ہی حاصل کروں گا۔ آخر میں بلیک پرنس ہوں۔ ارے ارے توبہ۔ نہیں باس ۔ میں جوزف ہوں جوزف۔'' ـــــ جوزف نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

''ویری گڈ میرے بلیک پرنس ویری گڈ۔ تم واقعی بلیک پرنس ہو۔ سنو اگر تم دس منٹ میں فائل سمیت دانش منزل پہنچ جاؤ تو نہ صرف تمہاری سزا معاف بلکہ کوٹہ ڈبل۔'' ـــــ عمران نے چہکتے ہوئے کہا۔

''ابھی پہنچا باس۔ بلیک پرنس کو چاہے اڑ کر آنا پڑے۔ بلیک پرنس پہنچے گا۔'' ـــــــ جواب میں جوزف کی بھی چہکتی ہوئی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی عمران نے مسکراتے ہوئے رسیور رکھ دیا۔

''کمال کر دیا جوزف نے بلیک ڈیول سے فائل حاصل کر لی۔'' بلیک زیرو نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

''جوزف نہیں بلیک زیرو۔ بلکہ بلیک پرنس کہو۔ واقعی اس نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بلیک پرنس ہے۔ ہم وائٹ پرنس کھیاں ہی مارتے رہ گئے اور بلیک پرنس میدان جیت گیا۔'' ـــــــ عمران نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

''آپ نے بھی تو اسے فالتو سمجھ کر ایک طرف پھینک رکھا تھا۔ کم از کم اس نے اس سارے چکر میں اپنی صلاحیتوں کا ثبوت تو دے ہی دیا ہے۔'' ـــــــ بلیک زیرو نے کہا۔

''واقعی اس کالے دیو نے ثابت کر دیا ہے کہ وہ بے پناہ صلاحیتوں کا مالک ہے اور میں سوچ رہا ہوں کہ مجھے اب ریٹائر ہو جانا چاہیے۔ میری ریڈی میڈ کھوپڑی کا سیل اب ناکارہ ہوتا جا رہا ہے۔'' ـــــــ عمران نے بے اختیار اپنے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا اور بلیک زیرو کے حلق سے نکلنے والے بے اختیار قہقہوں سے کمرہ گونج اٹھا۔

ختم شد